بابُ الابرار

جلدِ اوّل

ابرار احمد قادری چشتی ممتازی رحمانی (عفی عنہ)

رحمانی ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جملہ حقوق بحق رحمانی ٹرسٹ محفوظ ہیں

نام کتاب　باب الابرار، جلد اوّل (مکمل تین جلدیں)

پیش کردہ　ابرار احمد قادری چشتی ممتازی رحمانی عفی عنہ

ناشر　رحمانی ٹرسٹ E-4 بلاک 8، گلشن اقبال کراچی۔
فون: 34982822　فیکس: 34985466
Email: rehmanitrust@hotmail.com
Web: www.halqarehmani.com

طبع اوّل　جنوری 2013ء بمطابق ربیع الاوّل شریف 1434ھ

تعداد　1000 (ایک ہزار)

رحمانی ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فہرست مضامین

باب ا۔عقائد

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	تعارف	۵
۲	عقیدۂ توحید	۹
۳	عقیدۂ رسالت ونبوت	۲۱
۴	عقیدۂ کُتب	۲۷
۵	عقیدۂ ملائکہ	۳۳
۶	عقیدۂ آخرت	۳۸
۷	عقیدۂ ختمِ نبوت	۴۸
۸	تعظیم وتوقیرِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۵۶
۹	خصائصِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۶۵
۱۰	عظمتِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۷۲
۱۱	علمِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۷۶
۱۲	نورانیتِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۸۹
۱۳	اختیاراتِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۰۱
۱۴	حاضر وناظر	۱۱۶

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۵	ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۳۳
۱۶	صلوٰۃ وسلام	۱۳۸
۱۷	قبر میں آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۴۴
۱۸	وسیلہ	۱۵۰
۱۹	استعانت (مدد طلب کرنا)	۱۶۰

باب ۲۔عبادات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	اسلام کا تصورِ عبادت	۱۷۹
۲	فقہی اصطلاحات	۱۸۳
۳	طہارت ونجاست	۱۸۸
۴	وضو	۱۹۹
۵	غسل	۲۰۶
۶	تیمّم	۲۱۲
۷	اذان کی اہمیت وفضیلت	۲۱۸
۸	اذان سے قبل اور بعد درود شریف	۲۲۲
۹	انگوٹھے چومنا	۲۲۶
۱۰	نماز کی اہمیت	۲۳۲
۱۱	باجماعت نماز کی فضیلت	۲۶۳
۱۲	مسئلہ اقامت: جماعت کیلئے کب کھڑا ہوا جائے؟	۲۷۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۳	زکوٰۃ	۲۷۷
۱۴	روزہ	۲۹۳
۱۵	حج	۳۰۶
۱۶	جہاد	۳۲۵
۱۷	نفلی عبادات	۳۴۲

باب ۳۔حقوق

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	حقوق اللہ	۳۶۷
۲	حقوق الرسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۳۸۳
۳	حقوق الوالدین	۳۹۶
۴	حقوق الاولاد	۴۰۸
۵	حقوق الاقرباً	۴۲۱
۶	حقوق الزوج	۴۲۸
۷	حقوق الزوجہ	۴۳۸
۸	حقوق الجار	۴۵۲
۹	حقوق العلماً	۴۶۳
۱۰	حقوق الاساتذہ والتلامذہ	۴۷۱
۱۱	حقوق المسلم	۴۸۰
۱۲	حقوقِ انسانی	۴۸۹

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بسم الله الرحمن الرحيم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تعارف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ ! تمام تعریفیں اللہ رب العزت کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا خالق و مالک ہے۔ بے مثل و بے مثال، واحد و یکتا اور بزرگ و برتر ہے اور لاکھوں کروڑوں درود و سلام ختمیٔ مرتبت، سردارالانبیاءؑ، تاجدارِ کونین، رب کے حبیب ہمارے آقا و مولا حضرتِ احمدِ مجتبٰی جنابِ سیدنا محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر کہ جن کے صدقے میں اللہ رب العزت کا عرفان اُس کے بندوں کو نصیب ہوا۔ اور اللہ کی کروڑ ہا رحمتیں ہوں، ہمارے پیشواؤں پر کہ جو علم نبی کے وارث بن کر ہدایت کا تسلسل ہیں۔

دنیا دارالعمل اور آخرت دارالجزا ہے۔ اس لحاظ سے ایک مسلمان کی دنیاوی زندگی نہایت قیمتی ہے کہ اس کی اُخروی زندگی کا انحصار اِس دنیاوی زندگی پر ہے ایک مسلمان جس طرح یہاں زندگی بسر کرے گا اسی کے مطابق اُس کے ساتھ آخرت میں معاملہ ہوگا۔ اس لیئے ہر شخص کو اس بات کی فکر ہونی چاہیئے کہ اُس کی اُخروی زندگی اچھی ہو اور اس فکر کے مطابق اسے نہ صرف اپنی بلکہ اپنی اولاد و اہل و عیال کی بھی صحیح تربیت کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

دین صرف عبادات کا ہی نام نہیں ہے بلکہ یہ ہماری پوری زندگی کا احاطہ کئے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوئے ہیں ہمیں کس طرح اُٹھنا بیٹھنا ہے کس طرح سونا، جاگنا ہے، کس طرح کھانا، پینا ہے کس طرح لین دین کرنا ہے کس کس کے ہم پر حقوق ہیں، عبادت کس طرح کرنی ہے، غرض ہماری زندگی کا ایک ایک گوشہ دین ہی کے طابع ہے۔ اب اس پر عمل اُسی وقت ممکن ہے کہ جب ہمیں پتہ ہو کہ یہ تعلیمات ہیں کیا۔؟ اور ہر مسلمان پر اتنا علم حاصل کرنا فرض ہے کہ جس سے اُسے زندگی دین کے مطابق گزارنے کا شعور آجائے۔ یوں تو یہ تعلیمات مختلف کتابوں میں موجود ہیں لیکن میری اور میرے رفقاء کی یہ خواہش تھی کہ ان کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے تا کہ یہ ہر رحمانی اور محب رحمانی اور اللہ جس مسلمان کو توفیق دے اُس کے گھر میں ہو اور وہ خود اور اس کے گھر والے اس سے استفادہ کرتے رہیں۔

چنانچہ اسی خواہش کے پیشِ نظر یہ کتاب ترتیب دی گئی اس کتاب کی تین جلدیں اور آٹھ ابواب ہیں اور ہر باب میں اس سے متعلق مختلف مضامین ہیں، اس طرح اس کتاب کا ہر باب ایک مستقل کتاب کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اس کتاب کا پہلا باب عقائد پر مشتمل ہے جس میں بنیادی عقائد کے ساتھ ساتھ چند دیگر اہم عقائد کا بھی تذکرہ ہے۔ اس باب میں ۱۸ موضوعات پر مضامین شامل کئے گئے ہیں۔

دوسرا باب عبادات کا ہے اس باب میں ۱۷ موضوعات ہیں جن میں ارکانِ اسلام کے علاوہ اسلام کے تصور عبادت اور ضروری فقہی معلومات کو شامل کیا گیا ہے۔ تیسرا باب حقوق سے متعلق ہے عموماً حقوق کو دو بڑی اقسام میں بیان کیا جاتا ہے ایک کو حقوق اللہ اور دوسرے کو حقوق العباد کہا جاتا ہے۔ عقائد و عبادات کے بعد یہ باب بڑا اہم ہے۔ کیونکہ عقائد و عبادات انفرادی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں جبکہ حقوق اجتماعی زندگی کی تشکیل کرتے ہیں اسی لیئے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہمارے دین نے بھی نہ صرف حقوق پرزوردیا بلکہ ان تمام حقوق کو جو ایک دوسرے سے منسلک ہیں تفصیلاً بیان کردیا۔ تاکہ ایک بہترین معاشرہ تشکیل پائے۔

چوتھاباب آدابِ زندگی کے عنوان سے ہےاس میں سونے جاگنے سے لیکر ایک انسان کی زندگی کے تمام معمولات کے آداب بیان کردیئے گئے ہیں۔

پانچواں باب فضائلِ اخلاق کے عنوان سے ہےاس میں حتی المقدوراہم اخلاقی اوصاف کو بیان کردیا گیاہے۔

چھٹاباب رذائلِ اخلاق کے عنوان سے ہے۔جس طرح ہر مسلمان میں اخلاقی اوصاف ہونے چاہیئے اسی طرح کچھ ایسے رذائل ہیں کہ جن سے بچنے کی نہ صرف تاکیدکی گئی ہے بلکہ ان پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔اس باب میں اُن اخلاقی رذائل کو بیان کردیا گیاہے۔

ساتواں باب تصوف سے متعلق ہے۔اس باب میں کچھ اہم عنوانات مثلاً بیعت کی ضرورت واہمیت،شیخ کامل کی صفات اورمشہور بزرگانِ دین کی سوانح کو شامل کیا گیاہے۔تاکہ ایک مبتدی کو پتہ چل سکے کہ ہمارے پیشواؤں نے کس طرح دین کی تبلیغ واشاعت اورمخلوقِ خدا کی خدمت کافریضہ انجام دیاہے۔

آٹھواں باب اصلاحی موضوعات کے عنوان سے ہےاس میں جدیددور کے بعض اہم مسائل کو بیان کیا گیاہے اس طرح کوشش کی گئی ہے کہ ایک شخص کی انفرادی زندگی سے لیکر اجتماعی زندگی تک کے ہر پہلوکو ایک ہی جگہ بیان کردیا جائے۔اللہ رب العزت میری اور میرے رفقاء کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔اوراس کتاب کولوگوں کیلئے ہدایت کااور ہمارے لیئے نجات کا ذریعہ بنائے۔آمین

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اہلِ علم حضرات سے گزارش ہے کہ اگر کہیں کوئی علمی کمزوری وسقم پائیں تو ازراہِ مہربانی اصلاح کی نیت سے تحریری طور پر مطلع فرمائیں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسکی اصلاح کردی جائے۔

نیز اس کتاب کو منظرِ عام پر لانے میں جن احباب نے جس طرح معاونت کی۔ ان سب کیلئے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں التجا کرتا ہوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے وطفیل اُن سب کو اور اُن کی آنے والی نسلوں کو دونوں جہاں کی کامیابیاں و کامرانیاں عطا فرمائے۔ اور اُن کی خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازے آمین۔

بجاہِ نبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

الداعی الی الخیر

ابرار احمد رحمانی عفی عنہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

باب اوّل
عقائد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عقیدۂ توحید

اسلام کی اساس ایمان ہے۔ اور ایمان کی بنیاد ''عقیدۂ توحید'' ہے۔ توحید کا لفظ ''وحدت'' سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں ''ایک ماننا۔''

اصطلاحِ شریعت میں عقیدۂ توحید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت اپنی ذات، صفات اور جملہ اوصاف و کمالات میں یکتا اور بے مثال ہے۔ اس کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں، کوئی اس کا ہم پلہ و ہم مرتبہ نہیں، اس کے کاموں میں نہ کوئی دخل دے سکتا ہے، نہ اسے کسی قسم کی امداد کی ضرورت ہے، اس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ خود کسی سے پیدا ہوا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ﴿۳﴾
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ﴿۴﴾ (الاخلاص ۱۱۲/۱ تا ۴)

''اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ فرما دیجئے، وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔''

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ '' قُلْ '' (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیجیے) سے سورۃ کا آغاز فرمایا ہے، حالانکہ یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یعنی '' وہ اللہ ایک ہے۔'' مگر ایسا نہیں کہا گیا، جس کی وجہ یہ ہے کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رسول اللہ ﷺ کے واسطے اور توسل کے بغیر اللہ رب العزت کی وحدانیت کی گواہی تسلیم نہیں کی جاسکتی۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر عقیدۂ توحید کو مختلف انداز سے اجاگر کیا گیا ہے۔ جبکہ احادیثِ نبوی ﷺ سے بھی عقیدۂ توحید کی وضاحت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیثِ نبوی ﷺ میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ۔''

(صحیح بخاری و مسلم کتاب الایمان)

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

۱۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۲۔ نماز قائم کرنا۔

۳۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔

۴۔ حج ادا کرنا۔

۵۔ اور ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔''

اس حدیثِ نبوی ﷺ سے یہ ثابت ہوا کہ اسلام کا پہلا رکن توحید و رسالت کی گواہی دینا ہے، اور شہادتِ توحید و رسالت کے لیے محض کلمۂ طیبہ کا رسمی اعلان اور زبانی اقرار ہی کافی نہیں، کیونکہ کسی شخص کا اپنی زبان سے کلمۂ طیبہ ادا کردینا اور بات ہے اور دل وزبان کی ہم آہنگی سے اس کی شہادت دینا اور بات۔ ایمان حقیقت میں ''اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ۔'' اور ''تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ۔'' کا نام ہے۔ (یعنی زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے۔)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بقول شاعر مشرق علّامہ اقبال علیہ الرحمہ ؎

زباں سے کہہ بھی دیا لا اِلٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں، تو کچھ بھی نہیں

توحید کی اقسام:

بعض علمائے کرام نے توحید کی مندرجہ ذیل تین اقسام بیان فرمائی ہیں۔

①۔توحیدِ ربوبیت۔②۔توحیدِ الوہیت۔③۔توحیدِ اسماء وصفات۔

۱۔توحیدِ ربوبیت: صرف ایک اللہ ہی کو مخلوق کا پرورش کرنے والا ماننا۔یعنی وہی پیدا کرنے والا اور روزی دینے والا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ کو اللہ کی معرفت اور اس کی شانِ ربوبیت سے گہری واقفیت ہو اور اس صفت میں وہ کسی کو خدا کا ثانی اور ہمسر (برابر) نہ سمجھے۔

۲۔توحیدِ الوہیت: یعنی صرف اللہ ہی کو عبادت کے لائق سمجھنا، اس کو ''توحیدِ عبادت'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ ہی کو عبادت و بندگی میں اکیلا مانے اور دل کی گہرائیوں سے اس کا اقرار کرے اور اعضاء سے اس کا اظہار کرے کہ عبادت و بندگی کا مستحق بس وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی اس کا مستحق نہیں۔جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے کہ:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ
(الحج ۲۲/ ۶۲)

''یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے پوجتے ہیں وہی باطل ہے۔''

۳۔توحیدِ اسماء وصفات: یعنی صرف اللہ ہی کو اس کے ناموں اور صفات میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یکتا سمجھنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے جملہ ناموں اور صفات کو کسی تمثیل کے بغیر صرف ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے مخصوص سمجھے۔ اور اس کی کسی خوبی وصفت میں کسی دوسرے کو اس کا شریکِ کار اور مساوی نہ سمجھے۔ بندوں کے پاس جتنی بھی خوبیاں یا صفات ہیں مثلاً دیکھنا، سننا، جاننا، اور حکمت ودانائی وغیرہ، وہ سب اللہ کی عطا کردہ ہیں۔ اسلیئے اگر اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ علم ومعرفت یا نگہبانی وشفایابی وغیرہ کو منسوب کیا جائے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ وہ ذاتی طور پر سب کچھ کرنے والے ہیں، بلکہ اللہ کے بندے ہونے کی حیثیت سے اسکی عطا سے لوگوں کی مشکلوں کو حل کرتے ہیں۔

الغرض توحید ہی وہ اصل بنیاد ہے جس کی تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رُسُل علیہم السلام نے تعلیم دی اور یہی وہ دعوت ہے جسے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاران کی چوٹی پر کھڑے ہوکر پوری قوم کے سامنے پیش کیا۔ جس کی بنأ پر وہ قوم جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''صادق'' اور ''امین'' کہتی تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمن بن گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لالچ دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا سردار بنالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مال ودولت کے ڈھیر لگادیں لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیا جائے تو بھی میں اپنے مشن کو نہیں چھوڑوں گا۔''

کائنات میں مختلف جہانوں کا وجود، ان میں اختلاف اور مخلوق کا کثیر تعداد میں ہونا نیز کروڑوں کھربوں انسانوں کا شکل وصورت اور عادات و اطوار میں ایک دوسرے سے مختلف ہونا بلکہ ہر انسان کے دائیں اور بائیں انگوٹھے کے نشان کا اپنے اور ہر انسان کے انگوٹھے سے مختلف ہونا اور بے شمار مظاہرِ قدرت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

درحقیقت خالقِ حقیقی کا پتہ دیتے ہیں کہ ایک ذات اللہ کی ایسی ہے جس نے یہ سب کچھ پیدا فرمایا ہے اور اسی کے حکم سے ہر کام سرانجام پاتا ہے۔ وہ اپنی ذات وصفات، افعال و احکام اور اسماء میں یکتا و بے مثال ہے۔ واجب الوجود ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ عبادت کی مستحق اسی کی ذات ہے وہ کسی کا محتاج نہیں، ہر چیز اس کی محتاج ہے، اس کی ذات کا ادراک عقلاً محال ہے، وہ خود زندہ ہے اور سب کی زندگی اس کے ہاتھ میں ہے۔ جب چاہے، جسے چاہے زندہ کرے اور جسے چاہے موت دے، کوئی شے اس کی قدرت سے باہر نہیں، وہ ہر کمال وخوبی کا مالک ہے، کسی عیب ونقص کا اس میں ہونا محال ہے، جسم سے پاک ہے۔ پست سے پست آواز کو سنتا ہے۔ ہر باریک سے باریک شے جو کہ خوردبین سے بھی محسوس نہ ہو، وہ اسے بھی دیکھتا ہے بلکہ ہر موجود کو دیکھتا اور سنتا ہے، اس کے علم کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ جہت، زمان ومکاں، حرکت وسکون، شکل و صورت اور جمیع حوادث سے پاک ہے۔

اس کو نہ اونگھ آتی ہے، نہ نیند، نہ تھکے، نہ اکتائے۔ تمام جہانوں کا پالنے والا، ماں باپ سے زیادہ مہربان، حلم والا، گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، التجاؤں کو سننے والا، ٹوٹے دلوں کا سہارا اور قہر وغضب فرمانے والا ہے۔ اس کی پکڑ نہایت سخت ہے جس سے کوئی چھڑا نہیں سکتا، وہ جو کچھ کرتا ہے یا کرے گا، عدل وانصاف ہے، ظلم سے پاک وصاف ہے، نہایت بلند و بالا ہے، نفع وضرر کا وہی مالک ہے۔ اسی کے حکم سے آنکھ دیکھتی ہے، کان سنتا ہے، آگ جلاتی ہے، پانی بجھاتا ہے اور وہ اگر چاہے آنکھ سنے، کان دیکھے، پانی جلائے، آگ بجھائے اور اگر نہ چاہے تو لاکھ آنکھیں ہوں، دن کو پہاڑ نہ سوجھے، وسیع وعریض اور بلند و بالا آگ روشن ہو، مگر ایک تنکے پر داغ نہ آئے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کس قہر کی آگ تھی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کافروں نے ڈالا مگر حکمِ الٰہی ہوا:

''یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾'' (الانبیاء ۲۱/ ۶۹)

''اے آگ! ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا۔''

چنانچہ وہ آگ ایسی ٹھنڈی ہوئی کہ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر اس کے ساتھ ''سَلٰمًا'' (سلامتی والی) کا لفظ نہ فرمادیا جاتا تو اتنی ٹھنڈی ہوجاتی کہ اس کی ٹھنڈک ایذا دیتی۔

اللہ تعالیٰ کی محبت و وحدانیت اور عبادت و بندگی

اُسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی وحدانیت کی تبلیغ اور رب تبارک وتعالیٰ کی عبادت و بندگی میں گزری۔ توحید پرستی، عبادت گزاری، خشوع وخضوع، عاجزی وانکساری اور گریہ وزاری میں جو درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو حاصل ہے۔ مخلوقِ خدا میں کوئی اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اللہ تعالیٰ سے محبت اور عبدیت پر خود محبت وعبدیت کو ناز ہے کہ محبت وعبدیت کے جس ارفع واعلیٰ مقام پر فائز ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرتِ عبادت اور ریاضت ومجاہدہ فرماتے تھے۔ اس کی ہمسری کا کوئی شخص دعویٰ بھی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ غاروں میں جاکر عبادت الٰہی کرنا، کثرتِ گریہ وزاری سے ریش مبارک کا آنسوؤں سے تر ہوجانا، طویل قیام اللیل کے دوران قدمینِ شریفین پر ورم کا آجانا، تبلیغ و دعوتِ دین اور جہاد کے میدان میں جسمِ اقدس کا لہولہان ہوجانا، فاقے کاٹنا، پے در پے صعوبتیں اور تکالیف اٹھانا۔ یہ سب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اللہ سے محبت اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالِ عبدیت کی آئینہ دار ہے۔لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں یہی عرض کرتے کہ:

''مَا عَبَدْنٰكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ''۔

''ہم تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے۔''

''مَا عَرَفْنٰكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ''۔

''ہم تیری معرفت کا حق ادا نہیں کر سکے۔''

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے کہ ''اے باری تعالیٰ! مجھے اپنی یاد میں رونے والی آنکھیں اور اپنی محبت میں مگن رہنے والا دل عطا فرما۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب بیداریوں اور کثرتِ گریہ و زاری کو دیکھ کر عرض کرتے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو محبوبِ خدا ہیں، پھر اس قدر عبادت و گریہ و زاری کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے: ''اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا'' (مشکوٰۃ)

''کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

اللہ تعالیٰ کی محبت و وحدانیت اور عبادت و بندگی

اسوۂ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشنی میں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ نفوسِ قدسیہ ہیں۔جنھیں اللہ تعالیٰ نے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط (اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی ہوئے) کی سند عطا فرمادی تھی اور جن کے بارے میں خود آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی روایت میں موجود ہے کہ ''اگر کسی نے دنیا میں اہلِ جنت کا نظارہ کرنا ہو تو وہ میرے صحابہ کو دیکھے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اتنی فضیلت وعظمت کے باوجود اسوۂ حسنہ ﷺ کی پیروی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لِلّٰہیت، خدا خوفی اور شب و روز یادِ الٰہی میں مگن رہنے کی کیفیت بھی اپنی مثال آپ ہے۔ ان کا مقامِ عبدیت بھی اس درجے کا تھا کہ صحبتِ نبوی ﷺ کے فیض سے مالا مال اور سرتا پا نیکیوں کا پیکر ہونے کے باوجود انھیں اپنے اعمال پر کوئی فخر وغرور نہ تھا، بلکہ وہ خشیتِ الٰہی سے لرزہ براندام رہتے ہوئے قرآن مجید کے الفاظ ''يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ''
(الفتح ۴۸/ ۲۹)

'' وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی ہیں۔'' کے مصداق رضائے خداوندی کے حصول کو اپنا مطمعِ نظر بنائے دکھائی دیتے ہیں۔ اپنے اعمالِ صالحہ پر فخر کا اظہار تو درکنار، وہ عذابِ جہنم کے خوف سے اپنے رب کے حضور یہی دعا کرتے کہ:

''سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ ۔'' (آلِ عمران ۳/ ۱۹۱)

''تو پاک ہے (ہر قسم کے نقص وعیب سے) پس ہمیں آگ کے عذاب سے نجات عطا فرما۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لِلّٰہیت، خدا خوفی اور عجز و انکساری کا اندازہ مندرجہ ذیل چند واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جو حضورِ اکرم ﷺ کی سب سے چہیتی صاحبزادی اور جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور باوجود اس کے کہ ان کے قدموں پر دونوں جہاں کی نعمتیں نثار تھیں۔ مگر ان کے شب و روز اللہ کی محبت، اس کی عبادت و بندگی اور محنت ومشقت کے ماحول میں بسر ہوتے تھے۔ آپ موسمِ سرما کی طویل راتوں میں سجدے میں سر رکھتیں تو وہ سجدہ اتنا طول کھینچتا کہ فجر کی اذان سنائی دینے لگتی۔ وہ سرد آہ بھر کر کہتیں کہ مولا! تو نے راتیں کتنی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چھوٹی بنائی ہیں کہ جی بھر کر تیرا سجدہ بھی ادا نہیں ہوتا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت، ان کی توحید پرستی اور دین پر استقامت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے عزیز و اقارب یا کفارِ مکہ نے اسلام قبول کرنے کے جرم میں اس قدر سخت ایذائیں اور تکالیف پہنچائیں کہ جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً ان کو تپتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا۔ گرم لوہے سے ان کے جسموں کو داغا گیا۔ ان کے جسموں کو بھاری پتھروں کے نیچے دبایا گیا۔ حتیٰ کہ انھیں سولی پر لٹکایا گیا۔ مگر قربان جایئے ان نفوسِ قدسیہ کے کہ انھوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں ہر ظلم سہا، مگر دینِ اسلام سے منہ نہ موڑا اور اپنی استقامت میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آنے دی۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا آقا امیہ بن خلف آپ کے گلے میں رسی ڈال کر آوارہ لڑکوں کے ہاتھوں میں پکڑا دیتا، وہ ان کا مذاق اڑاتے، مکہ کی گھاٹیوں میں لے کر انھیں گھومتے اور گلیوں میں ان کو گھسیٹتے، مگر آپ اللہ کی محبت و وحدانیت اور کیف و مستی میں یہی پکارتے رہتے۔

''اَحَدٌ اَحَدٌ، اَنَا لَآ اُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا اَنَا كَافِرٌ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى۔''

''وہ یکتا ہے، یکتا ہے۔ میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، میں لات وعزیٰ کا انکار کرتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ کی محبت و وحدانیت اور عبادت و بندگی

اسوۂ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی روشنی میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد بھی ایسے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

باکمال اولیاء وصلحاء گزرے ہیں کہ جن کی وحدانیت وعبدیت اور اللہ سے محبت کا درجہ خلقِ خدا میں انتہائی رفعت و بلندی پر تھا۔ اس سلسلے میں چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

سلسلۂ عالیہ قادریہ کے بانی حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اللہ سے محبت ومعرفت اور اس کی عبادت و بندگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے پچیس سال عراق کے جنگلوں، صحراؤں اور ویرانوں میں شب و روز عبادتِ الٰہی کے سوا کوئی کام نہ کیا۔ آپ کی خوراک جنگل کی گھاس اور پتے ہوتے۔ بسا اوقات تین سے چالیس دن تک بھوکے اور پیاسے رہتے۔ چالیس برس تک آپ نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ پندرہ برس تک روزانہ رات میں ایک قرآن مجید کی تلاوت فرمائی اور بارہ برس تک برج عجمی میں معتکف رہ کر عبادت الٰہی میں مشغول رہے۔

اسی طرح بیشتر اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی اکثر زندگی اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت میں سخت ریاضت ومجاہدات اور عبادت و بندگی میں گزری۔ مثلاً حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت مالک بن دینار، حضرت سفیان ثوری، حضرت بشر حافی اور حضرت ابراہیم بن ادہم ارحمہم اللہ علیہم اجمعین مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کی محبت ومعرفت میں اس کی عبادت و بندگی کے لیے ہمیشہ تمام رات قیام کرتے رہے ہیں۔

ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ رات کو ایک ساعت آرام کیوں نہیں کرتے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اتنا قیام فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک ورم کرجاتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بخشش ومغفرت کا قرآن مجید میں اعلان فرمادیا ہے۔ تو پھر میں کیسے سوسکتا ہوں جبکہ مجھے یہ علم بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرا ایک گناہ بھی معاف کیا ہے یا نہیں؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک نوجوان کو کعبہ شریف کے پاس دیکھا کہ اللہ کی محبت و بندگی میں مسلسل رکوع وسجود میں مشغول ہے۔ میں نے پوچھا، بڑی کثرت سے نمازیں پڑھ رہے ہو؟ وہ کہنے لگا، وطن واپسی کی اجازت مانگ رہا ہوں۔ اتنے میں، میں نے دیکھا کہ ایک کاغذ کا پرچہ اوپر سے گرا، اس میں لکھا ہوا تھا، یہ اللہ جل شانہ جو بڑی عزت ومغفرت والا ہے، کی طرف سے اپنے محبوب اور عبادت گزار بندے کی طرف ہے کہ تو واپس چلا جا، اس حالت میں کہ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے گئے۔

حضرت عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو برف پر سویا ہوا تھا، میں نے اس سے کہا، کیا تجھے سردی کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی؟ تو اس نے جواب دیا، جس نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا مزہ چکھ لیا، اسے سردی کی تکلیف معلوم نہیں ہوتی۔

خلاصہ:

شریعتِ اسلامی میں عقیدۂ توحید کو وہی حیثیت و اہمیت اور مقام حاصل ہے۔ جو جسم کے اندر قلب وروح کو ہے۔ جس طرح قلب و روح کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح عقیدۂ توحید کے بغیر دین کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ انسانی جسم کے اندر قلب، روح کا مظہر ہے۔ اگر قلب تندرست ہے اور اس میں صحیح حرکت موجود ہے تو سارا جسم تندرست اور متحرک ہوگا اور اگر وہ بیمار یا کمزور ہے تو جسم کا لحیم شحیم ڈھانچہ بھی بیمار دکھائی دے گا۔ اگر اس کی حرکت بند ہوجائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ زندگی ختم ہوگئی۔ اسی طرح توحید کے بغیر ہمارا کوئی عمل بھی اللہ کے نزدیک مقبول نہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مختصر یہ کہ تمام انبیائے کرام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے عظام ارحمہم اللہ علیہم اجمعین کی ساری زندگی توحید پرستی، للّٰہیت، خدا خوفی، اللہ کی محبت ومعرفت اور اس کی عبادت و بندگی میں گزری اور انھوں نے اپنے پیروکاروں کو بھی یہی درس دیا کہ وہ صرف اور صرف اللہ ہی کو اپنا خالق و مالک جانتے ہوئے اور اس کی محبت وعظمت دل میں رکھتے ہوئے اسکی عبادت و بندگی کریں۔

اللہ رب العزت ہمیں بھی اپنی محبت ومعرفت عطا فرمائے اور اخلاص کے ساتھ اپنی عبادت و بندگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

باب اوّل
عقائد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عقیدۂ توحید

اسلام کی اساس ایمان ہے۔ اور ایمان کی بنیاد ''عقیدۂ توحید'' ہے۔ توحید کا لفظ ''وحدت'' سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں ''ایک ماننا۔''

اصطلاحِ شریعت میں عقیدۂ توحید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت اپنی ذات، صفات اور جملہ اوصاف و کمالات میں یکتا اور بے مثال ہے۔ اس کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں، کوئی اس کا ہم پلہ و ہم مرتبہ نہیں، اس کے کاموں میں نہ کوئی دخل دے سکتا ہے، نہ اسے کسی قسم کی امداد کی ضرورت ہے، اس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ خود کسی سے پیدا ہوا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ﴿۳﴾
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ﴿۴﴾ (الاخلاص ۱۱۲/۱ تا ۴)

''اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ فرما دیجئے، وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔''

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ '' قُلْ '' (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیجیے) سے سورۃ کا آغاز فرمایا ہے، حالانکہ یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یعنی '' وہ اللہ ایک ہے۔'' مگر ایسا نہیں کہا گیا، جس کی وجہ یہ ہے کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رسول اللہ ﷺ کے واسطے اور توسل کے بغیر اللہ رب العزت کی وحدانیت کی گواہی تسلیم نہیں کی جاسکتی۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر عقیدۂ توحید کو مختلف انداز سے اجاگر کیا گیا ہے۔ جبکہ احادیثِ نبوی ﷺ سے بھی عقیدۂ توحید کی وضاحت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیثِ نبوی ﷺ میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ۔''

(صحیح بخاری و مسلم کتاب الایمان)

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

۱۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۲۔ نماز قائم کرنا۔

۳۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔

۴۔ حج ادا کرنا۔

۵۔ اور ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔''

اس حدیثِ نبوی ﷺ سے یہ ثابت ہوا کہ اسلام کا پہلا رکن توحید و رسالت کی گواہی دینا ہے، اور شہادتِ توحید و رسالت کے لیے محض کلمۂ طیبہ کا رسمی اعلان اور زبانی اقرار ہی کافی نہیں، کیونکہ کسی شخص کا اپنی زبان سے کلمۂ طیبہ ادا کردینا اور بات ہے اور دل وزبان کی ہم آہنگی سے اس کی شہادت دینا اور بات۔ ایمان حقیقت میں ''اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ۔'' اور ''تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ۔'' کا نام ہے۔ (یعنی زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے۔)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بقول شاعر مشرق علّامہ اقبال علیہ الرحمہ ؎

زباں سے کہہ بھی دیا لا اِلٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں، تو کچھ بھی نہیں

توحید کی اقسام:

بعض علمائے کرام نے توحید کی مندرجہ ذیل تین اقسام بیان فرمائی ہیں۔

①۔توحیدِ ربوبیت۔②۔توحیدِ الوہیت۔③۔توحیدِ اسماء وصفات۔

۱۔توحیدِ ربوبیت: صرف ایک اللہ ہی کو مخلوق کا پرورش کرنے والا ماننا۔یعنی وہی پیدا کرنے والا اور روزی دینے والا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ کو اللہ کی معرفت اور اس کی شانِ ربوبیت سے گہری واقفیت ہو اور اس صفت میں وہ کسی کو خدا کا ثانی اور ہمسر (برابر) نہ سمجھے۔

۲۔توحیدِ الوہیت: یعنی صرف اللہ ہی کو عبادت کے لائق سمجھنا، اس کو ''توحیدِ عبادت'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ ہی کو عبادت و بندگی میں اکیلا مانے اور دل کی گہرائیوں سے اس کا اقرار کرے اور اعضاء سے اس کا اظہار کرے کہ عبادت و بندگی کا مستحق بس وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی اس کا مستحق نہیں۔جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے کہ:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ
(الحج ۲۲/ ۶۲)

''یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے پوجتے ہیں وہی باطل ہے۔''

۳۔توحیدِ اسماء وصفات: یعنی صرف اللہ ہی کو اس کے ناموں اور صفات میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یکتا سمجھنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے جملہ ناموں اور صفات کو کسی تمثیل کے بغیر صرف ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے مخصوص سمجھے۔ اور اس کی کسی خوبی وصفت میں کسی دوسرے کو اس کا شریکِ کار اور مساوی نہ سمجھے۔ بندوں کے پاس جتنی بھی خوبیاں یا صفات ہیں مثلاً دیکھنا، سننا، جاننا، اور حکمت ودانائی وغیرہ، وہ سب اللہ کی عطا کردہ ہیں۔ اسلیئے اگر اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ علم ومعرفت یا نگہبانی وشفایابی وغیرہ کو منسوب کیا جائے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ وہ ذاتی طور پر سب کچھ کرنے والے ہیں، بلکہ اللہ کے بندے ہونے کی حیثیت سے اسکی عطا سے لوگوں کی مشکلوں کو حل کرتے ہیں۔

الغرض توحید ہی وہ اصل بنیاد ہے جس کی تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رُسُل علیہم السلام نے تعلیم دی اور یہی وہ دعوت ہے جسے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاران کی چوٹی پر کھڑے ہوکر پوری قوم کے سامنے پیش کیا۔ جس کی بنأ پر وہ قوم جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''صادق'' اور ''امین'' کہتی تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمن بن گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لالچ دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا سردار بنالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مال ودولت کے ڈھیر لگادیں لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیا جائے تو بھی میں اپنے مشن کو نہیں چھوڑوں گا۔''

کائنات میں مختلف جہانوں کا وجود، ان میں اختلاف اور مخلوق کا کثیر تعداد میں ہونا نیز کروڑوں کھربوں انسانوں کا شکل وصورت اور عادات و اطوار میں ایک دوسرے سے مختلف ہونا بلکہ ہر انسان کے دائیں اور بائیں انگوٹھے کے نشان کا اپنے اور ہر انسان کے انگوٹھے سے مختلف ہونا اور بے شمار مظاہرِ قدرت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

درحقیقت خالقِ حقیقی کا پتہ دیتے ہیں کہ ایک ذات اللہ کی ایسی ہے جس نے یہ سب کچھ پیدا فرمایا ہے اور اسی کے حکم سے ہر کام سرانجام پاتا ہے۔ وہ اپنی ذات وصفات، افعال و احکام اور اسماء میں یکتا و بے مثال ہے۔ واجب الوجود ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ عبادت کی مستحق اسی کی ذات ہے وہ کسی کا محتاج نہیں، ہر چیز اس کی محتاج ہے، اس کی ذات کا ادراک عقلاً محال ہے، وہ خود زندہ ہے اور سب کی زندگی اس کے ہاتھ میں ہے۔ جب چاہے، جسے چاہے زندہ کرے اور جسے چاہے موت دے، کوئی شے اس کی قدرت سے باہر نہیں، وہ ہر کمال وخوبی کا مالک ہے، کسی عیب ونقص کا اس میں ہونا محال ہے، جسم سے پاک ہے۔ پست سے پست آواز کو سنتا ہے۔ ہر باریک سے باریک شے جو کہ خوردبین سے بھی محسوس نہ ہو، وہ اسے بھی دیکھتا ہے بلکہ ہر موجود کو دیکھتا اور سنتا ہے، اس کے علم کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ جہت، زمان ومکاں، حرکت وسکون، شکل و صورت اور جمیع حوادث سے پاک ہے۔

اس کو نہ اونگھ آتی ہے، نہ نیند، نہ تھکے، نہ اکتائے۔ تمام جہانوں کا پالنے والا، ماں باپ سے زیادہ مہربان، حلم والا، گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، التجاؤں کو سننے والا، ٹوٹے دلوں کا سہارا اور قہر وغضب فرمانے والا ہے۔ اس کی پکڑ نہایت سخت ہے جس سے کوئی چھڑا نہیں سکتا، وہ جو کچھ کرتا ہے یا کرے گا، عدل وانصاف ہے، ظلم سے پاک وصاف ہے، نہایت بلند و بالا ہے، نفع وضرر کا وہی مالک ہے۔ اسی کے حکم سے آنکھ دیکھتی ہے، کان سنتا ہے، آگ جلاتی ہے، پانی بجھاتا ہے اور وہ اگر چاہے آنکھ سنے، کان دیکھے، پانی جلائے، آگ بجھائے اور اگر نہ چاہے تو لاکھ آنکھیں ہوں، دن کو پہاڑ نہ سوجھے، وسیع وعریض اور بلند و بالا آگ روشن ہو، مگر ایک تنکے پر داغ نہ آئے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کس قہر کی آگ تھی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کافروں نے ڈالا مگر حکمِ الٰہی ہوا:

''یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾'' (الانبیاء ۲۱/ ۶۹)

''اے آگ! ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا۔''

چنانچہ وہ آگ ایسی ٹھنڈی ہوئی کہ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر اس کے ساتھ ''سَلٰمًا'' (سلامتی والی) کا لفظ نہ فرمادیا جاتا تو اتنی ٹھنڈی ہوجاتی کہ اس کی ٹھنڈک ایذا دیتی۔

اللہ تعالیٰ کی محبت و وحدانیت اور عبادت و بندگی

اُسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی وحدانیت کی تبلیغ اور رب تبارک وتعالیٰ کی عبادت و بندگی میں گزری۔ توحید پرستی، عبادت گزاری، خشوع وخضوع، عاجزی وانکساری اور گریہ وزاری میں جو درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو حاصل ہے۔ مخلوقِ خدا میں کوئی اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اللہ تعالیٰ سے محبت اور عبدیت پر خود محبت وعبدیت کو ناز ہے کہ محبت وعبدیت کے جس ارفع واعلیٰ مقام پر فائز ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرتِ عبادت اور ریاضت ومجاہدہ فرماتے تھے۔ اس کی ہمسری کا کوئی شخص دعویٰ بھی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ غاروں میں جاکر عبادت الٰہی کرنا، کثرتِ گریہ وزاری سے ریش مبارک کا آنسوؤں سے تر ہوجانا، طویل قیام اللیل کے دوران قدمینِ شریفین پر ورم کا آجانا، تبلیغ و دعوتِ دین اور جہاد کے میدان میں جسمِ اقدس کا لہولہان ہوجانا، فاقے کاٹنا، پے در پے صعوبتیں اور تکالیف اٹھانا۔ یہ سب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اللہ سے محبت اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالِ عبدیت کی آئینہ دار ہے۔لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں یہی عرض کرتے کہ:

''مَا عَبَدْنٰكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ''۔

''ہم تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے۔''

''مَا عَرَفْنٰكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ''۔

''ہم تیری معرفت کا حق ادا نہیں کر سکے۔''

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے کہ ''اے باری تعالیٰ! مجھے اپنی یاد میں رونے والی آنکھیں اور اپنی محبت میں مگن رہنے والا دل عطا فرما۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب بیداریوں اور کثرتِ گریہ و زاری کو دیکھ کر عرض کرتے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو محبوبِ خدا ہیں، پھر اس قدر عبادت و گریہ و زاری کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے: ''اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا'' (مشکوٰۃ)

''کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

اللہ تعالیٰ کی محبت و وحدانیت اور عبادت و بندگی

اسوۂ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشنی میں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ نفوسِ قدسیہ ہیں۔جنھیں اللہ تعالیٰ نے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط (اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی ہوئے) کی سند عطا فرمادی تھی اور جن کے بارے میں خود آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی روایت میں موجود ہے کہ ''اگر کسی نے دنیا میں اہلِ جنت کا نظارہ کرنا ہو تو وہ میرے صحابہ کو دیکھے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اتنی فضیلت وعظمت کے باوجود اسوۂ حسنہ ﷺ کی پیروی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لِلّٰہیت، خدا خوفی اور شب و روز یادِ الٰہی میں مگن رہنے کی کیفیت بھی اپنی مثال آپ ہے۔ ان کا مقامِ عبدیت بھی اس درجے کا تھا کہ صحبتِ نبوی ﷺ کے فیض سے مالا مال اور سرتا پا نیکیوں کا پیکر ہونے کے باوجود انھیں اپنے اعمال پر کوئی فخر وغرور نہ تھا، بلکہ وہ خشیتِ الٰہی سے لرزہ براندام رہتے ہوئے قرآن مجید کے الفاظ ''يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ''
(الفتح ۴۸/ ۲۹)

'' وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی ہیں۔'' کے مصداق رضائے خداوندی کے حصول کو اپنا مطمعِ نظر بنائے دکھائی دیتے ہیں۔ اپنے اعمالِ صالحہ پر فخر کا اظہار تو درکنار، وہ عذابِ جہنم کے خوف سے اپنے رب کے حضور یہی دعا کرتے کہ:

''سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ ۔'' (آلِ عمران ۳/ ۱۹۱)

''تو پاک ہے (ہر قسم کے نقص وعیب سے) پس ہمیں آگ کے عذاب سے نجات عطا فرما۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لِلّٰہیت، خدا خوفی اور عجز و انکساری کا اندازہ مندرجہ ذیل چند واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جو حضورِ اکرم ﷺ کی سب سے چہیتی صاحبزادی اور جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور باوجود اس کے کہ ان کے قدموں پر دونوں جہاں کی نعمتیں نثار تھیں۔ مگر ان کے شب و روز اللہ کی محبت، اس کی عبادت و بندگی اور محنت ومشقت کے ماحول میں بسر ہوتے تھے۔ آپ موسمِ سرما کی طویل راتوں میں سجدے میں سر رکھتیں تو وہ سجدہ اتنا طول کھینچتا کہ فجر کی اذان سنائی دینے لگتی۔ وہ سرد آہ بھر کر کہتیں کہ مولا! تو نے راتیں کتنی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چھوٹی بنائی ہیں کہ جی بھر کر تیرا سجدہ بھی ادا نہیں ہوتا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت، ان کی توحید پرستی اور دین پر استقامت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے عزیز و اقارب یا کفارِ مکہ نے اسلام قبول کرنے کے جرم میں اس قدر سخت ایذائیں اور تکالیف پہنچائیں کہ جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً ان کو تپتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا۔ گرم لوہے سے ان کے جسموں کو داغا گیا۔ ان کے جسموں کو بھاری پتھروں کے نیچے دبایا گیا۔ حتیٰ کہ انھیں سولی پر لٹکایا گیا۔ مگر قربان جایئے ان نفوسِ قدسیہ کے کہ انھوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں ہر ظلم سہا، مگر دینِ اسلام سے منہ نہ موڑا اور اپنی استقامت میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آنے دی۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا آقا امیہ بن خلف آپ کے گلے میں رسی ڈال کر آوارہ لڑکوں کے ہاتھوں میں پکڑا دیتا، وہ ان کا مذاق اڑاتے، مکہ کی گھاٹیوں میں لے کر انھیں گھومتے اور گلیوں میں ان کو گھسیٹتے، مگر آپ اللہ کی محبت و وحدانیت اور کیف و مستی میں یہی پکارتے رہتے۔

''اَحَدٌ اَحَدٌ، اَنَا لَآ اُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا اَنَا كَافِرٌ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى۔''

''وہ یکتا ہے، یکتا ہے۔ میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، میں لات وعزیٰ کا انکار کرتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ کی محبت و وحدانیت اور عبادت و بندگی

اسوۂ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی روشنی میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد بھی ایسے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

باکمال اولیاء وصلحاء گزرے ہیں کہ جن کی وحدانیت وعبدیت اور اللہ سے محبت کا درجہ خلقِ خدا میں انتہائی رفعت و بلندی پر تھا۔ اس سلسلے میں چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

سلسلۂ عالیہ قادریہ کے بانی حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اللہ سے محبت ومعرفت اور اس کی عبادت و بندگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے پچیس سال عراق کے جنگلوں، صحراؤں اور ویرانوں میں شب و روز عبادتِ الٰہی کے سوا کوئی کام نہ کیا۔ آپ کی خوراک جنگل کی گھاس اور پتے ہوتے۔ بسا اوقات تین سے چالیس دن تک بھوکے اور پیاسے رہتے۔ چالیس برس تک آپ نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ پندرہ برس تک روزانہ رات میں ایک قرآن مجید کی تلاوت فرمائی اور بارہ برس تک برج عجمی میں معتکف رہ کر عبادت الٰہی میں مشغول رہے۔

اسی طرح بیشتر اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی اکثر زندگی اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت میں سخت ریاضت ومجاہدات اور عبادت و بندگی میں گزری۔ مثلاً حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت مالک بن دینار، حضرت سفیان ثوری، حضرت بشر حافی اور حضرت ابراہیم بن ادہم ارحمہم اللہ علیہم اجمعین مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کی محبت ومعرفت میں اس کی عبادت و بندگی کے لیے ہمیشہ تمام رات قیام کرتے رہے ہیں۔

ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ رات کو ایک ساعت آرام کیوں نہیں کرتے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اتنا قیام فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک ورم کرجاتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بخشش ومغفرت کا قرآن مجید میں اعلان فرمادیا ہے۔ تو پھر میں کیسے سوسکتا ہوں جبکہ مجھے یہ علم بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرا ایک گناہ بھی معاف کیا ہے یا نہیں؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک نوجوان کو کعبہ شریف کے پاس دیکھا کہ اللہ کی محبت و بندگی میں مسلسل رکوع وسجود میں مشغول ہے۔ میں نے پوچھا، بڑی کثرت سے نمازیں پڑھ رہے ہو؟ وہ کہنے لگا، وطن واپسی کی اجازت مانگ رہا ہوں۔ اتنے میں، میں نے دیکھا کہ ایک کاغذ کا پرچہ اوپر سے گرا، اس میں لکھا ہوا تھا، یہ اللہ جل شانہ جو بڑی عزت ومغفرت والا ہے، کی طرف سے اپنے محبوب اور عبادت گزار بندے کی طرف ہے کہ تو واپس چلا جا، اس حالت میں کہ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے گئے۔

حضرت عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو برف پر سویا ہوا تھا، میں نے اس سے کہا، کیا تجھے سردی کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی؟ تو اس نے جواب دیا، جس نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا مزہ چکھ لیا، اسے سردی کی تکلیف معلوم نہیں ہوتی۔

خلاصہ:

شریعتِ اسلامی میں عقیدۂ توحید کو وہی حیثیت و اہمیت اور مقام حاصل ہے۔ جو جسم کے اندر قلب وروح کو ہے۔ جس طرح قلب و روح کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح عقیدۂ توحید کے بغیر دین کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ انسانی جسم کے اندر قلب، روح کا مظہر ہے۔ اگر قلب تندرست ہے اور اس میں صحیح حرکت موجود ہے تو سارا جسم تندرست اور متحرک ہوگا اور اگر وہ بیمار یا کمزور ہے تو جسم کا لحیم شحیم ڈھانچہ بھی بیمار دکھائی دے گا۔ اگر اس کی حرکت بند ہوجائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ زندگی ختم ہوگئی۔ اسی طرح توحید کے بغیر ہمارا کوئی عمل بھی اللہ کے نزدیک مقبول نہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مختصر یہ کہ تمام انبیائے کرام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے عظام ارحمہم اللہ علیہم اجمعین کی ساری زندگی توحید پرستی، للّٰہیت، خدا خوفی، اللہ کی محبت ومعرفت اور اس کی عبادت و بندگی میں گزری اور انھوں نے اپنے پیروکاروں کو بھی یہی درس دیا کہ وہ صرف اور صرف اللہ ہی کو اپنا خالق و مالک جانتے ہوئے اور اس کی محبت وعظمت دل میں رکھتے ہوئے اسکی عبادت و بندگی کریں۔

اللہ رب العزت ہمیں بھی اپنی محبت ومعرفت عطا فرمائے اور اخلاص کے ساتھ اپنی عبادت و بندگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عقیدۂ رسالت ونبوت

لفظ ''رسول'' کا اطلاق دو طرح پر ہوتا ہے۔ کبھی پیغام پر اور کبھی پیغام پہنچانے والے پر، جبکہ رسالت اور بعثت کا معنیٰ بھیجنا بھی ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ بعثت مطلقاً بھیجنے کو اور رسالت کچھ دے کر بھیجنے کو کہتے ہیں۔ اور نبوت کے لفظی معنیٰ ''غیب کی خبر دینے کے ہیں۔'' اصطلاحِ شریعت میں رسالت سے مراد خداوندِ قدوس کا اپنے مخصوص و برگزیدہ بندوں کے ذریعہ نسلِ انسانی تک اپنا پیغامِ حق وصداقت پہنچانا ہے۔

نبوت بھی رسالت کی طرح وہ منصب ہے جس کے ذریعہ غیب کی خبریں بندوں تک پہنچائی جاتی ہیں۔ ''رسول'' عام طور پر اُن انبیائے کرام علیہم السلام کو کہا جاتا ہے، جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب نازل ہوئی ہے۔ جبکہ نبی ان کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جن پر خود کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی، بلکہ وہ پہلے گزرے ہوئے یا اپنے زمانے میں موجود کسی نبی کی کتاب ہی کے احکام کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ معجزات سے انبیاء ورسل علیہم السلام کی تائید بھی فرماتا ہے۔

عقیدۂ رسالت پر ایمان لانا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ اگر کوئی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عقیدۂ رسالت کا انکار کرے، وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ رب العزت نے انسانوں میں انبیاء و رسل کا انتخاب فرمایا اور ان کی طرف اپنے احکام بذریعۂ وحی نازل کیے اور حکم دیا کہ ان کو لوگوں تک پہنچائیں تاکہ قیامت کے دن انسانوں پر حجت قائم ہو۔

اللہ تعالیٰ رسالت و نبوت کے لیے جن بندوں کو منتخب فرماتا ہے وہ انسانوں ہی میں سے ہوتے ہیں، لیکن سب سے افضل و برتر درجہ رکھتے ہیں وہ ابتداء ہی سے منفرد حیثیت کے حامل اور بارگاہِ الٰہی کے مقبول و برگزیدہ بندے ہوتے ہیں۔ اور انھیں پیدا ہی اس لیے کیا جاتا ہے کہ وہ وقتِ مقررہ پر اللہ کے پیغمبر بنیں اور رسالتِ خداوندی کا فریضہ انجام دیں۔ اس لیے وہ شروع ہی سے ممتاز حیثیت کے مالک، اپنی قوم میں معزز اور شریف النسب ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی شخص ہزار کوشش کے باوجود نہ کوئی عیب ڈھونڈ سکتا ہے اور نہ ہی کردار کی کمزوری ثابت کرسکتا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت ونگہبانی میں ہوتے ہیں، وہ گناہوں سے معصوم ومحفوظ اور اخلاقی کمزوریوں سے پاک ہوتے ہیں۔ اس لیے اہلِ زمانہ ان کی تعلیمات سے تو اختلاف کرسکتے ہیں، مگر کسی کو ان کی ذات پر انگلی اٹھانے اور کسی قسم کا طعنہ دینے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اور یہ مرتبۂ نبوت ورسالت، عبادت و ریاضت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اس نے جسے چاہا اس کے لیے چن لیا۔ یعنی ایک شخص عبادت و بندگی، خشوع وخضوع اور اطاعت سے اللہ تعالیٰ کا مقرب دوست اور مقبول ولی تو بن سکتا ہے، مگر نبی و رسول نہیں بن سکتا۔ یہ وہ اعزاز ومقام ہے جو مخصوص افراد کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔

ان انبیاء و رسل علیہم السلام کی کل تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور خاتم الانبیاء حضرت محمد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوگیا۔ اب نہ کوئی نبی بنے گا اور نہ ہی رسول۔ ان میں سے چار انبیاء و رسل علیہم السلام پر مندرجہ ذیل آسمانی و الہامی کتب نازل ہوئیں۔

۱۔ توریت: اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۲۔ زبور: اللہ کے رسول حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۳۔ انجیل: اللہ کے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۴۔ قرآن مجید: جو ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری اور قیامت تک رہنے والی کتاب ہے۔ اب اس کے بعد کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی۔

ان تمام انبیاء و رسل علیہم السلام پر اور اُن پر نازل ہونے والی کتب و صحائف پر ایمان لانا بندۂ مؤمن کے عقیدے کا لازمی جزو ہے۔ جس کے بغیر ایمان درست اور مکمل نہیں ہوگا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان انبیاء و رسل علیہم السلام کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ جبکہ خود ربِ کائنات کا ارشاد مبارک ہے کہ:

''نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴿۱۶﴾'' (ق ۵۰/ ۱۶)

''ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔''

تو پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی انسانوں کو اپنے احکام کی طرف مائل کیوں نہیں کیا؟ وہ یہ بھی تو کر سکتا تھا کہ ہر شخص سو کر اٹھتا اور اس کے پاس ایک کتابِ ہدایت موجود ہوتی۔ جس پر عمل کر کے وہ زندگی بسر کرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ دراصل انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنے سامنے ایک نمونہ دیکھنا چاہتا ہے جس کے مطابق وہ اپنے آپ کو ویسا بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر حجت تمام کرنے کے لیے ان ہی میں سے انبیائے کرام علیہم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

السلام کو مبعوث فرمایا، وہ انہی میں پیدا ہوئے۔ ان ہی کی طرح کھاتے، پیتے اور دیگر معمولاتِ زندگی بسر کرتے تھے، لیکن ان کے کھانے پینے اور معمولاتِ زندگی میں اور عام انسانوں کے معمولاتِ زندگی میں ایک بہت بڑا فرق یہ تھا کہ انبیائے کرام علیہم السلام جو عمل کرتے تھے، وہ دوسروں کو سکھانے کے لیے کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ماحول سے متاثر ہو کر اسی ماحول میں ڈھل جاتے ہیں جبکہ انبیاء علیہم السلام اپنے اخلاق و کردار سے برائیوں والے ماحول کو تبدیل کر دیتے تھے اور معاشرے کو پاکیزہ بنا دیتے تھے، کیونکہ ان کی رہنمائی اللہ رب العزت فرماتا تھا۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تو قرآن کریم نے فرمایا ہے:

''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝'' (النجم ۵۳/ ۳-۴)

''اور وہ کچھ نہیں کہتے اپنی خواہش سے، مگر وہ جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔''

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خواہش سے تو کچھ فرماتے ہی نہیں تھے، بلکہ وہی ارشاد فرماتے تھے جس کا حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملا ہو۔

اللہ تعالیٰ جب کسی خاص انسان کو مرتبۂ نبوت و رسالت عطا فرماتا ہے تو اسے مندرجہ ذیل صفات سے متصف فرماتا ہے۔

۱۔ اس کی زندگی ایک کھلی کتاب ہوتی ہے۔ جس کے تمام شعبوں کے متعلق لوگ جانتے ہیں۔

۲۔ اس کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہوتا۔

۳۔ وہ خود کامل ہوتا ہے اور دوسروں کو کامل بنانے کی استعداد رکھتا ہے۔

۴۔ اس کو اپنی کامیابی پر یقین ہوتا ہے۔

چنانچہ ہمارے نبی مکرم، رحمت للعٰلمین، خاتم النبیّین، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زندگی کا ہر ہر گوشہ ہمارے سامنے کھلی کتاب کی مانند موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا، اس پر پہلے خود عمل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ کہیں کوئی معمولی سا تضاد بھی نہیں پایا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ربِ کائنات نے کامل بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کامل و اکمل بنادیا۔

اور یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتدا ہی سے اپنی دعوت کی کامیابی کا یقینِ کامل تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ہر نبی علیہ السلام کو تائیدِ ایزدی کا یقینِ کامل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی یہ فیصلہ ہے کہ اس کے انبیاء علیہم السلام اور دوستوں کو ان کے دشمنوں کے خلاف ہر محاذ پر کامیابی ہوگی۔ یہاں تک کہ حق ظاہر ہوجائے اور باطل مٹ جائے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾

(الصّٰفّٰت ۳۷/ ۱۷۱ تا ۱۷۳)

''اور ہماری بات اپنے پیغمبر بندوں کے لیے پہلے ہی طے ہوچکی ہے کہ ان کی مدد کی جائے گی اور ہمارا ہی لشکر ان پر غالب آئے گا۔''

خلاصہ:

عقیدۂ رسالت کا شمار اگرچہ ایمان باللہ کے بعد ہوتا ہے، مگر عملاً رسول کے بغیر اللہ کی ذات وصفات اور اس کے احکام کا علم ممکن نہیں ہے۔ اس اعتبار سے عقیدۂ رسالت کی حیثیت مقدّم ہے اور یہی اس کی اہمیت بھی ہے۔

یہ اعزاز اور شرف صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے پہلی بار بنی نوعِ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

انسان کو انبیائے کرام علیہم السلام کی عصمت وعظمت سے روشناس کرایا، بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت و رسالت پر بلا امتیاز اور بلا تخصیص و استثنا ایمان لانے کا حکم دیا۔

اب چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سب سے آخری اور تمام جہانوں کا نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اس لیے توحید کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اقرار اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر عمل لازمی ہے، اور ایسا اس لیے بھی ہے کہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کا پیغام قومی، مقامی اور محدود تھا، جبکہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت عام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا پیغامِ ہدایت تمام مخلوقات اور آنے والے تمام زمانوں کے لیے ہے۔ گویا یہ پیغامِ ہدایت ابدیت اور لازوال عالمگیریت کا حامل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلینِ مبارک کے طفیل ہمیں عقیدۂ نبوت ورسالت پر صحیح ایمان و اعتقاد عطا فرمائے۔ اور آخرت میں ان انبیاء ورسل علیہم السلام اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیّت نصیب فرمائے۔

آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عقیدۂ کتب

جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ، انبیاء و رسل علیہم السلام، یوم آخرت اور جزا و سزا پر ایمان لانا ضروری ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف انبیاء و رسل علیہم السلام پر نازل کیے جانے والے صحیفوں اور کتابوں پر بھی ایمان رکھنا ضروری ہے کہ یہ اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔

''کتاب'' عربی زبان کا لفظ ہے، اس کی جمع ''کتب'' ہے۔کتب کے معنی مختلف چیزوں کو جمع کرنے اور ان کو باہم ملانے کے ہیں۔ جب مختلف حروف باہم ملتے ہیں تو الفاظ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور الفاظ کے ملاپ سے فقرات پر مشتمل جو عبارت جنم لیتی ہے اس مربوط کلام کے سلسلے کو کتاب کہتے ہیں۔خواہ وہ الفاظ وحروف تحریری صورت میں مرتب شدہ ہوں یا نہ ہوں۔

اسلامی اصطلاح میں کتاب سے مراد وہ کتاب ہے جو بندوں کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی رسول پر نازل کی جاتی ہے اور جسے لوگوں تک پہنچانے، اس کی تشریح کرنے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے دنیا میں رسول بھیجے جاتے ہیں اور ہر رسول جس پر کتاب نازل ہوئی ہو، وہ امانت داری کے ساتھ اس کلام کو لوگوں تک پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حکمت و بصیرت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے اس کے معانی کی تشریح کرتا ہے اور انہی الہامی اصولوں پر اخلاق وتمدن اور معاشرت و سیاست کا نظام قائم کرتا ہے۔ اس لیے کتاب کو رسالت سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ کتاب لفظی بیان ہے اور رسول اس کا عملی نمونہ ومظہر ہے۔ اور یوں جو کام رسول اپنی ظاہری زندگی میں کرتا ہے، وہی کام یعنی لوگوں کی ہدایت ورہنمائی، کتاب، صاحبِ کتاب کے وصال کے بعد کرتی ہے۔

اسلام نے جس طرح تمام نبیوں اور رسولوں پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، اسی طرح وہ ان تمام چھوٹی بڑی کتابوں اور صحیفوں پر بھی ایمان لانے کا مطالبہ کرتا ہے جو سارے جہاں کے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے وقتاً فوقتاً نازل کیے گئے۔ کیونکہ جب ہم اللہ کی بھیجی ہوئی سب کتابوں پر ایمان لائیں گے تو اس سے ظاہر ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی مکرم حضرت محمد مصطفی ﷺ تک جتنے بھی انبیاء علیہم السلام آئے، وہ سب ہمارے ہی نبی ہیں اور ان پر جتنی بھی کتابیں نازل ہوئیں، وہ سب ہماری کتابیں ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

''وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ۔''
(البقرۃ ۲/ ۴)

''اور وہ ایمان لائے ہیں اس پر جو آپ (ﷺ) کی طرف اتارا گیا اور جو کچھ آپ (ﷺ) سے پہلے نازل کیا گیا۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾'' (النساء ۴/ ۱۳۶)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''اے ایمان والو! اللہ پر اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اور جو کتاب اس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کی ہے اور جو کتاب اس سے پہلے نازل کی گئی، ان سب پر ایمان لاؤ اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن سے انکار کرے، وہ (سیدھے راستے سے) بھٹک کر دور جا پڑا۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ۚ'' (البقرۃ ۲/ ۲۸۵)

''(اس) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا، اس کی تصدیق کی اور (ان کی پیروی کرتے ہوئے) اہلِ ایمان نے بھی۔ سب (دل سے) اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔''

مشہور روایت ''حدیثِ جبرائیل'' میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اس سوال پر کہ ایمان کیا ہے؟ کے جواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ۔''

(صحیح مسلم، کتاب الایمان)

''تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں (صحیفوں)، اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لاؤ۔ نیز ہر خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ مانو۔''

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ:

لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اِلَیۡنَا وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ وَاِلٰھُنَا وَاِلٰھُکُمۡ وَاحِدٌ وَّنَحۡنُ لَہٗ مُسۡلِمُوۡنَ
(صحیح بخاری)

''اہلِ کتاب کی تکذیب و تصدیق نہ کرو۔اور کہو ہم اس کو جو ہماری طرف اور تمھاری طرف اتارا گیا ہے، مانتے ہیں۔ اور ہمارا اور تمھارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔''

نیز حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَلَوۡ کَانَ مُوۡسٰی حَیًّا مَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیۡ۔

(مسند احمد و بیہقی فی کتاب شعب الایمان)

''اگر موسیٰ علیہ السلام بھی موجود ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔''

اگر ایک داعی الی اللہ یعنی رسول کے پاس کتاب نہ ہو (جو رب کی طرف سے شریعت و ہدایت اور بھلائی کی حامل ہوتی ہے) تو آسانی سے لوگ اس کی تکذیب کر دیں۔اور پیغامِ ربانی کا انکار کر دیں۔اس لیے اتمامِ حجت کے لیے یہ بات بھی کتابِ الٰہی کے نازل ہونے کا تقاضہ کرتی ہے۔

اس کے علاوہ انبیاؑ و رسل علیہم السلام ہی بندوں اور اللہ کے درمیان واسطہ اور وسیلہ ہوتے ہیں۔ اگر ان کے پیغامات و تعلیمات کتابوں کی صورت میں موجود نہ ہوتیں تو ان کے وصال کے بعد وہ باقی نہ رہتیں۔ اور لوگ پیغام اور واسطہ و وسیلہ کے بغیر دنیا میں رہ جاتے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل کیں تاکہ وحی و رسالت کا اصل مقصد فوت نہ ہونے پائے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خلاصہ:

اللہ تعالیٰ اور رسالت و نبوت پر ایمان کا تقاضہ ہے کہ آسمانی کتابوں پر ایمان لایا جائے۔ ان کتابوں کی تعداد کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے کل ایک سو چار (۱۰۴) کتابیں نازل فرمائیں۔

(الاتقان ۲ ص ۱۲۶)

لیکن مشہور صرف چار کتابیں ہیں۔ جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) توریت: اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۲) زبور: اللہ کے رسول حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۳) انجیل: اللہ کے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۴) قرآن مجید: اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ پر نازل ہوئی۔

یہ آخری اور قیامت تک رہنے والی کتاب ہے۔

قرآن حکیم تمام صحیفوں اور کتابوں کے مضامین و معانی کا محافظ ہے اس لیے اب پہلی تمام کتابیں، صحائف، شریعتیں اور ان کے احکام منسوخ ہو چکے ہیں۔ قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جو کہ محفوظ ہے۔ اس میں آج تک کوئی ردو بدل یا تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور نہ قیامت تک ہوگی۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹ (الحجر ۱۵/ ۹)

''ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

نیز فرمایا: وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝۴۱ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ (حم السجدہ ۴۱/ ۴۱، ۴۲)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک زبردست کتاب ہے۔ باطل نہ سامنے سے اس پر آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔''

یہ قرآن کریم کا اپنا دعویٰ ہے اور ساڑھے چودہ سو سال کی تاریخ اس کی صداقت پر گواہ ہے۔ہم مسلمانوں کا تو اس کتاب پر ایمان ہے اور اگر اس میں کوئی شک کرے تو وہ کافر ہے۔ جبکہ غیر مسلم بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ کتاب ترتیب و بیان کے لحاظ سے وہی کتاب ہے جو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں موجود تھی اور دیگر کتب کا یا تو کچھ علم ہی نہیں اور اگر کچھ ہیں بھی تو وہ اب اپنی اصل حالت میں موجود نہیں۔ مثلاً اس وقت انجیل کا زیادہ تر حصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت پر مبنی ہے۔ نیز عیسائی دنیا میں چار انجیلیں مشہور اور قابل اعتماد سمجھی جاتی ہیں یعنی (۱) متیٰ (۲) مرقس (۳) لوقا (۴) یوحنا۔

ان میں سے ہر ایک کتاب ایک علیحدہ شخص سے منسوب ہے۔جبکہ ان کے علاوہ بھی ستر انجیلوں کا تذکرہ ملتا ہے۔مگر ان کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔

اسی طرح توریت اور زبور بھی اب اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہیں کہ ان کی تعلیمات پر عمل کیا جا سکے۔تاہم انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوتوں اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں کے برحق ہونے پر یقین رکھنا لازمی جزو ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ ایمان رکھنا بھی ضروری ہے کہ اب صرف قرآنِ حکیم ہی قابلِ عمل کتاب ہے۔ کیونکہ یہ اپنی اصلی حالت میں قیامت تک موجود رہے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان بالکتب کے عقیدے میں پختگی عطا فرمائے۔اور خصوصاً آخری کتاب قرآنِ مجید کی تعلیمات کو صحیح سمجھنے اور اس پر یقینِ کامل کے ساتھ ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عقیدۂ ملائکہ

ملائکہ لفظ مَلَكٌ کی جمع ہے۔اور مَلَكٌ کے لفظی معنیٰ بھیجا ہوا یا فرشتہ کے ہیں۔ ان کو ملائکہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اللہ کا پیغام اور حکم لے کر دنیا میں آتے ہیں اور اسے پھیلاتے ہیں۔ ان کے لیے لفظ ''رُسُل'' بھی استعمال ہوا ہے۔

ہر مسلمان کا ایمان وعقیدہ ہے کہ نہ فرشتے خدا ہیں اور نہ خدا کے برابر، بلکہ اللہ کی معزّز مخلوق میں سے ایک نوری مخلوق ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو نور سے پیدا فرمایا۔ وہ کوئی مادی جسم نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ کوئی گناہ و نافرمانی کر سکتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ نے ان کو اختیار و ارادہ نہیں دیا بلکہ جو حکم ربِ کائنات کا ملتا ہے وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

یہ ایسی مخلوق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ قوت و طاقت عطا فرما رکھی ہے کہ وہ جو شکل چاہیں، اختیار کر سکتے ہیں چنانچہ ملائکہ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ:

''یہ وہ لطیف اور نورانی اجسام ہیں جنھیں اپنی لطافت کے باعث مختلف شکلیں بدلنے پر قدرت حاصل ہے۔''

وہ کھاتے پیتے کچھ بھی نہیں۔ ان میں بعض کو بعض پر فضیلت وفوقیت حاصل ہے۔ حضرت جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ و السلام تمام فرشتوں کے سردار ہیں۔ ان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے ذمے پیغمبروں کی خدمت میں وحی لانا تھا۔ ان کے علاوہ تین اور فرشتے بھی بارگاہِ الٰہی میں مقرب ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں۔ جن کی ذمہ داری پانی برسانا اور خدا کی مخلوق کو روزی پہنچانا ہے۔ دوسرے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو قیامت کے دن صور پھونکیں گے اور تیسرے حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں جن کی ذمہ داری لوگوں کی روح قبض کرنا ہے۔ ان کے تحت بے شمار فرشتے کام کرتے ہیں۔

ان چاروں فرشتوں کے بعد عرش اٹھانے والے فرشتوں کا مرتبہ ہے۔ پھر عرشِ معلیٰ کا طواف کرنے والوں کا، پھر ملائکہ کرسی کا، ان کے بعد ساتوں آسمانوں کے ملائکہ کا درجہ بہ درجہ مرتبہ ہے۔ ان کے بعد بادل و ہوا چلانے والوں، پانی لانے والوں، پہاڑوں اور دریاؤں پر مقرر اور ان کے بعد دیگر فرشتوں کا مرتبہ ہے۔ جن کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے مختلف کام لگا رکھے ہیں۔ ان میں بعض بندوں کے محافظ اور بعض بندوں کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں۔ (جنھیں ''کِرَاماً کَاتِبِیْنَ'' کہا جاتا ہے) بعض جنت اور جنت کی نعمتوں پر مقرر ہیں۔ بعض جہنم اور عذابِ جہنم کے نگران ہیں۔

اسی طرح بعض فرشتے رات دن اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید میں مصروف رہتے ہیں۔ بعض ماں کے پیٹ میں بچے کی تصویر (صورت وشکل) بناتے ہیں اور اللہ کے حکم سے اچھی بری تقدیر لکھتے ہیں۔ بعض قبر میں مُردوں سے سوال کرتے ہیں۔ بعض دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری پر مامور ہیں۔ بعض مسلمانوں کے درود وسلام حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچاتے ہیں اور بعض میلاد شریف و غیرہ اور ذکرِ خیر کی مجلسوں میں حاضری دیتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ملائکہ، قرآن مجید کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر ملائکہ کا مختلف انداز سے تذکرہ فرمایا ہے۔ چند آیاتِ قرآنی مندرجہ ذیل ہیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

''وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾'' (النساء ۴/ ۱۳۶)

''اور جو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا انکار کرے، وہ دور کی گمراہی میں پڑ گیا۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ﴿۱۱﴾ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

(الانفطار ۸۲/ ۱۰ تا ۱۲)

''بے شک تمھارے اوپر کچھ فرشتے نگران مقرر ہیں۔ وہ سب لکھتے رہتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ''

(الرعد ۱۳: ۱۱)

''ہر آدمی کے آگے اور پیچھے اللہ کے فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔''

ملائکہ، احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں:

کئی احادیثِ نبوی ﷺ میں بھی ملائکہ کا ذکر ملتا ہے۔ چند احادیث

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مندرجہ ذیل ہیں۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

''اِذَا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ کَانَ عَلٰی کُلِّ بَابٍ مِّنْ اَبْوَا بِ الْمَسْجِدِ مَلٰئِکَۃٌ یَکْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ فَاِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ وَجَآئُوْ یَسْتَمِعُوْنَ الذِّ کْرَ۔'' (رواہ مالک بسند صحیح)

''جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے ہر دروازے پر (کھڑے ہوکر) پہلے آنے والوں کو لکھتے رہتے ہیں۔ جب امام (خطبہ کے لیے) بیٹھ جاتا ہے تو وہ اپنے صحیفے لپیٹ لیتے ہیں اور وعظ ونصیحت سننے کے لیے آجاتے ہیں۔''

نیز ارشاد مبارک ہے کہ:

''اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَھَا اَنْ تَئِطَّ، مَا فِیْھَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَعَلَیْہِ مَلَکٌ سَاجِدٌ۔'' (ابن ابی حاتم)

'' آسمان چرچرا رہا ہے اور چرچرانا اس کا حق ہے (کیونکہ) ایسی چار انگلی کے برابر بھی جگہ خالی نہیں ہے جہاں کوئی سجدہ کرنے والا فرشتہ موجود نہ ہو۔''

نیز ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ:

''اِنَّ الْبَیْتَ الْمَعْمُوْرَ یَدْخُلُہٗ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُوْنَ۔'' (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

''بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور پھر دوبارہ نہیں آپاتے۔''

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''مدارج النبوۃ'' میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ:

''ہر روز صبح سویرے طلوعِ آفتاب سے پہلے آسمان سے ستر ہزار ملائکہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نازل ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ انور کا طواف کرتے ہیں۔ اپنے بازوؤں کو حرکت دیتے ہوئے وہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہیں اور شام کو واپس چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد دیگر ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر روز ہوتا رہے گا۔''

(مدارج النبوۃ مترجم جلد اول صفحہ ۴۰۹)

خلاصہ:

قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ فرشتوں کا وجود ہے۔ ان پر ایمان لانا ایک مؤمن کے لیے ضروری ہے جبکہ فرشتہ سے مراد نیکی کی قوت وغیرہ لینا یا سرے سے ان کے وجود کا انکار کردینا، یہ سب کفر ہے۔

نیز اس سلسلے میں یہ عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ یہ نظامِ کائنات چلانے کے لیے خدائی کارندے ہیں جو اس کی منشاء اور مرضی کے مطابق دنیا کے نظام کو چلاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان بالملائکہ میں پختگی عطا فرمائے۔ ان کو ہمارا اور ہمیں ان کا ہم نشین بنادے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عقیدۂ آخرت

آخرت کے معنی بعد میں آنے والی چیز کے ہیں۔ ہماری اس زندگی کے ختم ہونے کے بعد ایک دوسری زندگی شروع ہوگی اور وہ زندگی ہمیشہ کے لیے ہوگی۔ اسلامی شریعت میں اس زندگی کو آخرت کہا جاتا ہے۔

آخرت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان وعقیدہ رکھنا اتنا لازمی وضروری ہے کہ اگر کوئی شخص توحید و رسالت، ملائکہ اور کتب پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہو، لیکن آخرت کا منکر ہو تو یہ سب کچھ بے معنیٰ ہوگا۔ یعنی توحید، نبوت و رسالت اور ملائکہ پر ایمان کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ آخرت پر یقین کامل ہو کہ ایک دن اس دارِ فانی سے کوچ کر کے دارِ آخرت میں ہمیں اپنے اعمال کا حساب وکتاب دینا ہے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

(الزلزال ۹۹/ ۷، ۸)

''جس نے ذرہ بھر کوئی نیکی کی ہوگی اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی اسے بھی دیکھ لے گا۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسلام نے عقیدۂ آخرت کی بنیاد جزأ وسزا کے اصول پر رکھی ہے۔اسلام یہ چاہتا ہے کہ اس کے ماننے والے اس بات پر یقین کر لیں کہ ان کے ہر عمل کا بدلہ ہے، کچھ اس زندگی میں ملتا ہے اور باقی آخرت میں مرنے کے بعد آنے والی زندگی میں پورا ہوتا ہے۔

اسلام نے عقیدۂ آخرت کو نہ صرف پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے بلکہ اس کے تمام ضروری اجزا فراہم کیے ہیں اور جزأ وسزا کے اصول اس وضاحت اور صفائی سے بیان کیے ہیں کہ اس عقیدہ کا ہر پہلو شک وشبہ سے پاک ہوگیا ہے۔

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یومِ آخرت کے دو مرحلے ہیں۔ ایک مرحلہ قبر کی زندگی سے قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے تک کا ہے، جسے عام طور پر ''برزخی زندگی'' کہا جاتا ہے اور دوسرا مرحلہ قبر سے اٹھائے جانے کے بعد میدانِ حشر میں جمع ہونے، حساب وکتاب ہونے اور پھر جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک کا ہے، جسے ہم ''قیامت کا دن'' کہتے ہیں۔

عقیدۂ آخرت ،قرآن مجید کی روشنی میں:

قرآن مجید کی کئی آیات میں عقیدۂ آخرت کو بیان کیا گیا ہے، چند آیات مندرجہ ذیل ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾

(الرحمن ۵۵/ ۲۶، ۲۷)

''جو کچھ بھی اس زمین پر ہے اس نے فنا ہونا ہے اور باقی رہنے والی ذات تیرے رب کی ہے، جو عظمت وبزرگی والی ہے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾ (الانبیاء ۲۱/ ۳۵)

''ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمھیں برائی اور اچھائی سے آزماتے ہیں اور ہماری طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے۔''

نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ:

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۷﴾ (التغابن ۶۴/ ۷)

''کافروں کا اعتقاد ہے کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ آپ فرما دیجئے کہ کیوں نہیں، میرے پروردگار کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ پھر جو کچھ تم نے کیا ہے، اس سے تمھیں آگاہ کیا جائے گا اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔''

نیز ارشادِ ربّانی ہے:

''وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾'' (طٰہٰ ۲۰/ ۱۲۷)

''اور آخرت کا عذاب البتہ زیادہ سخت اور زیادہ دیر پا ہے۔''

نیز ارشادِ ربّانی ہے:

''وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ ۖ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا۔'' (القصص ۲۸/ ۷۷)

''اور اللہ تعالیٰ نے تجھے جو کچھ دیا ہے اس سے آخرت کا گھر تلاش کر اور دنیا میں سے اپنا حصہ لینا مت بھول۔''

قیامت کی ہولناکی کا منظر یوں پیش کیا گیا ہے کہ:

''فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾'' (الحاقۃ ۶۹ / ۱۳ تا ۱۶)

''پس جب ایک بار صور پھونکا جائے گا تو زمین اور پہاڑ اٹھا کر دونوں توڑ دیئے جائیں گے۔ اس دن واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہوجائے گی اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن کمزور ہو جائے گا۔''

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ﴿۴﴾ (القارعۃ ۱۰۱ / ۴)

''اس دن لوگ ہر طرف پھیلے ہوئے پتنگوں کی طرح ہوں گے۔''

عقیدۂ آخرت، احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں:

کئی احادیث میں عقیدۂ آخرت کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

حضور پرنور حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احوالِ برزخ کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

''اِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى عَنْهُ أَصْحَابُهٗ۔ وَإِنَّهٗ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ: "مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ: أَشْهَدُ أَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔ فَيُقَالُ لَهٗ: اُنْظُرْ إِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا۔۔۔۔۔۔الخ

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

''بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس لوٹ جاتے ہیں اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وہ (مردہ) ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے (منکر،نکیر) آجاتے ہیں، اسے بٹھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ''اس ہستی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟'' مومن کہے گا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔'' اس کو کہا جائے گا: ''جہنم میں تو اپنی جگہ دیکھ لے۔اس کے بدلے میں تجھے اللہ نے جنت میں جگہ دی ہے۔ وہ دونوں جگہوں کو دیکھے گا۔''

لیکن منافق یا کافر سے جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سوال ہوگا تو وہ کہے گا: ''میں نہیں جانتا۔ میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔'' تو جواب ملے گا:

''تو نے عقل سے کام لیا اور نہ پڑھا۔'' پھر لوہے کے گرزوں سے اسے مارا جائے گا۔ وہ چیخے گا اور جن و انس کے علاوہ ارد گرد کی باقی سب چیزیں اسے سنیں گی۔''

نیز ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

''إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ۔ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ۔ فَيُقَالُ لَهُ: هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔'' (صحیح بخاری)

''جب انسان مرجاتا ہے تو صبح و شام اس کی جگہ (ہمیشہ کا ٹھکانہ) اس پر پیش کی جاتی ہے۔اگر جہنمی ہے تو جہنم۔ اور کہا جاتا ہے قیامت کے دن جی اٹھنے تک تیری یہی جگہ ہے۔''

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

''أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلٰى رَبِّكُمْ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا۔''
(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

''لوگو! تم اپنے رب کی طرف ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنہ کے اٹھائے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جاؤ گے۔''

نیز ارشادِ مبارک ہے:

''لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ: عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ۔ وَعَنْ عِلْمِهٖ مَا عَمِلَ بِهٖ۔ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَا أَنْفَقَهٗ۔ وَعَنْ جَسَدِهٖ فِيْمَا أَبْلَاهُ۔ (سنن ترمذی)

''قیامت کے دن بندہ اپنی جگہ سے نہیں ہل سکے گا جب تک چار چیزوں کا حساب نہ دے لے گا: زندگی کہاں ختم کی؟ علم پر کتنا عمل کیا؟ مال کہاں سے کمایا؟ اور کس جگہ خرچ کیا؟ اور اپنے جسم کو کہاں استعمال کیا؟

دوزخ اور جنت کا تصور:

جہاں قرآن و حدیث میں آخرت، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے، سزا اور جزا کا تذکرہ آیا ہے۔ وہاں دوزخ اور جنت کا ذکر بھی ملتا ہے۔

دوزخ کے لیے قرآنِ مجید میں لفظ ''جہنم'' آیا ہے جس کے معنی ''بہت زیادہ گہرائی'' کے ہیں۔ یہ مقام چونکہ سب سے نچلے طبقے میں ہے، اس لیے اسے جہنم کہتے ہیں۔ یہ لفظ اکثر آگ کے لیے استعمال ہوا ہے گویا یہ اللہ کے غیظ وغضب کا مقام ہے۔ یہ جگہ ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے دنیا میں اللہ کی نافرمانی کی اور اس کے احکام کی تعمیل سے باز رہے اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا۔

دوزخ کے مختلف طبقات ہیں، جن کے متعلق واقعۂ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جب میں نے طبقۂ اوّل جس کا نام ''جہنم'' ہے، دیکھا۔ باوجود اس کے کہ اس کا عذاب باقی سب طبقات سے بہت ہلکا ہے، میں نے آگ کے ستر ہزار دریا دیکھے۔ ہر دریا اس قدر بڑا تھا کہ اگر ساتوں آسمانوں اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زمینوں کو اس میں ڈال دیں تو دوسری جانب خبر نہ ہو۔ ان دریاؤں میں آگ کو جوش مارتے اور شور کرتے دیکھا۔ اگر شور کی یہ آواز دنیا میں پہنچ جائے تو ایک جاندار بھی زندہ نہ رہے۔''

یہ حال اس مقام کا ہے جس میں سب سے کم عذاب کے مظاہر ہیں، باقی مقامات کا کیا حال ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ خاص میں رکھے۔ (آمین)

جبکہ ''جنت'' دراصل ''درختوں سے ہرے بھرے باغ'' کو کہا جاتا ہے لیکن اصطلاح میں جنت اس مقام کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ جس میں چین، راحت اور نعمتیں ہیں۔ گویا جنت اللہ کی رضا کا مقام ہے۔ جن سے وہ راضی ہوگا، انہیں اس میں بھیجے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جلانے والی آگ نہیں، بلکہ رب کی ناراضگی ہے اور نوازنے والی جنت نہیں، بلکہ رب کی رضا ہے۔ اگر وہ اپنی رضا کا عکس دوزخ پر ڈال دے تو وہ گلستان بن جائے اور اگر اپنی ناراضگی کی ایک گرج باغِ رضوان پر ڈال دے تو وہ دوزخ بن جائے۔ اسی لیے تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

''اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ۔''

''میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ لیتا ہوں۔''

اللہ پاک ہمیں اپنی رضا سے نواز دے۔ (آمین)

مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا، حساب و کتاب، میزان، پل صراط اور جنت و جہنم کو ماننا اور ان پر یقینِ کامل رکھنا ایمان کا ایک لازمی جزو ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن ہی نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ ''ایمان بالآخرۃ اور بعث بعدالموت'' (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا) کے عقیدہ کو تسلیم نہ کرلے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قرآن و حدیث سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اگرچہ کسی کو جلا دیا ہو، اسے نگل لیا ہو، ٹکڑے ٹکڑے کر کے بکھیر دیا ہو اور اس کو پیس پیس کر ہوا میں اڑا دیا ہو۔ کچھ بھی کیا ہو۔ ربِ کائنات اپنی قدرتِ کاملہ سے اس کے تمام اعضاء کو جمع فرما کر اس سے حساب و کتاب فرمائے گا۔

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ ایک شخص مرنے لگا اور جب زندگی سے ناامید ہوگیا تو اپنے گھر والوں کو یہ وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں بہت ساری لکڑیاں اکٹھی کر کے خوب آگ سلگانا اور مجھ کو اس میں جلا دینا۔ جب آگ میرے گوشت کو کھا کر ہڈی تک پہنچ جائے اور ہڈی بھی جل کر کوئلہ ہو جائے تو ان کو لے کر پیس لینا۔ پھر جس دن زور کی ہوا چلے اس دن وہ راکھ دریا میں اڑا دینا۔ اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا سارا بدن اکٹھا کرلیا، اسے زندہ کیا اور اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ (حالانکہ ربِ کائنات خود جانتا ہے) وہ کہنے لگا پروردگار! تیرے ڈر سے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

(صحیح بخاری ج۔۱، ص ۴۹۱، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، کتاب الانبیاء)

آخرت کا ہونا عقلاً بھی ضروری ہے کیونکہ دنیا میں انسان کی کتنی ہی آرزوئیں ایسی ہیں جو پوری نہیں ہو پاتیں۔ کتنے ہی بدکار، بدمعاش اور قاتل دندناتے پھرتے ہیں۔ کتنے ہی پارسا اور نیک لوگ اکثر تکالیف و مصائب کا شکار رہتے ہیں حالانکہ وہ عمر بھر نیکی اور تقویٰ کا پیکر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ عقل کا تقاضہ ہے کہ ایک دن ایسا ضرور ہونا چاہیے جس میں ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ملے اور نیک اپنی نیکی کا اور بد اپنی برائی کا پورا پورا صلہ پالے۔

اگر زندگی میں سے فکرِ آخرت کو ختم کر دیا جائے تو پوری دنیا میں نیکی ختم ہو کر رہ جائے اور دنیا شر و فساد کی آماجگاہ بن جائے۔ کیونکہ آخرت کا عقیدہ اور تصور ہی وہ بنیاد ہے جو انسان کو نیکی، بھلائی، حسنِ اخلاق، تواضع، انکساری، ایثار اور قربانی کے جذبے سے سرشار کرتا ہے۔

ظاہر و باطن میں خوفِ الٰہی اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب آخرت میں سزا و جزاء کا تصور موجود ہو۔ اگر سزا و جزاء کا تصور نہ ہو تو پھر جو شخص جیسا چاہے اپنی زندگی کو بسر کرے۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ جزاء و سزا کا معاملہ نہ ہو کیونکہ خالقِ کائنات نے انسان کے لیے پوری دنیا کو سجایا۔ تو کیا انسان کو بے لگام چھوڑ دیتا؟ نہیں! بلکہ انسان کو ایک محدود اختیار اسی لیے دیا گیا کہ اس کو آزمایا جائے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

''خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط''

(الملک ۶۷/ ۲)

''زندگی اور موت کو اس لیے پیدا کیا تا کہ تمھاری آزمائش کی جائے کہ کون تم میں سے اچھے عمل کرتا ہے۔''

اگر جزا و سزا کوئی چیز نہ ہوتی تو پھر اچھے برے عمل کا کیا مطلب؟ یہ اللہ کے نظامِ عدل کے خلاف ہے کہ وہ مجرموں اور فرمانبرداروں کو ایک ہی مقام عطا فرمائے۔ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ مجرموں کو ان کے جرائم کی سزا اور پرہیزگاروں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جزا عطا فرمائے گا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

(الزلزال ۹۹/ ۷ تا ۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''جس نے ذرّہ بھر کوئی نیکی کی ہوگی اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ بھر کوئی برائی کی ہوگی اسے بھی دیکھ لے گا۔''

دوسرے مقام پر ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ''كِرَامًا كَاتِبِيْنَ'' مقرر ہیں جو اس کے نیک اور بد اعمال لکھتے رہتے ہیں تاکہ قیامت کے دن حجت کے طور پر اس کے سامنے پیش کیے جائیں۔ دنیا میں جس طرح کوئی شخص ویڈیو کے ذریعے اپنے تمام اعمال یعنی حرکات وسکنات محفوظ کرلیتا ہے اسی طرح قیامت کے دن ہر شخص کے زندگی بھر کے ریکارڈ کو اس کے سامنے دکھا دیا جائے گا۔ جسے وہ دیکھے گا اور انکار نہیں کرسکے گا اور اگر انکار کر بھی دے تو خود اسی کے اعضاء بول پڑیں گے کہ اس نے میرے ذریعے فلاں فلاں کام کیے ہیں۔

غرض یہ کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی، امتحان گاہ اور آزمائش ہے۔ یہاں انسان رنگینیوں میں کھوکر جب آخرت کو بھول جاتا ہے تو بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے پھر اس کے ہاتھ دنیا آتی ہے نہ آخرت۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ''عقیدۂ آخرت'' پر کامل یقین کے ساتھ فکرِ آخرت اور اس کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے نیز ہمارے ساتھ اپنے فضل وکرم اور رضا مندی کا معاملہ فرماتے ہوئے ہمارے نامۂ اعمال ہمارے دائیں ہاتھ میں عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عقیدۂ ختمِ نبوت

خَاتَمٌ یا خَاتِمٌ یعنی ''ت'' پر زبر پڑھا جائے یا زیر دونوں کے معنیٰ ''آخری'' کے ہیں۔

ختمِ نبوت سے مراد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ نبوت و رسالت کو ختم کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے نبوت تمام اور مکمل ہوگئی۔ اب کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت قیامت تک کے لیے ہے۔

عقیدۂ نبوت و رسالت کا ایک جزو یہ ہے کہ سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور دوسرا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ یعنی نہ صرف نبوت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوگئی بلکہ یہ بھی کہ یہ منصب اپنے کمال کو پہنچ کر تمام ہوگیا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت تمام مخلوقات اور زمانوں کے لیے ہے۔ جبکہ گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت مقامی، قومی اور محدود تھی۔

ختمِ نبوت، قرآنِ حکیم کی روشنی میں

قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ختمِ نبوت کا اعلان اس طرح فرمایا کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (الاحزاب ۳۳/۴۰)

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (المائدہ ۵/۳)

''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمھارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔''

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دین اور نعمت مکمل کر دینے کا اعلان فرمایا۔ پس اب قیامت تک کوئی نیا دین نہ ہوگا۔ اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں بنایا جائے گا۔ کیونکہ ''نعمتِ کاملہ'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذاتِ مبارکہ ہے۔

ختمِ نبوت، احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں

کئی احادیثِ مبارکہ میں ختمِ نبوت کے بارے میں وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ۔''

(ترمذی ص ۳۳۱، مسند احمد)

''سلسلۂ نبوت و رسالت منقطع ہو چکا ہے۔ پس میرے بعد نہ کوئی رسول

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مبعوث ہوگا اور نہ ہی نبی۔''

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''كَانَتْ بَنُوْٓ اِسْرَآئِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَاِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔''

(صحیح بخاری جلد نمبر ا کتاب الانبیاء، ص ۴۹۱)

''بنی اسرائیل کے انبیاء ان کا سیاسی نظام چلاتے تھے، جب بھی کوئی نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہوجاتا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔''

۳۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''وَاَنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْٓ اُمَّتِيْ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔''

(جامع ترمذی ص ۳۲۳۔ ابوداؤد کتاب الفتن)

''عنقریب میری امت میں تیس کذّاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

۴۔ ایک حدیث میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

''مَثَلِيْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَآءِ فِيْ قَبْلِيْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَجَمَّلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ وَّاحِدَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَيَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَيَقُوْلُوْنَ: هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ. فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ۔

(صحیح بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح باب فضائل سید المرسلین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''میری اور پہلے انبیائے کرام (علیہم السلام) کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ وہ شخص جس نے ایک خوبصورت محل تیار کیا، اور ایک اینٹ کی جگہ خالی رہنے دی۔ لوگ اس محل کو دیکھتے اور پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں، یہ اینٹ کی جگہ کیوں خالی چھوڑ دی گئی ہے؟ سو وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔''

ختمِ نبوت، مفسرینِ کرام کی آراء کی روشنی میں

علامہ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنتِ متواترہ میں بتایا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ تاکہ ساری دنیا جان لے کہ جو شخص بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ہے، جھوٹا ہے، دجال ہے، گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔''
(ابنِ کثیر)

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ایسا عقیدہ ہے جس کی تصریح قرآن وسنت نے کی ہے۔ جس پر امت کا اجماع ہے۔ پس جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ کافر ہوجائے گا۔ اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور اس دعویٰ پر مصر رہا تو اس کو قتل کیا جائے گا۔'' (روح المعانی)

علامہ ابن حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''جس شخص کا یہ نظریہ ہو کہ نبوت کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور اسے اب بھی حاصل کیا جاسکتا ہے، یا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے۔ وہ زندیق ہے اور واجب القتل ہے۔'' (ماخوذ از ضیا القرآن جلد ۴، ص ۷۲)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

منکرینِ ختمِ نبوت کے شبہات اور ان کا ازالہ

قرآن و حدیث کی صریح تعلیمات اور مفسرینِ کرام کے واضح اقوال کے باوجود بعض لوگ عقیدۂ ختمِ نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے شبہات کا ازالہ کردیا جائے۔

۱۔ ان کا سب سے پہلا شبہ یہ ہے کہ علّامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۹۱ھ) نے ''مصنف ابن ابی شیبہ'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ''لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ'' (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں) کہنے سے منع فرمایا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ''مصنف ابن ابی شیبہ'' علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں چھپی بھی نہیں تھی۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۴۰۶ھ میں چھپی ہے۔ اور اس میں یہ حدیث نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف ''لَآ نَبِیَّ بَعْدِیْ'' (میرے بعد کوئی نبی نہیں) والی یہ حدیث متعدد جگہ مذکور ہے۔

(المصنف جلد ۱۵ ص ۵۸)

۲۔ ان کا دوسرا شبہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول پھر دوبارہ کیسے ہوگا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور بعثت، پہلے ہوچکی ہے اب ان کا صرف نزول ہوگا۔

۳۔ ان کا تیسرا شبہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں آخر الانبیاء'' ہوں اور میری مسجد ''آخر المساجد'' ہے۔

(صحیح مسلم جلد نمبر ۱ ص ۴۴۶)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کے ''آخر المساجد'' ہونے کے باوجود دوسری مساجد بن سکتی ہیں تو آخری نبی ہونے کے باوجود دوسرے نبی کے آنے میں کیا حرج ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد ''آخری مسجدِ نبوی'' ہے۔ اس مسجد کے بعد اور مساجد تو بنیں گی، لیکن ''مسجد نبوی'' کوئی نہیں ہوگی۔ نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ ہی کوئی مسجد اس کی طرف منسوب ہوگی۔

۴۔ ان کا چوتھا شبہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ''اے چچا! اللہ تعالیٰ نے جس طرح مجھ پر نبوت ختم کی ہے، اسی طرح آپ پر ہجرت ختم کرے گا۔''

(مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۲۶۹)

حالانکہ یہ ثابت ہے کہ ہجرت قیامت تک ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے والے آخری صحابی تھے۔ اس کے بعد مکۃ المکرمہ ''دارالاسلام'' ہوگیا اور اب مکۃ المکرمہ سے مدینۃ المنورہ آنا ہجرت نہیں ہے، اور یہ خاص ہجرت حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر ختم ہوگئی۔ جبکہ اسلام میں ہجرت قیامت تک جائز ہے۔ (شرح صحیح مسلم (سعیدی) جلد ۶ ص ۷۳۲ تا ۷۳۴)

۵۔ ان کا پانچواں شبہ یہ ہے کہ قرآنِ حکیم کی سورۃ المؤمن کی آیت نمبر ۳۴ میں ہے کہ ہر امت نے یہ کہا ہے کہ ''ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔'' جبکہ اس کے باوجود نبی آئے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں قوم یوسف علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''(حَتّٰی اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ ...الیٰ آخر)''یہاں تک کہ جب وہ وفات پاگئے تو تم نے کہا ان کے بعد اللہ ہرگز رسول نہ بھیجے گا۔''تو وہاں قومِ یوسف (علیہ السلام) نے اپنی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کو آخری نبی کہا۔جس کی قرآنِ حکیم نے تردید کردی ۔جبکہ یہاں امتِ مسلمہ نے نہیں، بلکہ خود خالقِ کائنات نے کہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''خاتم النبیین'' ہیں ۔لہٰذا بندوں کے کلام اور اللہ کے کلام میں فرق کرنا بہت ضروری ہے۔

۶۔ان کا چھٹا شبہ یہ ہے کہ سورۃ الجن کی آیت نمبر ۷ میں ہے کہ''پہلے لوگوں کو تمھاری طرح یہ خیال تھا کہ ان کے رسول کے بعد کوئی رسول نہ آئے گا۔''اور اب تم بھی یہ خیال کرتے ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں جنات کی گفتگو بیان کی گئی ہے جنھوں نے اپنی قوم سے یہ مندرجہ بالا الفاظ کہے۔پس یہ آیت تو ان لوگوں کے عقیدے کی تردید کرتی ہے جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے نبیوں کو آخری نبی سمجھتے رہے تھے۔ (تحفظ عقائدِ اہلسنت ص ۲۲۶۔۲۲۷)

خلاصہ:

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔اب کسی نئی شریعت اور نئے نبی کی کوئی حاجت نہیں رہتی ۔اس لیے کوئی نیا دین اور نیا نبی قیامت تک نہیں آئے گا۔ اور اگر کوئی ایسا دعوٰی کرے اور دعوٰی پر مصر رہے اور توبہ نہ کرے تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا، دائرۂ اسلام سے خارج، مرتد اور واجب القتل ہے۔ اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے شخص کو قتل کرے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین سمجھتے ہوئے بھی اپنی نبوت کا دعوٰی کرے، تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوٰی کیا تو اس نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں جو عریضہ ارسال کیا تھا۔ اس کے الفاظ یہ تھے۔

''مِنْ مُّسَیْلَمَۃَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔''

''یعنی یہ خط مسیلمہ کی طرف سے جو (نعوذ باللہ) اللہ کا رسول ہے، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف۔''

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ اس کے ہاں جو اذان مروّج تھی۔ اس میں ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' بھی کہا جاتا تھا۔ اس کے باوجود حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو مرتد اور واجب القتل یقین کر کے نتائج کی پرواہ کیے بغیر اس پر لشکر کشی کی اور اسے واصلِ جہنم کیا۔

(ضیاء القرآن جلد ۴ ص ٦٦)

آخر میں اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہر مسلمان کو قیامت تک ہر قسم کے فتنے سے عموماً اور منکرینِ ختم نبوت سے خصوصاً محفوظ رکھے اور عقیدۂ ختمِ نبوت پر استقامت اور موت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ خاتم النبیین والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تعظیم وتوقیرِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تعظیم وتوقیر کے معنٰی ہیں اپنے قول یا فعل سے کسی کی بڑائی ظاہر کرنا اور عزت کرنا۔ یہاں تعظیم وتوقیر سے مراد فخرِ بنی آدم، رحمۃ للعٰلمین، حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وتکریم اور مخلوقِ خدا میں ہر ایک پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑائی کو دل و جان سے تسلیم کرنا اور اس کا اظہار کرنا ہے۔

تعظیم وتوقیرِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قرآن کریم کی روشنی میں

قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا حکم دیا گیا ہے۔

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (الاعراف ۷/ ۱۵۷)

''پس جو لوگ ایمان لائے، اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور تعظیم کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور امداد کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ، وہی (خوش نصیب) کامیاب وکامران ہیں۔''

اس آیتِ مقدسہ میں بتا دیا گیا کہ فلاح وکامیابی سے صرف وہی سرفراز ہوا جو حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سچے دل سے ایمان لایا اور ان کی تعظیم وتوقیر میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کوئی کوتاہی نہ کی۔ ایمان کے بعد حضور پر نور ﷺ کی تعظیم وتوقیر سب سے اہم ہے، بلکہ نصرتِ دین اور اتباعِ قرآن کا حق ادا ہی تب ہوسکتا ہے، جب دل میں حضورِ انور ﷺ کا ادب واحترام ہو۔

۲۔ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط (الفتح ۴۸/۹)

''تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اس رسول ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرو۔''

اس آیتِ کریمہ میں حکم دیا گیا ہے کہ میرے رسول ﷺ پر سچے دل سے ایمان بھی لاؤ اور اس کے ساتھ ساتھ میرے محبوب ﷺ کے ادب و احترام، آپ ﷺ کی اعانت اور حضور پرنور ﷺ کی تعظیم وتوقیر کو ہمیشہ ملحوظ رکھو۔

۳۔ نیز ارشادِ خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط (الحجرات ۴۹/۱)

''اے ایمان والو! آگے نہ بڑھا کرو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔''

یہ تو صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امر سے پاک ہے کہ کوئی شخص اس سے پہل کرے اور یہ حکم بھی اس وقت اتارا گیا، جب کچھ لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے پہلے قربانی کرلی تھی۔ درحقیقت یہ پہل صرف عملِ رسول ﷺ سے متعلق تھی۔ جسے باری تعالیٰ نے امت کے لوگوں کے لیے تعظیمِ رسالت ﷺ کے خلاف سمجھا اور تعظیمِ رسول ﷺ کی خلاف ورزی کو خود تعظیمِ الوہیت کی خلاف ورزی قرار دیدیا۔

۴۔ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝ (الحجرات ۴۹/۲)

''اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو، اپنی آوازوں کو نبیٔ کریم ﷺ کی آواز سے اور نہ زور سے آپ ﷺ کے ساتھ بات کیا کرو، جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو۔ (اس بے ادبی سے) کہیں ضائع نہ ہوجائیں تمھارے اعمال، اور تمھیں خبر تک نہ ہو۔''

اس آیتِ مقدسہ میں بتایا گیا کہ اگر تمھیں میرے حبیبِ کریم ﷺ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوجائے تو یہ خیال رکھنا کہ تمھاری آواز میرے محبوب ﷺ کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے۔ جب حاضری ہو تو ادب و احترام کی تصویر بن کر حاضر ہونا۔ کیونکہ اگر معمولی سی بھی بے ادبی جو صرف آواز بلند کرنے سے ہوسکتی ہے، کرلی تو وہ تمھاری تمام نیکیوں اور اعمال کو برباد کردے گی اور تمھیں اس کی خبر تک نہ ہوگی۔

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کے سلسلے میں قرآنِ حکیم کی کئی آیات میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کے آداب بیان کیے گئے ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ نام لے کر اس طرح نہ پکارو اور نہ بلاؤ، جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے اور بلاتے ہو۔ (النور ۲۴/ ۶۳)

۲۔ آپ ﷺ کے گھر کے باہر سے ہرگز آپ ﷺ کو آواز نہ دو، بلکہ آپ ﷺ کے (باہر) آنے کا انتظار کرو۔ (الحجرات ۴۹/ ۵،۴)

۳۔ آپ ﷺ سے تنہائی میں بات کرنے کا ارادہ ہو تو پہلے اللہ کی راہ میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کچھ صدقہ دیدو۔ (المجادلہ ۵۸/ ۱۲) (بعد میں یہ حکم منسوخ کردیا گیا)

۴۔ آپ ﷺ (کسی معاملے میں) فیصلہ فرمادیں تو کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ (الاحزاب ۳۳/ ۳۶)

۵۔ آپ ﷺ بلائیں تو فوراً حاضر ہوجاؤ (خواہ نماز ہی میں کیوں نہ ہو) (الانفال ۸/ ۲۴)

تعظیم وتوقیرِ مصطفٰے ﷺ، احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سرکارِ دوعالم ﷺ سے جیسی محبت کرتے تھے اور جس طرح تعظیم وتوقیر کا حق ادا کرتے تھے، اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ جس کا اندازہ مندرجہ ذیل چند واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

۱۔ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (صلح حدیبیہ کے موقع پر) دربارِ رسالت مآب ﷺ میں ادب وتعظیم کے جو ایمان افروز مناظر دیکھے، ان کو بیان کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں۔ ''اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے دربار میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں۔ لیکن اللہ کی قسم! میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس طرح اس کی تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔''

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے یہ مناظر اس وقت دیکھے جب وہ مشرف بہ اسلام بھی نہ ہوئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی کریم ﷺ کے وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے دیوانہ وار جھپٹتے تھے۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں اونچی آواز سے نہ بولتے تھے۔ چہرۂ مبارکہ کو آنکھ بھر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کر نہ دیکھتے اور سر جھکائے بیٹھے رہتے تھے۔

(صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۳۷۹، کتاب الشروط باب الشروط فی الجھاد)

۲۔ ایک مرتبہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کا پانی ایک ٹب میں لیے باہر آئے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جھپٹ پڑے۔ جس کو پانی کا ایک قطرہ نہ ملا، اس نے دوسرے صحابی کی تری کو چھو کر اپنے چہرے پر مل لیا۔

(صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۸۷۱ باب القبۃ الحمرأ من ادم کتاب اللباس)

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے اصحاب مہاجرین و انصار کے گھروں میں تشریف لاتے، تو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتا، سوائے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے۔ صرف یہ دو صحابہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھتے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف دیکھتے۔ یہ دونوں صحابہ رضی اللہ عنہما حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر تبسم کرتے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھ کر تبسم فرماتے۔

(شمائل ترمذی صفحہ ۲۵ باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،
شرح شفأ للقاری جلد ۳ صفحہ ۳۹۲ ماخوذ از مقام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۵۲)

۴۔ حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارد گرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس طرح ادب سے بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

(سنن ابی داؤد، شرح شفا للقاری جلد ۱ صفحہ ۳۹۲،
ماخوذ از مقام رسول صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۵۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تعظیم وتوقیر مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کے متعلق چند ائمہ ومفسرین کرام کے اقوال پیشِ خدمت ہیں۔

۱۔ علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ (متوفی ۵۴۴ھ) سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۹ کو نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اور ان کی تکریم وتعظیم کو لازم فرمایا۔''

(شفا شریف جلد دوم صفحہ ۲۸، ماخوذ از بزرگوں کے عقیدے صفحہ ۳۳۸)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر بعد پردہ پوشی (وصال) کے بھی لازم ہے۔ جیسا کہ حیاتِ دنیاوی میں تھی۔ اس لیے کہ اب بھی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں۔ بلند درجات اور رفیع حالات میں رزق دیئے جاتے ہیں۔''

(شرح شفاً للقاری جلد ۳ صفحہ ۳۹۶)

اور یہ تعظیم وتوقیر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کے وقت، اور ذکر حدیث و سنت کے وقت اور نامِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سننے کے وقت، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو سنتے وقت اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کے معاملہ کے وقت لازم ہے۔

(مقامِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۵۹)

۲۔ علامہ احمد صاوی المالکی حاشیہ جلالین میں لکھتے ہیں:

''اس آیت ''وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط'' (الفتح ۴۸/۹) سے ثابت ہوا کہ جو صرف تعظیمِ خدا کرے یا صرف تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرے، وہ مؤمن نہیں بلکہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مؤمن وہ ہے جو تعظیمِ خدا اور تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ دونوں کرے۔''

(صاوی علی الجلالین جلد ۴ صفحہ ۸۲)

۳۔ علامہ اسمٰعیل حقی رحمہ اللہ نے سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۳ کے تحت لکھا ہے کہ:

''حضورِ اکرم ﷺ کی حیاتِ ظاہری اور حیات بعد از وصال دونوں حالتوں میں آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر امت پر لازم وضروری ہے۔ کیونکہ دلوں میں جتنی حضورِ اکرم ﷺ کی تعظیم بڑھے گی، اتنا نورِ ایمان بڑھے گا۔''

(تفسیر روح البیان جلد چہارم صفحہ ۶۳۷)

۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنا با لاجماع کفر ہے اور توہین کرنے والا بالاتفاق واجب القتل ہے۔ خواہ توہین کا تعلق آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ ہو، آپ ﷺ کے نسب کے ساتھ ہو، آپ ﷺ کے دین کے ساتھ ہو، یا آپ ﷺ کی کسی صفت کے ساتھ ہو اور یہ اہانت خواہ صراحتاً ہو یا کنایۃً ہو..... آپ ﷺ کے عوارضِ بشریہ یا آپ ﷺ کے متعلق اشیأ یا اشخاص کا آپ ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بطریق طعن یا مذمت ذکر کرے، غرض جس شخص سے کوئی ایسا کام صادر ہو، جس سے آپ ﷺ کی اہانت ظاہر ہو وہ کفر ہے، اور اس کا قائل واجب القتل ہے۔''

(تفسیر تبیان القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۸۳)

خلاصہ:

مختصر یہ کہ قرآن وحدیث اور ائمہ کرام کے اقوال سے واضح ہوا کہ اللہ رب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

العزت نے قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور ان کے ساتھ ادب و احترام کے انداز سکھائے ہیں۔ چونکہ ادب ہوگا تو دل میں تعظیم پیدا ہوگی، تعظیم ہوگی تو اس کے ہر حکم کی تعمیل کا جذبہ پیدا ہوگا اور محبت کی نعمت عطا فرمائی جائے گی اور جب محبوبِ خداوندِ ذوالجلال کے عشق کی شمع فروزاں ہوگی تو حریمِ کبریائی تک جانے والا سارا راستہ منور ہوجائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا نقش دلوں میں جمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا نقش دلوں میں بٹھایا۔ تاکہ جب ادب کی باتیں کی جائیں تو یہ باتیں دلوں میں بیٹھتی چلی جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی اطاعت کا ذکر فرمایا ہے وہاں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ''جس نے اللہ کی اطاعت کی، اس نے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کی۔'' بلکہ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کو بڑھایا کہ:

''جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی، تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔'' (النسأ ۴/۸)

گویا مقصود و مطلوب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و اطاعت ہے۔ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی، اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی، وہ اللہ کا محبوب بن گیا۔

ایک منافق امام بدنیتی سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (اپنے تئیں) شان گھٹانے کے لیے نماز میں ہمیشہ ''سورۂ عبس'' پڑھا کرتا تھا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس منافق امام کا سر قلم کروادیا۔

(تفسیر روح البیان جلد ۱۰ صفحہ ۳۳، ضیاء القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۹۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر عین ایمان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وتعظیم صرف ایمان کے کمال کا ہی نہیں، بلکہ اصلاً ایمان کے ثبوت اور تصدیق کا باعث ہے۔

کسی نے خوب فرمایا ہے کہ ؎

آہستہ سانس لے کہ خلاف ادب نہ ہو
نازک ہے آئینے سے طبیعت حضور کی

اللہ رب العزت ہمیں ادبِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عظمتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت سے مالا مال فرمائے اور ہمارے اجڑے ہوئے ویران دلوں کو عشق مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہاروں سے سرسبز وشاداب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خصائصِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''خصائصِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' سے مراد وہ خصوصیات ہیں جو اللہ رب العزت نے اپنے حبیبِ کریم، ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور کو عطا نہیں فرمائیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنی عمر کا اکثر حصہ ان خصائص کی تحقیق میں بسر کیا۔ انھیں بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص بے حد و بے حساب ہیں۔ ان کا اندازہ و احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ چنانچہ حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''اِجْتَمَعَ فِيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ صِفَاتِ الْكَمَالِ مَالَا يُحِيْطُ بِهٖ حَدٌّ وَّلَا يَحْصُرُهٗ عَدٌّ۔'' (المواہب۔ جلد ۴، ص ۲۴۵)

''حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ میں جو خصوصیات و فضائل جمع ہیں، ان کی نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی گنتی ان کا احاطہ کرسکتی ہے۔''

حضرت امام عبدالوھاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''فَاَوْصَافُهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَنَةُ لَا تُحْصٰى وَلَا تُحْصَرُ۔''

(کشف الغمہ جلد ۲، ص ۵۱)

''یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصافِ حسنہ شمار سے ماورا ہیں۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''کسی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ یہ اعتقاد نہ رکھے کہ بلا شبہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ گرامی کے ظاہری و باطنی کمالات ہر شخص سے بڑھ کر ہیں اور اس خوبی کے ساتھ ودیعت کردیئے گئے ہیں کہ ظاہری اوصاف کا جلال وکمال عظمتِ باطن کا آئینہ دار بن گیا ہے۔''

(جمع الوسائل ۔جلد ا،ص ۹)

اس اعترافِ حقیقت کے ساتھ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف و خصائص بے حدو بے حساب ہیں،صرف ایمان کی تازگی اورحصولِ برکت وسعادت کے لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چندنمایاں خصائص کو بیان کیا جارہاہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔''

(ترمذی، ابوداؤد،مشکوٰۃ ص ۴۶۵)

''میں خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اُعْطِیْتُ مَالَمْ یُعْطَ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ قَبْلِیْ، نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ۔''

(احمد الامن والعلیٰ ص ۵۷، انوار الحدیث ص ۳۸۹)

''مجھے وہ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہ ہوا۔ رعب سے میری مدد فرمائی گئی اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں دی گئیں۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَوَّلُ مَنْ یَّنْشَقُّ عَنْہُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔'' (مشکوٰۃ)

''میں قیامت کے دن اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا اور میں سب سے پہلے قبر سے اٹھوں گا اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا۔ اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی راستے سے گزرتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو بھی اس راستہ سے گزرتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک کی خوشبو محسوس کر لیتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر سے تشریف لے گئے ہیں۔''

(دارمی، مشکوٰۃ ص ۵۱۷)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''ہمارے اور دیگر علمائے کرام کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم کلام ہونے سے نماز نہیں ٹوٹتی اور یہ مسئلہ مشہور ہے۔'' یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے، کسی اور شخص سے نمازی بات کرے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ نیز کوئی نمازی، نماز میں قبلہ سے پھر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ کی طرف سے منہ پھیر کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف رخِ مبارک کر کے رکعت کی تحقیق فرمائی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبلہ کی طرف پھر گئے۔''

(شرح صحیح مسلم (سعیدی) جلد ۲، ص ۱۴۴)

ان کے علاوہ بعض دیگر خصائصِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختصراً یہ ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے پہلے نبوت سے سرفراز

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرمایا۔ جبکہ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔
(جامع ترمذی ص ۵۱۹)

☆ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ (کے نور) کو سب نبیوں سے پہلے پیدا کیا اور سب سے اخیر میں مبعوث فرمایا۔ یعنی آپ ﷺ سلسلۂ انبیاء و رسل علیہم السلام میں نبوت کے اعتبار سے اول ہیں اور بعثت کے اعتبار سے آخر ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیائے کرام علیہم السلام سے عہد لیا کہ اگر وہ حضورِ اکرم ﷺ کے زمانے کو پائیں تو آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی مدد کریں۔

☆ سابقہ کتبِ الٰہیہ توریت و انجیل وغیرہ میں آپ ﷺ کی بشارت پہلے سے دے دی گئی۔

☆ آپ ﷺ ختنہ کیے ہوئے، ناف بریدہ اور آلودگی سے پاک وصاف پیدا ہوئے۔

☆ حضورِ اکرم ﷺ کے اسمائے مبارکہ میں سے تقریباً ستر (۷۰) نام وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہیں۔

☆ حضورِ اکرم ﷺ کا ایک اسمِ مبارک ''احمد'' ہے۔ آپ ﷺ سے پہلے کسی کا یہ نام نہ تھا۔

☆ حضورِ اکرم ﷺ اپنے پیچھے (پیٹھ کی جانب) سے بھی ایسا دیکھتے جیسا کہ سامنے سے دیکھتے ہیں اور رات کو اندھیرے میں بھی دن کی روشنی کی طرح دیکھتے تھے۔

☆ آپ ﷺ کا نہ سایہ تھا اور نہ ہی مکھی کبھی بدن اور کپڑوں پر بیٹھتی تھی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

☆ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون مبارک اور تمام فضلات پاک تھے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بول مبارک کا پینا شفا تھا۔ چنانچہ مدارج النبوۃ جلد اول میں روایت ہے کہ لوگ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیشاب اور خون مبارک سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے۔

(مقامِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۵۹۸)

☆ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شبِ معراج ظاہری جسدِ مبارک کے ساتھ حالتِ بیداری میں آسمان سے اوپر گئے۔ اپنے پروردگار جلّ شانہ کو جسم وقلب کی آنکھوں سے دیکھا اور کلام فرمایا۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت تمام انبیائے سابقین کی شریعتوں کی ناسخ (منسوخ کردینے والی) ہے اور قیامت تک رہے گی۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بلند کردیا گیا۔ یہاں تک کہ اذان، خطبہ، تشہّد اور کلمہ میں بھی اللہ عزوجل کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت اسرافیل علیہ السلام نازل ہوئے، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی اور نبی پر نازل نہیں ہوئے۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقامِ محمود یعنی بروزِ قیامت مقامِ شفاعت عطا کیا گیا ہے۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض کے ایّام میں حضرت جبرائیل امین

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علیہ السلام عیادت کے لیے تین دن حاضر ہوتے رہے۔

☆ جنت میں آپ ﷺ پر نازل شدہ کتاب (قرآن کریم) کے سوا کوئی اور کتاب نہ پڑھی جائے گی اور نہ آپ ﷺ کی زبان (عربی) کے سوا کسی اور زبان میں کوئی گفتگو ہوگی۔

(سیرت رسول عربی از علامہ نور محمد بخش توکلی)

☆ آپ ﷺ کی محبت میں کھجور کا خشک تنا رویا۔

☆ آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے۔

☆ آپ ﷺ پر پتھر بھی سلام پڑھتے تھے۔

☆ آپ ﷺ کے بارے میں قبر میں سوال ہوگا۔

☆ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات سے نکاح حرام ٹھہرا۔

☆ آپ ﷺ کے جسدِ اطہر والا زمین کا حصہ کعبہ وعرش سے بھی افضل ہے۔

☆ صرف آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نبی کریم ﷺ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''جَمَالِیْ مَسْتُوْرٌ عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ غَیْرَۃً مِنَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَوْ ظَھَرَ لَفَعَلَ النَّاسُ اَکْثَرُ مِمَّا فَعَلُوْا حِیْنَ رَاَوْا یُوْسُفَ۔''

(دُرِّ ثمین ص ۳۹)

''میرا جمال غیرتِ الٰہی سے لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔ اگر اسے ظاہر کردیا جاتا، تو لوگ اس سے بڑھ کر عمل کرتے، جو انھوں نے حسنِ یوسف

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علیہ السلام کو دیکھ کر کیا تھا۔''

خلاصہ:

مختصر یہ کہ حسن و جمال ظاہری ہو یا باطنی، خصوصیاتِ مبارکہ جو کبھی کسی کو نہ دی تھیں اور نہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کسی کو دے گا وہ سب کچھ اللہ کریم نے اپنے حبیب، ہمارے نبی و رسول، فخرِ بنی آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرما دیں۔

اللہ رب العزت ہمیں ادبِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمائے اور ہمیں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت و عشق کی دولت سے مالا مال فرما دے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الحمد للہ و الشکر للہ ! ربِ کریم کا بے پناہ شکر اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمائے اور اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہمیں بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں۔ اب بحیثیت مسلمان اور بحیثیت امتی ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وعبادت کا سبق دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو عظمت و اتباع کا حکم دیا، اس کو ہم خوب اچھی طرح سمجھ لیں اور ذہن نشین کرلیں۔ اس لیے کہ جب تک عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ میں نہیں آئے گی اس وقت تک ہم صحیح معنوں میں اتباع کر ہی نہیں سکتے۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط (الفتح ۴۸/۹)

''اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اس کی تعظیم وتوقیر کرو۔''

پتہ چلا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ان کی تعظیم و توقیر بھی کرنی ہے۔ اور یہ بھی واضح فرمادیا کہ ان کا کہنا میرا کہنا ہے، ان کا کرنا میرا کرنا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جیسا کہ آگے ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ
(الفتح ۴۸/۱۰)

''اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! بے شک جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ وہ اللہ ہی کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔''

غزوۂ بدر کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مٹھی کنکر اٹھا کر کفار کی طرف پھینکی تو قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اس کو یوں بیان فرمایا:

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۚ (الانفال ۸/۱۷)

''اور جو کنکریاں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پھینکیں وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نہیں پھینکیں بلکہ وہ ہم نے پھینکیں۔''

معلوم ہوا کہ اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کو اپنا فعل قرار دیا۔ اسی طرح قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا کہ: مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النّسآء ۴/۸۰)

''جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی، تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

اسی سورۂ نسآء میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ
(النّسآء ۴/۱۱۳)

''اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتاب عطا فرمائی اور حکمت عطا فرمائی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ سب کچھ سکھا دیا، جو آپ نہیں جانتے تھے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پتہ چلا کہ اللہ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلی جو چیز عطا فرمائی وہ ہے کتاب یعنی قرآن مجید اور دنیا کے بڑے سے بڑے عالم اور عربی کو جاننے والے اہلِ زبان کا یہ حال ہے کہ وہ قرآنِ مجید کے حروف مقطعات یعنی الٓمّٓ، الٓمّٓرٰ، الٓرٰ، حٰمٓ، کٓھٰیٰعٓصٓ وغیرہ کے معانی بتانے سے عاجز ہیں۔ صرف اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ان کے معانی کو جانتے ہیں۔ پتہ چلا کہ ابھی تو ظاہری الفاظ کے معنوں ہی نے ہم کو عاجز کر دیا، تو حکمت کو ہم کیا جانیں گے؟

اور یہ بات تو اس سے بھی آگے کی ہے کہ ''اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے تو وہ سب بھی عطا فرما دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتے تھے۔'' ہم کیسے کوئی حد مقرر کر سکتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم تھا اور یہ علم نہیں تھا؟ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جان سکتا ہے کہ اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنا علم عطا فرمایا۔ یا خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوگا۔ ہم تو بس اتنا جانتے ہیں کہ اللہ کے بعد سب سے زیادہ علم اگر کسی کو حاصل ہے تو وہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو حاصل ہے۔

پھر غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ایک علم اللہ نے شیطان کو بھی عطا فرمایا، چنانچہ اسے ''معلّم الملائکہ'' بنا دیا۔ اس کے بعد جب وہ اپنی نافرمانی کے سبب مردود ہوا اور اس نے اللہ سے مہلت مانگی، تو اللہ نے قوت وطاقت کے ساتھ اسے مہلت بھی دے دی اور اتنی قوت دی کہ وہ ہمارے خون تک میں سرایت کر سکتا ہے۔ جب ایک مردود کو اللہ نے اتنی قوت و طاقت عطا فرمائی تو جو اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس کو سب سے زیادہ پیارے ہیں، ان کی قوت و طاقت اور اختیارات کا عالم کیا ہوگا؟ اور ان کو اللہ تعالیٰ نے کیا کچھ عطا نہ فرمایا ہوگا؟

جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعظمت رکھتے ہوئے ان کی اتباع کریں گے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تو اللہ تعالیٰ ان کو شیطان کے مکروفریب سے بچالے گا اور اپنی بارگاہ کا مقبول بنالے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ لوگ جو گناہوں میں مبتلا تھے۔ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور صرف ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت رکھتے ہوئے کلمہ پڑھا اور اللہ نے ان کے سارے گناہ معاف کردیئے۔

اور ایسا بھی ہوا کہ ابھی مسلمان ہوئے، فوراً جہاد میں چلے گئے۔ نہ کوئی نماز پڑھی، نہ کوئی روزہ رکھا اور نہ ہی کوئی اور نیک کام کیا۔ بس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعظمت دل میں رکھتے ہوئے اللہ کی راہ میں شہید ہوگئے اور سیدھے جنت میں داخل ہوگئے۔ یہ ہے محبت وعظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !

اس گفتگو کا حاصل یہ ہوا کہ عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر اتباعِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممکن نہیں، دونوں لازم وملزوم ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت بھی عطا فرمائے اور اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝'' (الرّحمن ۵۵/۱،۲)

''رحمن (جلّ شانہ) نے (اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) قرآن سکھایا۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (النسأ۴/۱۱۳)

''اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتاب وحکمت نازل فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ کچھ سکھایا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتے تھے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں ''کتاب'' سے مراد قرآن مجید ہے جو علوم و معارف کا ایک بہت بڑا خزانہ ہے۔ جس میں نہ صرف گزشتہ اقوام کے حالات ہیں بلکہ مستقبل کے حالات بھی بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ یہ واحد کتاب ہے جس میں قیامت تک کے لیے ہدایت کا سامان موجود ہے۔ اس کا ہر لفظ اٹل اور حقیقت پر مبنی ہے۔ اس میں کسی ردو بدل کی کوئی گنجائش نہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بڑے بڑے علماء وصوفیاء اور محدثین ومفسرین جنھوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ قرآنِ مجید کے علوم کو سمجھنے اور ان میں غور وفکر کرنے میں بسر کیا، انھیں بھی بالآخر یہی اعتراف کرنا پڑا کہ ہم قرآنی علوم کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔

جب آیاتِ قرآنی کے ظاہری علوم سے امت کے علماء وصوفیاء، محدثین و فقہاء اور مفسرین، پوری طرح واقف ہونے سے قاصر ہیں۔ جیسے کہ حروفِ مقطعات اور آیاتِ متشابہات وغیرہ کا صحیح مفہوم اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں، تو پھر ان آیات کے اسرار و رموز اور علومِ باطنیہ تک مکمل رسائی اور دسترس کسے حاصل ہوسکتی ہے؟ یقیناً مکمل رسائی اور دسترس صرف اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو حاصل ہوسکتی ہے کہ جن پر اس کتاب کو نازل کیا گیا۔

نیز اس آیتِ مقدسہ میں ''حکمت'' سے مراد سنتِ مبارکہ اور وہ علومِ باطنیہ ہیں جو اللہ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں راہِ خدا میں ریاضت ومجاہدہ کرنے والے لوگوں میں سے جسے اللہ تعالیٰ چاہے، ان علوم میں سے وافر حصہ عطا فرمادے۔

اس آیتِ کریمہ کے آخری حصے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا۔''ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ سب کچھ سکھادیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتے تھے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔''

اب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا عطا فرمایا اور کتنا عطا فرمایا؟ یہ دینے والا جانتا ہے یا لینے والے کو معلوم ہے۔ ہم تو بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو حاصل ہے اور باقی مخلوقات کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ جس کے واضح دلائل قرآن وسنت میں موجود ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علمِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن حکیم کی روشنی میں

قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے متعلق تذکرہ ملتا ہے۔ چند آیاتِ قرآنی مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

''عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔'' (الجن ۷۲/ ۲۶، ۲۷)

''اللہ تعالیٰ غیب کو جاننے والا ہے۔ پس وہ آگاہ نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو، بجز اس رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جس کو اس نے پسند فرمایا۔ (غیب کی تعلیم کے لیے)''

۲۔ ''وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝'' (التکویر ۸۱/ ۲۴)

''اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب بتانے میں ذرا بھی بخیل نہیں۔''

۳۔ ''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۝'' (آل عمران ۳/ ۱۷۹)

''اور نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ آگاہ کرے تمھیں غیب پر، البتہ اللہ (غیب کے علم کے لیے) چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔''

ان آیاتِ مقدسہ میں علمِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثبوت ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآنِ حکیم کی بعض دوسری آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غیب کا علم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل نہ تھا۔

مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

''قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ'' (الانعام ۶ / ۵۰)

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایئے! کہ میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ (خود بخود) جان لیتا ہوں غیب کو اور نہ یہ کہتا ہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں، نہیں پیروی کرتا میں مگر وحی کی جو میری طرف بھیجی جاتی ہے۔''

نیز فرمانِ الٰہی ہے کہ:

''وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ'' (الانعام ۶ / ۵۹)

''اور اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

نیز قرآنِ حکیم میں ہے:

''وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛؕ'' (الاعراف ۷ / ۱۸۸)

''(اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ فرمادیں) اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سی بھلائیاں جمع کرلیتا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچتا۔''

ان آیاتِ کریمہ میں صراحت کے ساتھ یہ اعلان کیا گیا ہے کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ اور انہی آیات کے ذریعہ منکرینِ علم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استدلال کرتے ہیں مگر انھوں نے دونوں طرح (نفی و اثبات) کی آیتوں کے درمیان کوئی مطابقت و موافقت تلاش کرنے کے بجائے ثبوت والی آیتوں کو نظر انداز کردیا اور صرف انکار والی آیتوں کو اپنا عقیدہ بنالیا۔ جبکہ مقتدر و معتبر مفسرین کرام نے ان آیات کی وضاحت یوں کی ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''حق بات یہ ہے کہ جس علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا، اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اسے خود بخود نہیں جان سکتا، اور خاص

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بندوں کو جو علم حاصل ہے وہ یہ علم نہیں جس کی آیت میں نفی کی گئی ہے۔ بلکہ وہ اللہ کی فیض رسانی سے انھیں حاصل ہوا ہے۔'' (روح المعانی جلد ۲ ص ۱۱)

علّامہ نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''(غیب کو) خود بخود جان لینے کی نفی کی گئی ہے اور جو بذریعۂ وحی عطا ہوا اس کی نفی نہیں۔'' (ضیاء القرآن جلد ۴ ص ۴۸۱)

علّامہ خازن اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

''اگر تم یہ سوال کرو کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سے غیبی امور کی خبر دی ہے اور بہت سی صحیح روایات کے ذریعہ پتہ چلتا ہے کہ غیب دانی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ تو پھر ان احادیث اور قرآن کی اس آیت کے درمیان مطابقت و موافقت کی صورت کیا ہوگی۔ جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی کہلوایا گیا ہے کہ (لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ....الیٰ آخرہ)'' اگر میں غیب جانتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا۔'' آپ فرماتے ہیں:

''میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور تواضع و ادب یہ بات ارشاد فرمائی ہے یا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ بغیر اللہ کی عطا کے ذاتی طور پر میں خود سے غیب نہیں جانتا۔'' (تفسیر لباب التاویل)

مشہور محدث حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوٰی میں لکھتے ہیں کہ:

اس آیت کریمہ (لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهَ) کہ ''زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔'' اور اسی طرح کی دوسری آیتوں کا مطلب کیا ہے؟ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور اولیائے کرام کی کرامات کے ابواب میں ہم بہت سی غیب کی خبریں پڑھتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ذاتی طور پر کوئی غیب نہیں جانتا۔

''وَاَمَّا الْمُعْجِزَاتُ وَالْكَرَامَاتِ فَحُصِلَتْ بِاَعْلَامِ اللّٰهِ لَا اِسْتَقْلَالًا۔'' (ماخوذ از گلشن ارشد القادری ص ۷۶)

''اور معجزات و کرامات اللہ کی عطا سے ہیں، ذاتی نہیں۔''

علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں

صرف قرآنِ مجید سے ہی نہیں، کئی احادیث سے بھی علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثبوت ملتا ہے، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا خُشُوْعُكُمْ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ۔'' (صحیح بخاری جلد ا ص ۵۹ کتاب الصلوٰۃ باب غطۃ الامام..... صحیح مسلم جلد ا کتاب الصلوٰۃ باب الامر بتحسین الصلوٰۃ)

''خدا کی قسم! تمہارا رکوع اور خشوع مجھ سے پوشیدہ نہیں، میں اپنی پیٹھ پیچھے سے بھی تمھیں دیکھتا ہوں۔''

۲۔ نیز ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ:

''فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِّنْ خَلْفِيْ كَمَا اَرَاكُمْ مِّنْ بَيْنَ يَدَيَّ۔'' (سنن نسائی۔ ج ا ص ۹۳ حص الامام علی رص الصفوف)

''اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں تمھیں اپنے (پیٹھ) پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں۔ جیسے سامنے سے دیکھتا ہوں۔''

۳۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیَ الْاٰنَ وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ۔''

(صحیح بخاری جلد ا ص ۱۷۹ کتاب الجنائز، باب الصلوٰۃ علی الشھید)

''اللہ کی قسم! میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں یا زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں۔''

۴۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں (کے مجمع) میں کھڑے ہوئے۔

''فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدَءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ حَفِظَ ذٰلِکَ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَّسِیَہٗ۔''

(صحیح بخاری جلد ا ص ۴۵۳ کتاب بدء الخلق باب ماجآء فی قول اللہ ... یبدأ الخلق)

''تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مخلوق کی پیدائش سے بتانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ جنتی اپنی منازلِ جنت میں داخل ہوگئے اور جہنمی اپنے ٹھکانوں پر جہنم میں پہنچ گئے۔ جس نے اس بیان کو یاد رکھا، اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا، وہ بھول گیا۔''

۵۔ ایک مرتبہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا:

''مَا مِنْ شَیْءٍ لَمْ اَکُنْ رَاَیْتُہٗ اِلَّا قَدْ رَاَیْتُہٗ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا حَتّٰی الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ۔''

(مسلم کتاب الکسوف، صحیح بخاری، باب صلوٰۃ النسا مع الرجال فی الکسوف ابواب الاستسقاء ج ا ص ۱۴۴)

''ہر وہ چیز جس کو میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا اس کو میں نے اس جگہ دیکھ لیا ہے۔ یہاں تک کہ جنت اور جہنم کو بھی دیکھ لیا ہے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علمِ کُلّی کی وضاحت

ان احادیثِ مبارکہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''علمِ کُلّی'' واضح طور پر ثابت ہے۔ ''علمِ کُلّی'' سے مراد یہ ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر شے کا علم ہے۔ ہر شے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر روشن ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ سب جانتے ہیں، اور یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علمِ کُلّی ''مِنْ جِهَةِ الْمَخْلُوْقِ'' ہے۔ یعنی مخلوق کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علمِ کُلّی حاصل ہے۔ جبکہ ''مِنْ جِهَةِ الْخَالِقِ'' جزئی ہے۔ (یعنی اللہ کے علم کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ایک ادنیٰ جزو کی حیثیت رکھتا ہے۔) (ملخصًا مقامِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۵۲۲ از مفتی منظور احمد فیضی)

اس بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ:

''حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم نہ اللہ تعالیٰ کے علم کی طرح ذاتی ہے نہ غیر متناہی۔ بلکہ وہ محض عطائے الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علمِ محیط و تفصیلی کے ساتھ اس کی نسبت ذرہ اور صحرا، قطرہ اور دریا کی بھی نہیں۔ لیکن علمِ مخلوق کے مقابلہ میں وہ بحرِ ذخّار ہے جس کی گہرائی کو کوئی غوّاص (غوطہ خور) آج تک نہ پا سکا اور جس کے کنارہ تک کوئی شناور (تیرنے والا) آج تک نہ پہنچ سکا۔''

(ضیاء القرآن جلد ا ص ۳۰۱)

اہلِ سنت کا عقیدہ

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ پاک کے سلسلے میں اہلِ سنت کا عقیدہ تین قیود کے ساتھ مقید ہے۔

(الف) پہلی قید تو یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علمِ مبارک دو حدوں (ابتدا و انتہا) کے درمیان محدود ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم لا محدود ہے، نہ اس کی کوئی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ابتدا ہے نہ انتہا۔

(ب) دوسری قید یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم حادث ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم کی طرح قدیم نہیں ہے۔ حادث کا مطلب یہ ہے کہ وہ کبھی نہیں بھی تھا۔ یعنی اللہ رب العزت کے علم کی طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ازلی و ابدی نہیں ہے۔

(ج) تیسری قید یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم عطائی ہے۔ یعنی اپنی ذات سے نہیں، اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے۔ جبکہ اللہ رب العزت کا علم ذاتی ہے۔ یعنی خود اپنی ذات سے ہے، کسی کا عطا کردہ نہیں۔

جو شخص بھی حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک ذرّہ کا علم ذاتی مانتا ہے یا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کی طرح لامحدود اور غیر متناہی قرار دیتا ہے یا اللہ کے علم کی طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو بھی قدیم یعنی ازلی و ابدی (ہمیشہ سے اور غیر فانی) مانتا ہے، وہ بالفاظِ دیگر اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاص میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شریک ٹھہراتا ہے۔ اس لیے ایسا شخص قطعاً مشرک، کافر اور خارجِ اسلام ہے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی سخت جہالت و الحاد کا شکار ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے محدود، حادث اور عطائی علم ماننے کی صورت میں بھی شرک کا الزام عائد ہوتا ہے۔'' (گلشنِ ارشد القادری ص ۷۰)

مندرجہ بالا مفہوم کی عبارات علمائے اہلسنت کی مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہیں۔

☆ ضیاء القرآن جلد ۳ ص ۴۵۷ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ۔
☆ علم القرآن قاعدہ ۱۶ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ۔
☆ مقامِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۵۲۲ مفتی منظور احمد فیضی رحمۃ اللہ علیہ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

☆ اسلامی تربیتی نصاب جلد ا ص ۷۶۴ ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ۔

☆ تحفظ عقائد اہلسنت ص ۴۴۵، ۴۷۳۔

خلاصۂ کلام

اللہ رب العزت نے اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن نعمتوں اور برکات و فضائل سے نوازا ہے، پوری امتِ مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ کسی اور کو ایسا نہیں نوازا گیا اور نہ نوازا جائے گا۔

علمِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے قرآنِ حکیم میں دو طرح کی آیات ملتی ہیں۔ بعض میں علم کا ثبوت اور بعض میں انکار ہے۔ ہمارا ایمان وعقیدہ ہے کہ قرآن کریم کے ہر ہر لفظ پر ایمان لانا لازمی وضروری ہے۔ اس لیے جب دونوں طرح کی آیات کو ملا لیا گیا تو مفہوم یہ نکلا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ رب العزت نے بے شمار علوم عطا فرمائے۔ ان کی وسعتوں کو دینے والا جانتا ہے یا لینے والا، سکھانے والے کو پتہ ہے یا سیکھنے والے کو یہاں تک کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بھی وہاں دم مارنے کی مجال نہیں رکھتے۔ لیکن اتنی وسعتوں کے باوجود اللہ کے علم لامحدود سے اس کی نسبت ذرّہ اور صحرا، قطرہ اور دریا کی بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم حادث اور عطائی ہے۔ جبکہ رب تبارک و تعالیٰ کا علم ذاتی اور قدیم ہے۔

نیز علمِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وسعتوں کے متعلق چند ایمان افروز اقوال ملاحظہ فرمایئے۔

امامِ اہل سنت، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حافظ الحدیث سیدی احمد المالکی، غوث الزماں سید شریف عبد العزیز مسعود حسنی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر (ان پانچ علوم میں سے بھی) کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے جن کا (سورۂ لقمان کی چونتیسویں) آیتِ مبارکہ میں ذکر ہے۔ (یعنی قیامت کب آئے گی؟ بارش کب برسے گی؟ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے؟ کل کیا ہوگا؟ فلاں کہاں مرے گا؟) اور یہ چیزیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیونکر پوشیدہ رہ سکتی ہیں حالانکہ:

''وَالْاَقْطَابُ السَّبْعَةُ مِنْ اُمَّةِ الشَّرِيْفَةِ يَعْلَمُوْنَهَا وَهُمْ دُوْنَ الْغَوْثِ فَكَيْفَ بِالْغَوْثِ، فَكَيْفَ بِسَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ الَّذِىْ هُوَ سَبَبُ كُلِّ شَيْءٍ وَمِنْهُ كُلُّ شَيْءٍ۔''

''حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے ساتوں قطب ان (پانچ علوم) کو جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے۔ پھر غوث کا کیا کہنا؟ پھر ان کا کیا پوچھنا جو سب اگلوں، پچھلوں سارے جہاں کے سردار اور ہر چیز کے (وجود کا) سبب ہیں اور ہر شے ان ہی سے ہے۔''

(تحفظِ عقائدِ اہلسنت ص ۴۵۸)

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدۂ بردہ شریف میں عرض کرتے ہیں کہ:

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یعنی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دنیا و آخرت دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح و قلم (جس میں جو ہوگیا اور جو کچھ ہوگا سب کچھ لکھا ہوا ہے) کا علم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا ایک ٹکڑا ہے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ یوں گویا ہوتے ہیں ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

یعنی ''محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باوفا بن جاؤ۔ ان کی محبت وعشق میں اپنی زندگی کو فنا کردو۔ ان کی ہر ادا کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالو تو پھر یہ جہاں ہی نہیں بلکہ لوح و قلم بھی تمھارے ہوجائیں گے۔''

لیکن ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیجیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ مبارکہ کے حوالے سے کسی سے بحث مباحثہ میں نہیں الجھنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری یا مخالف کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت کے خلاف ہو اور جس کے نتیجے میں فریقین کا ایمان جاتا رہے اور ان کو خبر تک نہ ہو۔ لہٰذا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت دل میں رکھتے ہوئے اپنے عقیدے اور ایمان کو درست رکھیے۔

اللہ جلّ شانہٗ کا علم لامحدود ہے اور اسی کی ذات سے وابستہ ہے اور ربِ کریم نے اپنی مخلوق کے اندر سب سے زیادہ علم اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہری وباطنی دونوں علوم عطا فرمائے اور ہمارے آقا ومولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک جتنے بھی علوم ہوں گے، ان سب علوم سے واقف ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ جانتے ہیں۔

دنیاوی علم جس کے بل پر انسان نت نئی سائنسی ایجادات کرتا ہے جو عام انسان کی سمجھ سے بالا تر ہوتی ہیں، وہ بھی ربِّ کریم کا عطا کردہ ہے اور اسے انسان ہی انسان سے سیکھتے ہیں اور جو جس چیز کا ماہر ہوتا ہے وہی چیز دوسرے کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سکھا سکتا ہے۔ جبکہ ہمارے ایمان اور عقیدۂ توحید کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب جاننے والوں سے زیادہ جاننے والا ہے۔ تو جسے ربِ کریم پڑھا اور سکھادے تو اس کے علم کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ اور یہ بھی واضح رہے کہ عام آدمی اور اللہ تعالیٰ کے پڑھانے میں بہت فرق ہے، جس کو الفاظ میں بیان ہی نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معلم و مُربّی خود رب تبارک و تعالیٰ ہے تو ان کے علم کی عظمت و رفعت کا کیا عالم ہوگا؟ اس تک انسانی عقل وفہم کی رسائی ممکن ہی نہیں ہے۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ بھی جانتے ہیں، سب اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی عطا سے ہی جانتے ہیں۔

اللہ رب العزت ہم سب کو بھی بحرِ علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک قطرہ عطا فرمادے اور ان کی عظمت و رفعت کے گیت ہمیشہ ہماری زبانوں پر جاری و ساری رکھے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نورانیتِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت پیدا فرمایا، جب کائنات میں کچھ نہ تھا۔ عرش سے فرش تک کسی نوری یا مادی وجود کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔ مدتوں تک اس نور کو حجاباتِ عظمت میں رکھا گیا اور براہِ راست اللہ تعالیٰ نے اپنے انوار سے اس کی پرورش فرمائی اور اسے شرفِ نبوت و رسالت سے سرفراز کیا۔ پھر طویل زمانوں کے بعد جب ارواحِ انبیائے کرام علیہم السلام کی تخلیق عمل میں آچکی تو ارواحِ انبیا علیہم السلام کو اس نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت عطا کی گئی اور ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کروائی گئی اور اس کے توسط سے انھیں نعمتِ نبوت سے فیضیاب فرمایا گیا۔

نورانیتِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قرآنِ حکیم کی روشنی میں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ (آلِ عمران ۳/۸۱)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''اور اے محبوب ﷺ! وہ وقت یاد فرمایئے، جب اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تمھیں کتاب وحکمت سے سرفراز کروں، پھر تمہارے پاس وہ رسول (ﷺ) تشریف لائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور بالضرور اس رسول (ﷺ) پر ایمان لانا اور لازماً اس کی مدد کرنا۔ پھر فرمایا، کیا تم سب (انبیاً) نے اقرار کیا؟ اور کیا یہ بھاری ذمہ داری تم نے اٹھالی؟ سب (انبیاً) نے عرض کیا، ہاں، ہم نے اقرار کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم سب ایک دوسرے پر گواہ بن جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔''

اسی نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

(المائدۃ ۵/۱۵)

''بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور روشن کتاب آ گئی ہے۔''

جمہور مفسرینِ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ سورۂ مائدہ کی اس آیتِ کریمہ میں نور سے مراد ''نبیٔ اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ'' ہے اور روشن کتاب سے مراد ''قرآنِ حکیم'' ہے۔

امام ابوجعفر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:

''بِالنُّوْرِ مُحَمَّدًا ﷺ اَلَّذِیْ اَنَارَ اللّٰهُ بِهِ الْحَقَّ وَاَظْهَرَ بِهِ الْاِسْلَامَ وَمُحِقَّ بِهِ الشِّرْكَ فَهُوَ نُوْرٌ لِمَنِ اسْتَنَارَ بِهٖ۔'' (جامع البیان)

''نور سے مراد یہاں ذاتِ پاک محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کر دیا، اسلام کو ظاہر فرمایا، شرک کو نیست ونابود کیا، حضورِ اکرم ﷺ نور ہیں، مگر اس کے لیے جو اس نور سے (دل کی آنکھوں کو) روشن کرنا چاہے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صاحبِ روح المعانی لکھتے ہیں:

وَهُوَ نُوْرُ الْاَنْوَارِ وَالنَّبِيِّ الْمُخْتَارِ ﷺ (روح المعانی)

''وہ تمام انوار کا نور ہیں اور وہ نبیٔ مختار ﷺ ہیں۔''

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔

۱۔نور سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں اور کتاب سے مراد قرآنِ حکیم ہے۔

۲۔نور سے مراد اسلام اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔

۳۔نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن ہے۔

علامہ رازی رحمہ اللہ اس قول کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''وَهٰذَا ضَعِيْفٌ'' اور یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ یہاں واؤ عاطفہ آیا ہے اور عطف تغائر (فرق و غیریت) چاہتا ہے یعنی دونوں چیزوں سے مراد ایک چیز نہیں ہوسکتی بلکہ نور الگ ہے اور کتاب الگ۔ (تفسیر کبیر)

ان تفاسیر کے علاوہ تفسیر ماوردی ج ۲، ص ۲۲، تفسیر معالم التنزیل ج ۲، ص ۱۷، تفسیر الوسیط فی تفسیر القرآن ج ۲، ص ۱۶۹ اور تفسیر البغوی وغیرہ میں بھی ''نور'' سے مراد نبیٔ اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔

نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

حضرت امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور امام مسلم ارحمہم اللہ علیہم کے استاد حافظ الحدیث عبد الرزاق ابو بکر بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، مجھے بتا دیجئے، کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

يَاجَابِرُ! اِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَآءِ نُوْرِهٖ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ فَجَعَلَ ذٰلِكَ النُّوْرُ يَدُوْرُ بِالْقُدْرَةِ حَيْثُ شَآءَ اللهُ تَعَالٰى وَلَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَلَا قَلَمٌ وَلَا جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ وَلَا مَلَكٌ وَلَا سَمَآءٌ وَلَا شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ وَلَا جِنٌّ وَلَا اِنْسٌ.....الخ

(مقامِ رسول ﷺ صفحہ ۲۱۹ بحوالہ روح المعانی جلد ۱۵، ص ۱۰۵)

''اے جابر (رضی اللہ عنہ)! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی ﷺ کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ وہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا، گردش کرتا رہا اس وقت لوح وقلم، جنت و دوزخ، فرشتے، آسمان، سورج، چاند، جن اور آدمی کچھ بھی نہ تھا۔''

ابنِ قطّان کی حدیث میں ہے کہ نبیٔ پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''كُنْتُ نُوْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّيْ قَبْلَ اٰدَمَ بِاَرْبَعَةِ عَشَرَ اَلْفٍ۔''

(زرقانی، شرح المواہب جلد ۱ صفحہ ۴۸)

''میں پیدائشِ آدم سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کے سامنے نور تھا۔''

علّامہ ابن الحاج رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا اور یہ نور اللہ عزّوجلّ کے سامنے سجدہ کرتا رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کے چار حصے کیے۔ پہلے حصے سے عرش کو پیدا کیا، دوسرے حصے سے قلم کو پیدا کیا، تیسرے حصے سے لوح کو پیدا کیا، پھر قلم سے فرمایا، چل لکھ! اس نے کہا، اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ فرمایا، میں قیامت تک جو کچھ پیدا کرنے والا ہوں۔ پھر قلم لوح پر چلنے لگا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ لکھ دیا۔ پھر چوتھا حصہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر اس نور کے چار حصے کیے۔ پہلے حصے سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عقل کو پیدا کیا، دوسرے حصے سے معرفت کو پیدا کیا، اور اس کو لوگوں کے دلوں میں رکھا اور تیسرے حصے سے سورج اور چاند کے نور کو پیدا کیا، اور آنکھوں کے نور کو پیدا کیا، اور چوتھے حصے کو اللہ تعالیٰ نے عرش کے گرد رکھا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ تو یہ نور ان میں رکھا۔ پس عرش کا نور سیدنا محمد ﷺ کے نور سے ہے اور قلم کا نور سیدنا محمد ﷺ کے نور سے ہے اور لوح کا نور سیدنا محمد ﷺ کے نور سے ہے اور دن کا نور حضورِ اکرم ﷺ کے نور سے ہے او رعقل کا نور آپ ﷺ کے نور سے ہے اور معرفت کا نور آپ ﷺ کے نور سے ہے اور سورج، چاند اور آنکھوں کا نور آپ ﷺ کے نور سے ہے۔''

(تفسیر تبیان القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ بحوالہ المدخل جلد ۲ صفحہ ۳۰ تا ۳۳)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ:

''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ'' (مدارج النبوۃ ج ۱، ص ۱)

''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔''

احادیث میں تطبیق (موافقت)

بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور بعض میں ہے کہ عقل و روح وغیرہ کو پیدا فرمایا۔ تو ان مختلف روایات میں علمائے کرام نے تطبیق کی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی (متوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ:

''میں کہتا ہوں کہ ان میں موافقت اس طرح ہے کہ ہر چیز کی اولیت اضافی ہے اور ہر چیز اپنے بعد والوں کے اعتبار سے اول ہے۔'' (عمدۃ القاری، ج ۱۵، ص ۱۰۹)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نواب وحید الزماں (غیر مقلدین کے مشہور عالم) لکھتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے خلق کی ابتداً نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی، پھر عرش کو پیدا کیا، پھر پانی کو، پھر ہوا کو، پھر دوات، قلم اور لوح کو پیدا کیا، پھر عقل کو پیدا کیا۔ پس آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے، ان کی پیدائش کا مادۂ اولیٰ ''نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہے۔''

اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

''وہ جو حدیث میں وارد ہے کہ سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، اور سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا۔ اس سے مراد اولیتِ اضافیہ ہے۔''

(ہدیۃ المھدی صفحہ ۵۶، ماخوذ از تبیان القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۳۶)

ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (حدیث ''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ'' کی شرح میں) فرماتے ہیں:

''قلم کی اولیت اضافی ہے اور اوّلِ حقیقی نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔''

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۱۳۹)

خاص مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے علماً کی آراً

یہاں صرف ان چند علمائے کرام کی آراً نقل کی جارہی ہیں جن کے پیروکار، نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواز پیش کرنے والوں سے اختلاف رکھتے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اپنے نور سے (بایں معنٰی کہ نورِ الٰہی اس کا مادہ نہ تھا، بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں اللہ تعالیٰ کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

منظور ہوا، سیر کرتا رہا۔۔۔۔۔۔۔الخ

(نشر الطیب فی ذکر النّبی الحبیب ﷺ، صفحہ ٦)

علامہ عاشق الٰہی میرٹھی صاحب (المائدہ ۵/۱۵ کے تحت) لکھتے ہیں کہ:

''نور سے مراد سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔''

(تفسیر انوار البیان جلد ۳ صفحہ ۵۷)

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں کہ:

'' آنحضرت ﷺ نے اپنی ذات کو اتنا مطہّر بنالیا کہ نورِ خالص بن گئے۔حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نور فرمایا اور شہرت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا،اور ظاہر ہے کہ نور کے علاوہ ہر جسم کا سایہ ضرور ہوتا ہے۔'' (امداد السلوک صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۰)

مولانا سید میاں اصغر حسین صاحب محدث دار العلوم دیو بند سے سوال کیا گیا کہ'' سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ جواب میں فرمایا نورِ محمد ﷺ کو۔حدیث شریف میں ہے '' اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔''

ایک دوسرے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

'' نبیٔ کریم ﷺ کے (نور کے) بعد سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا۔''

(رسالہ علم الاولین، صفحہ ٦٠)

اہلِ سنت کا نظریہ

ہمارا ایمان اور نظریہ یہ ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ بشر ہیں، لیکن ہم جیسے بشر نہیں۔ بلکہ افضل البشر ہیں اور جو شخص حضورِ اکرم ﷺ کی بشریت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''جو مطلقاً حضورِ اکرم ﷺ سے بشریت کی نفی کرے، وہ کافر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ (بنی اسرائیل ۱۷/ ۹۳)

''فرماؤ، پاکی ہے میرے رب کی، میں کون ہوں؟ مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۶۷)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''جن عقل کے اندھوں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح تصور کیا، بالآخر منکر ہو گئے اور جن سعادت مندوں نے ان کو رسالت اور رحمتِ عالمیاں ﷺ کے طور پر دیکھا اور تمام لوگوں سے ممتاز و سرفراز سمجھا، وہ ایمان کی سعادت سے مشرف ہو گئے اور نجات پانے والوں میں شامل ہو گئے۔'' (تحفظ عقائد اہلسنت صفحہ ۷۵۴)

اہلِ سنت بشریت کو بھی مانتے ہیں اور نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ کے بھی قائل ہیں لیکن نورانیت سے یہ مراد نہیں لیتے کہ نعوذ باللہ نبی پاک ﷺ اللہ کے نور کا کوئی جزو ہیں۔ جیسا کہ بعض لوگوں کو شبہ ہوتا ہے بلکہ آپ ﷺ کا نور مخلوق ہے یعنی اللہ کا نور اس کا مادہ نہ تھا بلکہ اللہ کے نور کے فیض سے اس نورِ محمدی ﷺ کو پیدا کیا گیا۔

امام زرقانی، شرح المواہب میں (حدیثِ نور کی وضاحت) فرماتے ہیں کہ:

''اس حدیث میں نورِ محمدی ﷺ کے نورِ الٰہی سے خلق ہونے کے معنیٰ یہ نہیں کہ خود نورِ الٰہی اس نور کا مادۂ تخلیق تھا، بلکہ مراد یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے نورِ محمدی ﷺ کو بلاواسطہ اپنے تعلق و ارادہ سے اپنے نورِ ذات کے براہِ راست

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فیض کے ساتھ پیدا فرمایا اور ''مِنْ نُّوْرِہٖ'' میں اضافت تشریفیہ ہے (یعنی عزت وکرامت کے لیے) جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا کہ:

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (ص ۳۸/ ۷۲)

''اور میں نے آدم (علیہ السلام) میں اپنی روح پھونکی۔''

اسی طرح ابوشیخ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے:

''خُلِقَتِ الْمَلَآئِكَةُ مِنْ نُّوْرِ عِزَّةٍ۔''

''ملائکہ نورِ عزت سے پیدا کیے گئے ہیں۔''

یہاں نورِ عزت کی اضافت بھی اسی طرح تشریفی ہے جیسے ابتداً میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ''مِنْ نُّوْرِہٖ'' کے الفاظ میں، نورِ الٰہی سے تخلیق ہونے کا تشریفاً ذکر آیا ہے۔ (سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج دوم، ص ۲۰۲)

نور سے مراد نورِ معنوی ہے یا حسی؟

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور، نورِ معنوی ہے یا نورِ حسّی؟

اس سلسلے میں سعید ملت، حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں کہ:

''اس میں اختلاف ہے کہ اس (نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مراد نور ہدایت اور نورِ معنوی ہے یا اس سے مراد نورِ حسّی ہے۔ جیسے چاند اور سورج کا نور۔ (جو محسوس ہوتا اور نظر آتا ہے) امام ابن جریر، علامہ سمرقندی حنفی، علامہ بیضاوی، علامہ احمد خفاجی حنفی، ملا علی قاری اور علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی ارحمہم اللہ کی تفسیروں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نورِ ہدایت ہیں اور علامہ آلوسی اور بعض دیگر علماء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ''نورِ حسّی'' ہیں۔''

پھر لکھتے ہیں، معتبر روایات سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیٔ اکرم ﷺ کو ''نورِ حسّی'' سے بھی وافر حصہ عنایت فرمایا تھا۔''

(تبیان القرآن ج ۳،ص ۱۳۴ تا ۱۳۸)

خلاصۂ کلام:

مختصر یہ کہ ہمار اعقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ ہمارے نبیٔ مکرم حضرت سیدنا محمد مصطفی ﷺ کی سیرتِ مبارکہ نورانیت و بشریت دونوں کمالات کی جامع ہے۔ آپ ﷺ بے مثل کامل بشر، سید البشر اور افضل البشر ہیں۔ کائنات میں سب سے زیادہ حسین ہیں۔ آپ ﷺ نورِ ہدایت ہیں اور نورِ حسّی سے بھی آپ ﷺ کو وافر حصہ ملا ہے۔ جو آپ ﷺ کو اپنی مثل بشر کہتے ہیں، وہ بدعقیدگی کا شکار ہیں۔ آپ ﷺ کا نور، تمام انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ و السلام اور ہر شئ سے پہلے پیدا کیا گیا اور بشر و انسان کی صورت میں تمام انبیأ و رسل علیہم السلام کے بعد ختمِ نبوت کا تاج پہنا کر آپ ﷺ کو پیدا فرمایا گیا۔ آپ ﷺ کا نور، نورِ الٰہی کا کوئی جزو نہیں، بلکہ نورِ الٰہی کے فیض سے پیدا کیا گیا اور مخلوق ہے اور جن احادیث میں قلم وغیرہ کے سب سے پہلے پیدا کرنے کا ذکر ہے، اس سے اولیت اضافیہ مراد ہے۔ یعنی آپ ﷺ کے نور کے بعد سب سے پہلے قلم کو اور قلم کے بعد سب سے پہلے فلاں چیز کو پیدا کیا گیا۔

حضورِ اکرم ﷺ کی نورانیت کی رفعت ومنزلت دیکھنا ہو تو واقعۂ معراج کا مطالعہ کیجیے کہ جب حضور پر نور، سرکارِ دوعالم ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے ہمراہ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ، پھر وہاں سے آسمانوں تک اور پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام وہاں رک گئے اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کرنے لگے، یارسول اللہ ﷺ! اگر میں اس مقام سے بال برابر بھی آگے بڑھا تو میں نورِ الٰہی کی تجلّی سے خاکستر ہو جاؤں گا۔

بقول شاعر ؎

جلتے ہیں جبرائیل کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا، تم ہی تو ہو

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نبیٔ کریم ﷺ تنِ تنہا اس مقام تک تشریف لے گئے جس کی کیفیت الفاظ کے پیمانوں میں سما نہیں سکتی۔ بس قرآنِ مجید کے الفاظ میں اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ (النجم ۵۳/ ۸ تا ۱۰)

''پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر، بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پس وحی کی اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔''

اسی مقامِ قرب میں نورِ مجسم، حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ظاہری جسمانی آنکھوں کے ساتھ اللہ جلّ شانہٗ کا دیدار کیا اور اس سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل کیا یہ رسول اللہ ﷺ کی نورانیت کی روشن دلیل ہے کیونکہ نوری مخلوق ملائکہ کے سردار حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام بھی سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بڑھنے سے معذرت خواہ ہوئے۔ لیکن ''نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰهِ'' ﷺ اس مقام سے بہت آگے وہاں تک تشریف لے گئے کہ جہاں تک کسی اور کی رسائی نہ ہوئی تھی اور نہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کبھی ہوگی۔

آخر میں اہلِ ذوق کے ایمان کی تازگی کیلئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا مختصر حصہ پیشِ خدمت ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

اَنْتَ الَّذِی لَوْلَاكَ مَاخُلِقَ امْرَءٌ
كَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاكَا
اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُّوْرِكَ لِلْبَدْرِ السَّنَا
وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بَهَاكَا

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی۔''

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے چاند روشن ہے اور سورج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے نورِ زیبا سے چمک رہا ہے۔''

(سیرۃِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۱۹)

اللہ رب العزت ہمیں اپنے حبیبِ مکرم، نورِ مجسم، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت وعظمت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اختیاراتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات وصفات میں یکتا وتنہا ماننا ''توحید'' کہلاتا ہے۔ یعنی جیسا باری تعالیٰ ہے، ویسا کوئی بھی نہیں۔ اگر کوئی اللہ رب العزت جیسا کسی اور کو بھی ذات یا کسی صفت میں مانتا یا تسلیم کرتا ہے تو وہ شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔

علم، سمع (سننا) بصر (دیکھنا) وغیرہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اگر ان صفات میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہرایا جائے تو شرک ہوگا۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہم کسی دوسرے کے لیے علم ثابت کردیں تو کیا یہ شرک ہوگا؟ سمیع وبصیر (سننا اور دیکھنا) اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اگر ہم کسی دوسرے کے لیے سننے اور دیکھنے کی صفات ثابت کردیں تو کیا یہ بھی شرک ہوگا؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ حیات ثابت ہے۔ اگر ہم کسی دوسرے کو حیات کی صفت کا حامل کہیں تو کیا ہم مشرک ہوگئے؟

تو اس سلسلے میں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ دراصل جو حیات ہم اللہ تعالیٰ کے لیے مانتے ہیں، وہ حیات نہ ہم اپنے لیے مانتے ہیں نہ کسی اور کے لیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی دینے والا ہے۔ وہ ہمیں زندہ کرتا ہے، مارتا ہے پھر زندہ کرے گا اور جنت میں ہمیشہ کی زندگی عطا فرمائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کوئی حیات دینے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

والا نہیں۔ وہ خود سے ہے، ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔

ہماری حیات (زندگی) عارضی ہے، اس کی دی ہوئی ہے، محدود اور فانی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی حیات عارضی، عطائی، فانی اور محدود نہیں۔ جب یہ تسلیم کرلیا تو شرک ختم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ قادر و مختار ہے۔ اس کے حکم کے بغیر کوئی پتّہ بھی نہیں ہل سکتا۔ انسان بولتا ہے، چلتا ہے، کھاتا پیتا ہے، سوتا اٹھتا ہے۔ غرض جو بھی کام کرتا ہے، یہ اللہ کے عطا کردہ اختیار کی وجہ سے ہے۔ اگر وہ نہ چاہے تو انسان کچھ بھی نہ کرسکے۔ پس بولنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے کی قدرت اور جو اختیار اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو دیا ہے اس کی وجہ سے انسان بھی مختار ہوا۔ فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مختار ہونے میں کسی کا محتاج نہیں، بلکہ وہ ذاتی طور پر مختار ہے اور بندہ مختار ہونے میں اللہ کا محتاج ہے۔

علم انسانیت کا زیور اور اللہ کی صفت ہے۔ فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اپنا اور ذاتی ہے۔ جبکہ ہمارا علم اسی کا عطا کردہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے اور فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو ''سمیع و بصیر'' بنایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی تمام صفات بے نیاز و غنی ہوکر لامحدود ہیں اور بندوں کی تمام صفات اس کی حاجت مند اور نیاز مند ہوکر محدود و مقید ہیں۔ کیونکہ انہیں یہ صفات رب نے دیں۔ انسان خود اور اس کی تمام صفات اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہیں۔

ایک مسلمان کا یہ ایمان و عقیدہ ہے کہ مخلوق، خالق (پیدا کرنے والا) کی محتاج ہے اور خالق کے وجود کے بغیر مخلوق کا وجود ہو ہی نہیں سکتا، اور مخلوق جس طرح پیدائش میں خالق کی محتاج ہے۔ اسی طرح موت کے لیے بھی اسی کی محتاج ہے۔ یونہی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو سب کچھ دے سکتا ہے، کیونکہ وہ الٰہ و معبود ہے مگر الوہیت نہیں دیتا۔ اس لیے کہ الوہیت مستقل ہے اور عطائی چیز مستقل نہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوسکتی۔

مشرکین و مؤمنین کے درمیان یہی بنیادی فرق ہے کہ وہ غیر ا للہ کے لیے ''عطائے الوہیت'' کے قائل تھے اور مؤمنین کسی مقرب سے مقرب ترین ہستی حتیٰ کہ حضور سید المرسلین ﷺ کے حق میں بھی الوہیت اور غنائے ذاتی کے قائل نہیں۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد مسئلہ ''اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ'' کو سمجھنا مشکل نہیں ہے، کیونکہ اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی عطا اور اس کے اذن سے آپ ﷺ جس چیز کو چاہتے، حلال کردیتے اور جسے چاہتے، حرام فرمادیتے۔ کنکریوں کو حکم دیتے تو وہ بول پڑتیں، درخت کو بلاتے تو وہ چل کر قدموں میں آجاتا، چاند کو اشارہ فرماتے تو وہ دوٹکڑے ہوجاتا، ڈوبا ہوا سورج لوٹ آتا، مردے کو حکم دیتے تو وہ زندہ ہوجاتا۔

ہر وہ شخص جو قرآنِ حکیم کو پڑھتا اور سمجھتا ہے وہ اس چیز سے بخوبی واقف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام برص و کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتے، مادرزاد اندھوں کو بینائی عطا کرتے اور مُردوں کو زندہ فرماتے تھے۔ پھر خود اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو شخص میرے کسی دوست سے دشمنی رکھے میں اسے خبردار کرتا ہوں کہ میں اس سے جنگ کروں گا۔ اور میرا بندہ فرائض کی پابندی کے ساتھ نوافل کے معمول سے میرے اتنا قریب ہوجاتا ہے کہ میں اسکے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اسکا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ وہ مجھ سے اگر کچھ مانگتا ہے تو میں اسکو دیتا ہوں۔

(صحیح بخاری، الرقاق، التواضع)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جب اللہ کے عام نیک بندوں کا یہ مقام ہے تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟

اور یہ چیز بھی ثابت ہے کہ فرشتہ انسان میں روح پھونکتا اور جان بھی نکالتا ہے۔بعض فرشتے بارش برساتے،بعض ہوا چلاتے اور بعض دیگر امور انجام دیتے ہیں۔ حالانکہ بیماروں کو شفا دینا، مُردوں کو زندہ کرنا، انسان کو زندگی اور موت دینا، ہوا چلانا اور بارش برسانا یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے ہیں۔حقیقت میں وہی سب کچھ کرتا ہے،لیکن مخلوق کو اگر ظاہری سبب بنادیا جائے تو اس کے ذریعے یہ کام اسی کی عطا سے سرانجام پاتے ہیں۔

مثلاً قرآن پاک میں سیدنا ابرہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ آپ نے اللہ سے عرض کی،تو مردوں کو کیسے زندہ فرماتا ہے؟ اللہ نے فرمایا، کیا تمہیں اس پر یقین نہیں؟ عرض کی، یقین کیوں نہیں، میں توصرف اطمینان قلب چاہتا ہوں۔تب اللہ کے حکم سے آپ نے چار پرندے لیئے،ان کوٹکڑے ٹکڑے کرکے الگ الگ جگہوں پر رکھ دیا، پھر جب انہیں بلایا تو وہ صحیح وسالم پرندے بن کر آپ کے پاس حاضر ہوگئے۔ (البقرہ ۲ / ۲۶۰)

اسی طرح قرآن وحدیث سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ اللہ کی عطا اور اذن سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کئی امور میں اختیارات رکھتے ہیں۔

قرآن حکیم سے استدلال

اختیاراتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں چند آیاتِ قرآنی پیش خدمت ہیں۔

ا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف ۷ / ۱۵۷)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''اور (نبیٔ امّی ﷺ) حلال کرتے ہیں ان کے لیے پاک وستھری چیزیں اور حرام فرماتے ہیں ان پر گندی چیزیں۔''

۲۔ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ (التوبۃ ۹/ ۲۹)

''اور (وہ کفار) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حرام کردہ شئے کو حرام نہیں مانتے۔''

۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ۔ (التوبۃ ۹/ ۵۹)

''اور کیا خوب تھا، اگر وہ راضی ہوتے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے دیئے پر، اور کہتے اللہ ہمیں کافی ہے۔عنقریب اللہ ہمیں عطا فرمائے گا اپنے فضل سے اور اس کا رسول (ﷺ)۔''

۴۔ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ (التوبۃ ۹/ ۷۴)

''اور کیا چیز انھیں ناگوار گزری، یہی کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انھیں اپنے فضل سے غنی کردیا۔''

۵۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۘ (الحشر ۵۹/ ۷)

''اور جو چیز تمھیں رسول (ﷺ) دے دیں، اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کریں، اس سے رک جاؤ۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ان مذکورہ آیاتِ قرآنی کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام بھی ٹھہراتے ہیں۔ نیز یہ کہ کفار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حلال وحرام کردہ اشیأ کو نہیں مانتے اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ خود، اور اس کے حبیب ﷺ اس کی عطا سے جس کو چاہیں، غنی کردیں اور جس کو چاہیں، کسی نعمت سے نواز دیں اور یہ سب کچھ آپ ﷺ اللہ کی عنایت اور اذن سے ہی کرتے ہیں۔

احادیثِ مبارکہ سے استدلال

اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ کے سلسلے میں چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میں ہلاک ہوگیا یا رسول اللہ ﷺ! رسولِ پاک ﷺ نے فرمایا: کس چیز نے تمہیں ہلاک کردیا؟ اس نے کہا، میں نے رمضان المبارک میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم غلام آزاد کرسکتے ہو؟ کہنے لگا، نہیں۔ فرمایا: کیا تم دو مہینے متواتر روزے رکھ سکتے ہو؟ کہا، نہیں۔ پھر فرمایا: کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ کہنے لگا، نہیں! پھر وہ بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر میں نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں کھجور کا ٹوکرا لایا گیا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا، کہ (ان کھجوروں کو ہی) صدقہ کردو، اُس نے عرض کیا، کہ مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی گھر والا ایسا نہیں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو۔

فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى بَدَتْ اَنْيَابُهٗ ثُمَّ قَالَ اِذْهَبْ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ۔ (صحیح مسلم، ایصام، تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان ج ا ص ۳۵۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

'' حضورِ پُر نور ﷺ یہ سنکر مسکرا پڑے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی ڈاڑھیں مبارکہ ظاہر ہوگئیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اسے لے جاؤ اور اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔''

چونکہ رمضان المبارک کے دنوں میں روزے کی حالت میں جماع حرام ہے اسلیئے ایسا کرنے والے پر روزے کی قضا وکفارہ دونوں لازم آتے ہیں۔ اور فقہائے احناف کے مطابق کفارہ میں ترتیب بھی ضروری ہے۔ یعنی سب سے پہلے غلام آزاد کرنا ہی ضروری ہے، اگر اسکی طاقت نہ ہو یا غلامی کا دور ہی نہ ہو، تو پھر ساٹھ روزے متواتر رکھنے ضروری ہیں اور اگر اسکی بھی استطاعت نہ تو ساٹھ مسکینوں کو (دووقت کا) کھانا کھلانا ضروری ہے۔

(تفہیم المسلم ملخص ج ۲ ص ۱۳۱)

لیکن مذکورہ بالا حدیثِ مبارکہ میں جو رخصت دی گئی ہے، یہ خاص اُن صحابی رضی اللہ عنہ کو نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنے خصوصی اختیار کی وجہ سے دی ہے۔ کسی اور کیلیئے ایسا کرنا جائز نہیں۔

۲۔ حُمید بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَآ اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ

''جس کیلیئے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور بیشک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔''

(صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۶، کتاب العلم باب مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ)

۳۔ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سنو! مجھے قرآن کے ساتھ اس کی مثل دی گئی ہے۔ سنو! عنقریب ایک شکم سیر آدمی مسند پر بیٹھ کر کہے گا۔ صرف اس قرآن پر عمل کرو۔ جو اس میں حلال ہے، اسے حلال قرار دو، اور جو اس میں حرام ہے، اسے حرام قرار دو۔ (اس میں کوئی شک نہیں کہ) جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا، وہ ایسا ہی ہے جیسا اللہ نے اس کو حرام قرار دیا ہو۔ سنو! تمھارے لیے پالتو گدھے حلال نہیں ہیں اور نہ پھاڑنے والے درندے، نہ ذمّی کی گری ہوئی چیز، سوائے اس کے کہ اس کا مالک اس چیز سے مستغنی ہو۔''

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۹ ماخوذ از شرح صحیح مسلم جلد ۲، صفحہ ۲۶۸)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو محض پیغام رساں اور ایلچی بنا کر نہیں بھیجا تھا، بلکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیّت کے نمائندے تھے۔ لہٰذا قرآن کریم کے ساتھ ساتھ سنت مصطفٰے ﷺ کے مطابق عمل پیرا ہونا نہایت ضروری ہے، کیونکہ حدیثِ مبارکہ قرآنِ حکیم کی تفسیر و وضاحت ہے۔

۴۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے (بقرعید کے دن) فرمایا:

آج جو ہم پہلا کام کرتے ہیں وہ نماز ہے، پھر نماز سے لوٹ کر قربانی کرتے ہیں۔ جو شخص ایسا کرے یعنی نماز پڑھ کر قربانی کرے تو اُس نے ہماری سنت پر عمل کیا، اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی، تو وہ قربانی نہ ہوئی، بلکہ اُس نے اپنے گھر والوں کیلئے گوشت کاٹا، وہ عبادت میں داخل نہ ہوگی۔ یہ سن کر حضرت ابو بُردہ بن نیار کھڑے ہوئے، انہوں نے (نماز سے پہلے) قربانی کر لی تھی، کہنے لگے، یارسول اللہ ﷺ! (اب تو) میرے پاس بکری کا چھوٹا بچّہ (چھ ماہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا) ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا،تم اُسے ذبح کرلو۔لیکن

''وَلَنْ تُجْزِیَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ۔''

''اور تیرے بعد کسی اور کو ایسے بکری کے (چھوٹے) بچّہ کی قربانی کرنے کی اجازت نہیں۔''

(صحیح بخاری، کتاب الاضاحی، باب سنۃ الضحیۃ ج ۲ ص ۸۳۲)

شہروں میں چونکہ نمازِ عید کے اجتماعات ہوتے ہیں، اس لیئے کسی بھی شہر میں نمازِ عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوگی۔ھاں گاؤں دیہات جہاں نمازِ عید نہیں ہوتی وہاں نمازِ فجر کے بعد قربانی کی جاسکتی ہے، حضرت ابو بُردہ رضی اللہ عنہ نے شہر میں نمازِ عید سے پہلے قربانی کرلی تھی لہٰذا اُسے قربانی نہیں ،گوشت قرار دیا گیااور جب حکم ہوا کہ قربانی عید کے بعد ہوتی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، کہ میرے پاس تو صرف چھ ماہ کا بکری کا بچّہ ہے جبکہ بکری کا کم از کم ایک سال کا ہونا ضروری ہے۔نبیٔ اکرم ﷺ نے حضرت ابو بُردہ رضی اللہ عنہ کو اپنے خصوصی اختیار کو استعمال کرتے ہوئے چھ ماہ کے بچّہ کی قربانی کو جائز قرار دیا اور دوسروں کیلیئے منع فرمادیا۔

۵۔حضرت امِّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ:

یُبَایِعْنَكَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ.....الخ نازل ہوئی،تو ان باتوں میں نوحہ(کی ممانعت بھی تھی)حضرت امّ عطیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی:

''یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا اٰلَ فُلَانٍ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا اَسْعَدُوْنِیْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَلَابُدَّلِیْ مِنْ اَنْ اُسْعِدَهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا اٰلَ فُلَانٍ''

''یارسول اللہ ﷺ! میں سوائے فلاں قبیلہ کے نوحہ نہیں کرونگی، کیوں کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں میرے ساتھ نوحہ کرنے میں مدد کی تھی ،اب میرے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لیئے تو ضروری ہے کہ میں ان کی مدد کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سوائے اس قبیلہ کے۔(کہیں اور اجازت نہیں)

(صحیح مسلم، الجنائز، فی النہی عن النیاحۃ ج۱، ص ۳۰۴)

۶۔حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی ورقوں سے نقل کر کے قرآنِ کریم کو جمع کیا، لیکن سوائے سورۃ احزاب کی ایک آیت مجھے کہیں بھی نہ ملی حالانکہ میں نے نبیٔ پاک ﷺ کو اُسے پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ آخر وہ آیت صرف ایک صحابی حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس مجھے ملی، یہ خزیمہ رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کی اکیلے کی گواہی نبی پاک ﷺ نے ایک مقدمہ میں دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دی تھی۔

''شَهَادَتَهٗ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ وَهُوَ قَوْلُهٗ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔''

(صحیح بخاری، جہاد، قول اللہ عزّوجل من المؤمنین رجال۔۔۔الخ ج۱ ص ۳۹۴)

حضرت خزیمہ کی گواہی دو آدمیوں کے برابر، یہ وہ خصوصیت ہے جو نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنے اختیارِ خصوصی سے آپ کو عطا فرمائی۔ کسی اور اکیلے فرد کی گواہی دو کے برابر نہیں ہوسکتی۔

۷۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد الرحمن اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ دونوں کو خارش کی وجہ سے۔(جبکہ عام مسلمان مردوں پر ریشم حرام ہے یہ نبیٔ اکرم ﷺ کا وہ خصوصی اختیار ہے جس کی وجہ سے حضرت زبیر اور حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہما اس سے مستثنیٰ ہیں۔)

(صحیح بخاری، لباس ما یرخص رجال من الحریر۔ ج۲ ص ۸۶۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۸۔ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لیے موزے پر مسح کی مدت تین راتیں مقرر فرمائی اور اگر مانگنے والا مانگتا رہتا، تو ضرور حضورِ اکرم ﷺ پانچ راتیں کر دیتے۔

(ابو داؤد جلد ا صفحہ ۲۱، الطحاوی جلد ا صفحہ ۱۱۸)

واضح ہوا کہ آپ ﷺ کو اختیار تھا تب ہی تو کہا کہ مانگنے والا مانگتا رہتا، تو آپ ﷺ پانچ راتیں کر دیتے۔

۹۔ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر مجھے امت پر دشواری کا خیال نہ ہوتا تو میں ان پر عشاءٔ تاخیر سے ادا کرنا اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنا فرض کر دیتا۔'' (مشکوٰۃ، الطھارۃ، السواک، ص ۴۴)

یعنی آپ ﷺ نے امت کے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمایا اور فرض نہ کیا اگر آپ ﷺ یہ خیال نہ رکھتے تو پھر مسواک ہر نماز کے وضو کے ساتھ فرض ہو جاتی۔

۱۰۔ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے عشاءٔ کی نماز میں دیر فرمائی۔ حتیٰ کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا اور نمازی مسجد میں سو گئے۔ پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا '' اگر مجھے امت کی دشواری کا خیال نہ ہوتا تو عشاءٔ کا یہی وقت ہوتا۔'' (صحیح مسلم کتاب المساجد باب وقت العشاءٔ و تاخیرھا)

یہاں بھی خصوصی اختیارِ مبارک کے تحت امت کے ساتھ نرمی والا معاملہ فرمایا

مندرجہ بالا احادیثِ نبوی ﷺ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شارع بنا کر (اختیار دے کر) بھیجا ہے۔ آپ ﷺ جس چیز کو چاہیں، فرض کر دیں اور جس چیز کو چاہیں، حرام کر دیں۔ البتہ آپ ﷺ کا چاہنا کبھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف نہیں ہوتا، بلکہ آپ ﷺ وہی چاہتے ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم ۵۳/ ۳، ۴)

''اور وہ اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتے، وہ وہی کہتے ہیں جو وحیٔ الٰہی ہوتا ہے۔''

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جو احکام اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان میں تخصیص اور استثنأ (جس کے لیے چاہیں، کوئی حکم خاص کردیں یا کسی کو مستثنیٰ قرار دیں) کا اختیار عطا فرمایا۔

ان مثالوں کے بیان کرنے سے معاذ اللہ یہ ظاہر کرنا مقصود نہیں ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے احکام کے مقابلے میں اپنے احکام نافذ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں متوازی اور مستقل شارع تھے، بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو محض پیغام رساں اور ایلچی بنا کر نہیں بھیجا، آپ ﷺ اللہ کے محض سفیر نہیں، بلکہ اس کی مرضی اور مشیت کے نمائندے تھے۔ اسرار الوہیت کے محرم اور مزاجِ خداوندی کے شناسا تھے۔ آپ ﷺ کا بنایا ہوا ہر قانون اور قاعدہ رضائے الٰہی کا مظہر تھا۔

(شرح صحیح مسلم (سعیدی، ملخص) جلد دوم، صفحہ ۲۶۸)

ائمہ کرام کے اقوال سے استدلال

قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ ائمہ کرام ارحمہم اللہ کے اقوال سے بھی اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ کا ثبوت ملتا ہے۔ چند اقوال پیش خدمت ہیں۔

۱۔ ابن سبع اور دیگر حضرات نے نبیٔ اکرم ﷺ کی خصوصیات میں یہ بات شمار کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین آپ ﷺ کو عطا فرمادی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آپ ﷺ جسے چاہیں، جتنی چاہیں عطا فرمادیں۔

(مرقاۃ المصابیح جلد دوم صفحہ ۳۲۳)

۲۔نواب صدیق حسن خاں بھوپالی (غیر مقلدین کے پیشوا) فرماتے ہیں کہ

''نبی اکرم ﷺ نے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ سَلْ؟ یعنی دنیا و آخرت کی جو بھلائی چاہو، مانگو۔ آپ ﷺ نے مطلقاً ''سَلْ'' فرمایا۔ کسی خاص مطلوب کی قید نہیں لگائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملہ آپ ﷺ کے دستِ ہمت و کرامت میں ہے۔ آپ ﷺ جو چاہیں، جسے چاہیں اپنے رب کی اجازت سے عطا فرمادیں۔''

(مسک الختام جلد ۱، صفحہ ۲۷۶ ماخوذ از العقائد والمسائل مترجم صفحہ ۱۰۹)

۳۔امام عارف باللہ الشیخ احمد صاوی رحمہ اللہ آیت ''لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ'' کے تحت لکھتے ہیں:

''جس نے یہ گمان کیا کہ حضورِ اکرم ﷺ عام لوگوں کی طرح ہیں، کسی چیز کے مالک نہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ سے کوئی نفع نہیں۔ نہ ظاہری اور نہ باطنی، تو وہ کافر ہے اور دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھانے والا ہے۔''

(حاشیۃ الصاوی علی الجلالین مشہور تفسیر صاوی جلد ۱، صفحہ ۱۵۸)

۴۔عارف صمدانی، امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ (متوفی ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں:

''اللہ عزوجل نے حضورِ اکرم ﷺ کو اختیار دیدیا تھا کہ جس بات کو چاہیں، واجب کردیں اور جسے نہ چاہیں، نہ کریں۔''

(میزان الشریعۃ الکبریٰ باب الوضو جلد ۱ صفحہ ۱۱۵)

۵۔علامہ ملا علی قاری الحنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ والی حدیث (سَلْ! مانگ، کیا مانگتا ہے؟) کی شرح میں لکھتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''حضورِ اقدس ﷺ نے جو مانگنے کا حکم مطلق دیا، اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں، عطا فرمائیں۔'' (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۵۵)

۶۔ شیخ ابنِ تیمیہ لکھتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے امر اور نہی، اخبار اور بیان میں اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا ہے۔'' جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النسأ ۴/ ۸۰)

''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔''

(الصارم المسوّل جلد ا صفحہ ۴۱ منقول از شرح صحیح مسلم سعیدی جلد ۲ صفحہ ۲۶۸)

۷۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ عرض کرتے ہیں ؎

اچھا ہوں یا بُرا ہوں، غرض جو کچھ ہوں، سو ہوں
پر ہوں تمھارا، تم میرے مختار یا رسول اللہ ﷺ!

نیز عرض کرتے ہیں:

جہاز امت کا حق نے کر دیا آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ ﷺ!

(گلزار معرفت صفحہ ۵:۴، کلیات امدادیہ منشورہ منقول از مقام رسول صفحہ ۳۵۶)

۸۔ شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب نے ''ادلۂ کاملہ'' کے صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے۔

''آپ ﷺ اصل میں بعد خدا مالکِ عالم ہیں۔ جمادات ہوں یا حیوانات، بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم، القصہ آپ ﷺ اصل مالک ہیں۔''

(مقامِ رسول ﷺ صفحہ ۳۵۶)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ضروری وضاحت

قرآنِ حکیم اور احادیثِ مبارکہ میں جہاں حضورِ اکرم ﷺ سے کہلوایا گیا ہے کہ ''میں اپنے اور تمھارے نفع کا مالک نہیں ہوں۔'' وہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر ملکیت مراد ہے اور جہاں فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غنی کر دیتے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی عطا و ارادہ سے غنی کرنا اور دینا مراد ہے۔

(علم القرآن صفحہ ۱۳۰، قاعدہ نمبر ۲۷)

خلاصہ:

الحمدللہ قرآنِ حکیم، احادیثِ مبارکہ اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کے ارشادات سے ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ کریم ﷺ کو کئی امور میں اختیار عطا فرمارکھا تھا۔ اورآپ ﷺ صرف ایلچی، سفیر اور پیغام رساں نہیں، بلکہ ''خلیفۃ اللہ فی الارض'' بن کر تشریف لائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیبِ کریم ﷺ کی سچی محبت اور عشق عطا فرمائے اور گستاخانِ رسول ﷺ کی صحبت سے بچائے رکھے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حاضر و ناظر

''حاضر'' کے معنیٰ سامنے ہونے والا، جاننے والا اور شہر کا رہنے والا کے ہیں۔ اور ''ناظر'' کے معنیٰ دیکھنے والا، غور وفکر کرنے والا اور کسی چیز کا ادراک کرنے یا اسے دیکھنے کی غرض سے بصر (آنکھ) وبصیرت کو پھیرنے والا کے ہیں۔

''حاضر و ناظر'' کا لفظ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بولا یا لکھا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حضور پر نور، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہیں۔ اور ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ کیونکہ ''جسمِ مثالی'' ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ''جسم بشری وعنصری'' ایک ہی ہے۔ لہٰذا اس سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا دعویٰ صحیح نہیں اور اس (جسمِ بشری وعنصری) کے ہر جگہ حاضر ہونے کا کوئی دعویدار بھی نہیں۔ نیز یہ کمال حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی نہیں، بلکہ اللہ کا عطا کردہ ہے۔

قرآنِ حکیم سے استدلال:

اس مسئلہ سے متعلق قرآنِ حکیم سے چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾

(الاحزاب ۳۳/ ۴۵)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو گواہ، خوشخبری اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔''

۲۔ نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾

(النساء ۴/ ۴۱)

''تو کیا حال ہوگا، جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر گواہ لائیں گے۔''

۳۔ نیز فرمانِ الٰہی ہے کہ:

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ط

(النحل ۱۶/ ۸۹)

''اور وہ دن (بڑا ہولناک ہوگا) جب ہم اٹھائیں گے ہر امت سے ایک گواہ ان پر، انہی میں سے اور ہم لے آئیں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور گواہ ان سب پر۔''

ان آیات میں ''شاہد اور شہید'' کے معنی حاضر ہونے اور گواہی دینے کے ہیں۔

امام اہل اللّغۃ و التفسیر امام راغب اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ) شہود اور شہادت کے معنی بیان فرماتے ہیں:

''اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ الْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ۔''

(المفردات فی غریب القرآن فی اللغۃ والادب والتفسیر وعلوم القرآن ص ۲۶۹)

''شہود اور شہادت کے معنی بصر یا بصیرت کے ساتھ مشاہدہ فرماتے ہوئے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حاضر ہونا ہے۔''

تو ثابت ہوا کہ ''شاہد'' کا معنیٰ ''حاضر و ناظر'' ہے۔

احادیث مبارکہ سے استدلال:

اسی مسئلے سے متعلق چند احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش خدمت ہیں۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا وَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا خُشُوْعُكُمْ وَاِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ۔'' (صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۰۲)

''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف سامنے دیکھتا ہوں، اللہ کی قسم! نہ مجھ پر تمھاری نماز کی ظاہری حالت پوشیدہ ہوتی ہے اور نہ باطنی خشوع وخضوع، بے شک میں تمھیں اپنی پیٹھ پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔''

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔'' (سنن ابو داؤد، جلد ۱ صفحہ ۲۷۹)

''جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو وہ اس حال میں سلام بھیجتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری روح میری طرف لوٹائی ہوئی ہوتی ہے، حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

۳۔ حضرت ابو الدّرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو، کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔''

نیز فرمایا:

''لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا بَلَغَنِيْ صَوْتَهٗ حَيْثُ كَانَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ؟ قَالَ، وَبَعْدَ وَفَاتِيْ۔'' (جلاء الافہام، صفحہ ۶۳، ابن قیم جوزی متوفی ۷۵۱ھ)

''جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے، اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ ہم نے عرض کیا، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات کے بعد بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میری وفات کے بعد بھی۔''

(مندرجہ بالا حدیث کی سند سے متعلق بحث علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہٗ کی کتاب ''ذکر بالجہر ص ۲۲۸'' میں موجود ہے)

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

''تُعْرَضُ عَلَيَّ اَعْمَالُكُمْ فَمَا رَاَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُ اللّٰهَ عَلَيْهِ وَمَا رَاَيْتُ مِنْ شَرٍّ اَسْتَغْفَرْتُ اللّٰهَ لَكُمْ۔'' (البزار، مجمع الزوائد، جلد ۹ صفحہ ۲۴)

''تمھارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، میں تمھارا جو نیک عمل دیکھتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور میں جو برا عمل دیکھتا ہوں اس پر میں تمھارے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔''

۵۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ:

''بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ اتنے میں اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ (ﷺ)''

(صحیح بخاری، جلد ا صفحہ ۱۸۳، ۱۸۴ کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر)

''تو اس ہستی (محمد مصطفی ﷺ کی طرف اشارہ کرکے کہتے ہیں) کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟''

اس حدیث میں وارد کلمات ''هٰذَا الرَّجُلُ'' سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہر قبر والے کے سامنے، قریب اور محسوس ہوتے ہیں، جبکہ دنیا میں بیک وقت ہزاروں افراد مرتے ہیں اور زیرِ زمین دفن ہوتے ہیں۔ سب کو سرکارِ دوعالم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے اور سب سے یہی سوال ہوتا ہے کہ تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟

۶۔ امام بخاری، امام مسلم اور امام ابو داؤد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

''مَنْ رَاٰنِيْ فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِيْ فِي الْيَقْظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطٰنُ بِيْ۔''

(صحیح بخاری، جلد ۲ صفحہ ۱۰۳۵، کتاب التعبیر باب من رای النبی ﷺ فی المنام)

''جس نے خواب میں میری زیارت کی، وہ عنقریب بیداری میں (بھی) میری زیارت کرے گا اور شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔''

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا وعدۂ شریفہ پورا کرنے کے لیے خواب میں دیدارِ نبی ﷺ سے مشرف ہونے والوں کو بیداری میں بھی دولتِ دیدارِ نبی ﷺ عطا کی جاتی ہے۔ اگرچہ ایک مرتبہ ہی ہو۔''

(الحاوی للفتاوٰی، جلد دوم، صفحہ ۲۵۶)

۷۔ ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَاھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ.....الخ''

(مجمع الزوائد، جلد ۸ صفحہ ۲۸۷)

''اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کے پردے اٹھا دیے ہیں، تو میں دنیا کو اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے، سب کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو.....الخ''

(اس حدیث کی سند سے متعلق بحث کو تحفظِ عقائدِ اہلسنت صفحہ، ۵۵۰ اور ''مقامِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' صفحہ ۴۳۹ میں دیکھا جاسکتا ہے۔)

۸۔ نیز حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ:

''جو میں دیکھ رہا ہوں، کیا تم بھی دیکھتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کہ نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اِنِّیْ لَاَرٰی مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُیُوْتِکُمْ کَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ۔''

(رواہ البخاری، جلد ۱، صفحہ ۲۵۲، باب، اٰطام المدینۃ، کتاب فضائل مدینہ)

''میں تمھارے گھروں میں فتنے کے مقام اس طرح دیکھ رہا ہوں، جیسے بارش گرنے کے مقام۔''

۹۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا ہے:

''اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ۔''

(احمد والترمذی وابن ماجہ)

''میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔''

اس سلسلے میں قربِ قیامت سے متعلق چند احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش خدمت ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس وقت غنیمتوں کو ذاتی دولت ٹھہرایا جائے، امانت کو غنیمت سمجھا جائے، زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے، غیر دین کا علم پڑھا جائے، آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے، اپنے دوست کو نزدیک کرے اور اپنے باپ کو دور رکھے۔ مساجد میں آوازیں ظاہر ہوں، فاسق و فاجر شخص اپنے قبیلے کا سردار بن جائے، قوم کا سردار ذلیل و کمینہ شخص ہو، آدمی کے شر سے ڈرتے ہوئے اس کی عزت کی جائے، گانے بجانے والیاں اور باجے ظاہر ہوں، شراب پی جائے اور اس امت کے پچھلے، اگلوں کو لعنت کریں، اس وقت سرخ ہوا کا، زلزلوں کا، زمین میں دھنس جانے، صورتوں کے تبدیل ہوجانے، پتھروں کے برسنے اور پے در پے نشانیوں کے ظاہر ہونے کا انتظار کرو، جیسے جواہر کی لڑی کا ڈورا ٹوٹ جائے اور اس کے دانے لگا تار گرنے لگیں۔''

(الترمذی، مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ، فصل ثانی)

دوسری حدیث میں ہے کہ:

''ایسی عورتیں ہوں گی جو لباس پہننے کے باوجود عریاں ہوں گی، جو راہِ حق سے ہٹانے والی اور خود بھی ہٹی ہوئی ہوں گی، ان کے سر بخت نسل کے اونٹوں کے کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہوں گے، وہ نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گی۔'' (شرح صحیح مسلم (سعیدی) جلد ۶ صفحہ ۴۸۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ علم کو اٹھالیا جائے گا، جہالت زیادہ ہوگی، شراب کا پینا بڑھ جائے گا، مرد تھوڑے ہوجائیں گے، عورتیں زیادہ ہوں گی،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہاں تک کہ پچاس عورتوں کے لیے ایک خبر گیری کرنے والا مرد ہوگا۔''
(مشکوٰۃ، باب اشراط الساعۃ، فصل اوّل)

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ زمانہ قریب ہوجائے گا، سال مہینہ کے مانند ہوگا، مہینہ جمعہ کی مانند اور جمعہ ایک دن کی مانند ہوگا، اور ایک دن ایک ساعت کی طرح اور ساعت آگ کے شعلہ اٹھنے کی مانند ہوگی۔''
(الترمذی، مشکوٰۃ، باب اشراط الساعۃ، فصل ثانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ بہت زیادہ ''ہرج'' نہ ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہرج کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قتل، قتل۔'' (صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

''اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ قاتل کو یہ نہیں پتہ ہوگا کہ وہ کیوں قتل کررہا ہے؟ اور نہ مقتول کو یہ معلوم ہوگا کہ اس کو کیوں قتل کیا گیا؟'' (صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

ایک حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ قاتل ومقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے۔ (صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

مختصر یہ کہ آج ہمارے معاشرے اور گھروں میں جو بے پردگی، ٹی وی، انٹرنیٹ وکیبل کلچر کی صورت میں فحاشی وعریانی، حقوق وفرائض کی عدم ادائیگی، دین سے بے رغبتی، صوم وصلوٰۃ سے دوری، قتل وغارت گری، چوری وڈاکہ زنی،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شراب نوشی و بدکاری، بدامنی و بے سکونی اور بے برکتی وغیرہ پھیلی ہوئی ہے۔ ان سب کی پیشین گوئیاں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج سے تقریباً سوا چودہ سو سال قبل ہی اپنے ارشادات میں بیان فرمادی ہیں۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا ثبوت ہیں۔

ائمہ کرام و علمائے امت کی آراء

شارح بخاری، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

''وَقَدْ قَالَ عُلَمَآئُنَا لَافَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامَ فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَآئِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذَالِكَ جَلِيٌّ عِنْدَهٗ لَا خِفَآءَ بِهٖ۔''

(مواھب اللدنیہ، جلد ۲، صفحہ ۳۸۷)

''ہمارے علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں۔ وہ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کی حالتوں، نیتوں، ارادوں اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بالکل ظاہر ہیں، اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔''

علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ نے بھی یہی عبارت المدخل جلد ا صفحہ ۳۵۲ پر لکھی ہوئی ہے۔

علّامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امت پر گواہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین پر عمل پیرا ہونے والے، ہر شخص کے رتبے، اس کی دینداری کی حقیقت اور اس پردے کو جانتے ہیں جس کی وجہ سے وہ کمالِ دین سے رکا ہوا ہے۔ پس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آپ ﷺ امتیوں کے گناہوں، ان کے ایمان و اعمال کی حقیقت، ان کی نیکیوں، برائیوں، ان کے اخلاص اور نفاق وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نور سے جانتے ہیں۔'' (روح البیان، جلد ۱۰، صفحہ ۲۴۸)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''نبی اکرم ﷺ جسم وروح کے ساتھ زندہ ہیں۔ آپ ﷺ تصرف فرماتے ہیں۔ زمین کے اطراف اور عالمِ بالا میں جہاں چاہتے ہیں، تشریف لے جاتے ہیں۔'' (الحاوی للفتاوٰی، جلد ۲، صفحہ ۲۶۵)

ملاّ علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''جب اولیأاللہ کے لیے زمین لپیٹ دی جاتی ہے تو ان کے لیے ایسے اجسادِ مثالیہ کا تعدد بعید نہیں، جو آنِ واحد میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے ہیں۔''
(مرقاۃ، جلد ۴ صفحہ ۳۱)

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''محمد بن الحضرمی مجذوب نے ایک مرتبہ تیس شہروں میں خطبہ اور نمازِ جمعہ بیک وقت پڑھائی اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے۔''
(یعنی ایک ہی رات میں بیک وقت کئی شہروں میں قیام پذیر ہوتے تھے۔)
(جمال الاولیأ، صفحہ ۱۸۸)

شیخ شبیر احمد عثمانی صاحب علامہ ابنِ قیم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''نبیٔ اکرم ﷺ کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی ہے۔ حالانکہ اس وقت آپ ﷺ اپنی قبرِ انور میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔''
(فتح الملہم، جلد ۱، صفحہ ۳۰۵، ۳۰۶ ماخوذ از شرح صحیح مسلم (سعیدی) جلد ۱ صفحہ ۷۶۱)

شیخ رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''مرید کو یقین کے ساتھ یہ جاننا چاہیے کہ شیخ کی روح کسی خاص جگہ میں مقید و محدود نہیں ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہوگا خواہ قریب ہو یا بعید۔ تو گو کہ شیخ کے جسم سے دور ہے، لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں۔'' (امداد السلوک صفحہ ۶۴)

متعدد مقامات پر حاضر ہونے کی صورتیں

ایک شخص کا متعدد مقامات پر دیکھا جانا نہ صرف ممکن ہے، بلکہ بالفعل واقع ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً:

۱۔ درمیان کے پردے اٹھا دیئے جائیں اور ایک شخص ایک جگہ ہوتے ہوئے کئی جگہ سے دیکھا جائے۔

۲۔ ایک شخص موجود تو ایک جگہ ہو لیکن اس کی تصویریں کئی جگہ دکھائی جائیں جیسے ٹی وی میں ہوتا ہے۔ حاضر و ناظر کا مسئلہ سمجھنے کے لیے ٹی وی بہت معاون ہوسکتا ہے، بلکہ اب تو ایسا ٹیلیفون آ گیا ہے کہ جس پر اس میں گفتگو بھی ہو رہی ہے اور ایک دوسرے کی تصویر بھی دکھائی دے رہی ہے۔ تو جو چیز آلات کے ذریعہ سے واقع ہو رہی ہو، کیا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہیں ہوگی؟ یقیناً ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ایک شخص کے لیے متعدد اجسامِ مثالیہ مسخر فرما دیتا ہے۔ ان میں متصرّف اور انھیں کنٹرول کرنے والی ایک ہی روح ہوتی ہے۔ جب روح ایک ہے تو وہ ایک ہی شخص کہلائے گا، چاہے اجسام مختلف ہوں۔

چند واقعات

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

وَرَأَيْتُهُ ﷺ فِيْ أَكْثَرِ الْأُمُوْرِ بَيْدَيْ أَيْ صُوْرَتُهُ الْكَرِيْمَةِ...الخ

(انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ ص ۳۶۷)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''اور دیکھا میں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سامنے اکثر کاموں میں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل صورتِ مبارکہ میرے سامنے ہوتی تھی، اور بار بار میں نے ایسا دیکھا تو جان لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارکہ کو طاقت ہے کہ بشکل بدن مبارک کے بن جاتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''دُرِّ ثَمِینْ'' کی تیرھویں حدیث میں اپنا خیال لکھتے ہیں کہ ایک رات میں بہت پیاسا تھا، ہمارے ایک دوست جو صاحبِ الہام تھے، انہیں الہام ہوا تو وہ دودھ لیکر میرے پاس آئے، میں باوضو وہ دودھ پی کر سو گیا، تو میں نے نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مبارکہ کو دیکھا، مجھے فرمارہے ہیں کہ میں نے ہی دودھ بھیجا تھا،'' اُس آدمی کے دل میں ڈال دیا تھا کہ دودھ لے جا۔'' ''وَاَلْقَیْتُ الْخَاطِرَ فِیْ قَلْبِ الرَّجُلْ''

(انوار ساطعہ ص، ۳۹۱ ایضًا)

صاحب روح المعانی نے حضرت شیخ تاج الدین ابن عطاءاللہ کا قول لطائف المنن سے اسطرح نقل کیا ہے کہ حضرت شیخ ابوالعباس مرسی رحمہ اللہ فرماتے تھے:

''لَوْ حُجِبَ عَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم طُرْفَۃَ عَیْنٍ.....الخ''

(تسکین الخواطر فی مسئلہ حاضر و ناظر ص ۱۰۹، ۱۱۰)

''اگر پلک جھپکنے کی مقدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے حجاب میں ہوجائیں (یعنی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھوں) تو میں اپنے آپکو مسلمان شمار نہ کروں۔''

انور شاہ صاحب کشمیری نے (فیض الباری ج ۱، ص ۲۰۴) امام شعرانی رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنے آٹھ رُفقا کے (ساتھیوں) کی معیت میں بخاری شریف پڑھی۔ (تسکین الخواطر فی مسئلہ حاضر و ناظر ص ۱۲۵ ایضًا)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک شخص نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور ایک صحیح نشان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے ہاتھ حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ کو سلام بھیجا۔ اس شخص نے یہ بھی کہا کہ اس نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک مسئلہ پوچھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکا جواب بھی عنایت فرمایا، مگر اسکی سمجھ میں نہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اچھا مصر جاؤ اور شعرانی سے دریافت کرلو، وہ مفصل طور پر سمجھادے گا۔ اس نے خواب سے بیدار ہوتے ہی مصر کا ارادہ کیا۔ مصر پہنچ کر حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ کے پاس گیا اور کہا کہ مصر میں آپ کی ملاقات کے علاوہ مجھے کوئی کام نہ تھا۔ حُضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں آپ سے ملنا مقصود تھا۔ (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج ا ص ۱۶۹

حوالہ احوال الصادقین ص ۱۸۹ مولانا حبیب اللہ کیرانوی)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میرے پاس ایک فریادی درخواست لایا کہ میں سلطان کے پاس جاکر اسکی سفارش کروں۔ میں نے اسکو جواب دیا کہ میرے بھائی میں پچھتر (۷۵) مرتبہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بابرکت سے مشرف ہو چکا ہوں۔ سوتے اور جاگتے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعض احادیث کی صحت کے بارے میں دریافت کرچکا ہوں۔ مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر میں سفارشی بنکر آپ کے ساتھ سلطان کے پاس جاؤں تو پھر مجھے زیارت نصیب نہ ہو۔ میں اس شرف کو شرفِ سلطان پر ترجیح دیتا ہوں۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کو پینتیس (۳۵) مرتبہ یہ دولتِ عظمیٰ بھی نصیب ہوئی تھی کہ کھلی آنکھوں سے بیداری میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ سبب پوچھا تو فرمایا، درود شریف کی کثرت۔

(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج ا ص ۱۷۹-۱۸۰،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بحوالہ فیض الباری، سعادت الدارین، ذکر اللہ اور درود وسلام کے فضائل ومسائل)

حضرت محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا رحمہ اللہ نے دہلی میں وصال فرمایا حضرت رکن الدین سہروردی ملتانی رحمہ اللہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جب آپ کو قبر میں اتارا تو آپ نے وہاں حُضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلوہ دیکھا، اسقدر اثر تھا کہ باہر تشریف لاتے ہی فرطِ تاثیر سے (حضرت ملتانی) بے ہوش ہوگئے تھے۔

(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج ۲ ص ۱۶۸، بحوالہ ہفتاد اولیا ص ۳۱۳)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ:

مولوی برکات احمد صاحب رحمہ اللہ میرے والد بزرگوار کے شاگرد اور میرے پیر بھائی تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو میں دفن کے وقت انکی قبر میں اترا۔ مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار حج کے موقع پر میں نے روضۂ انور (علی صاحبہا الصلوٰۃ وسلامًا) کے قریب پائی تھی۔ ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب رحمہ اللہ، حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارتِ اقدس سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لیئے جاتے ہیں، عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ ارشاد فرمایا ''برکات احمد'' کے جنازے کی نماز پڑھنے۔

(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج ۳ ص ۱۱۷ بحوالہ ملفوظات حصہ دوم ص ۲۹)

ایک بزرگ عارضۂ جذام میں ایسے مبتلا ہوئے کہ لوگوں نے انہیں اپنے سے جدا کرکے ایک جزیرے میں چھوڑ دیا، ایک رات کچھ لوگ ان سے ملنے آئے تو انکو بالکل تندرست دیکھ کر بہت حیرت زدہ ہوئے اور وجہ دریافت کی، فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا، کہ اس کا مرض دور کرو۔ انہوں نے اپنا دستِ مبارک میرے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بدن پر پھیرا تو فوراً مجھ کو صحت حاصل ہوگئی۔

(سیرت النبی ﷺ بعد از وصال النبی ﷺ ج ۳ ص ۷۷)

اہلسنت کا نظریہ

نبی اکرم ﷺ اپنے جسدِ اصلی (جسمِ بشری) اور معروف تشخص کے ساتھ اپنے روضۂ انور میں جلوہ فرما ہیں اور اپنی نورانیت و روحانیت اور علمیت کے اعتبار سے ہر جگہ جلوہ گر ہیں اور جب چاہتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں، جسمِ مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں۔ بعض اوقات کسی کی عیادت فرماتے ہیں، کسی کی نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں، کسی ستم رسیدہ کی مدد کرتے ہیں، کسی کو حدیث پڑھاتے ہیں، کسی کو فقہی مسئلہ بتاتے ہیں اور کسی کو محض اپنے جمالِ دل نواز سے شاد کام کرتے ہیں اور اگر ایک وقت میں متعدد جگہ جانا چاہیں، تو بیک وقت متعدد جگہ جسمِ مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں کہ:

''ظہور آنحضرت ﷺ بصورت مثالیہ شریفہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہر مکان و ہر زمان میں احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ جس کا اقرار واقعی آنحضرت ﷺ کا اقرار اور اس کا انکار آپ ﷺ کا انکار مانا گیا ہے۔'' (مہر منیر صفحہ ۴۵۵ باب ۹)

غزالیٔ زماں علامہ احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''دعویٰ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ حاضر وناظر ہیں۔ جسمانیت اور بشریت کے ساتھ نہیں، بلکہ بایں طور کہ عالم کا ذرّہ ذرّہ روحانیت و نورانیتِ نبی کریم ﷺ کی جلوہ گاہ ہے اور روحانیت و نورانیتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و التحیہ کے لیے قرب اور بُعدِ مکانی یکساں ہے۔ کیونکہ ''عالمِ خَلق'' زمان و مکان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی قید سے مقید ہوتا ہے۔لیکن ''عالمِ امر'' ان قیود سے پاک ہے۔''
(تسکین الخواطر فی مسئلہ حاضر وناظر حصہ دوم،صفحہ ۹۰)

خلاصہ کلام اور معتدل رائے

ہمارا ایمان وعقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے، کوئی اس کا ثانی و ہمسر نہیں۔ اللہ رب العزت کی کوئی صفت کسی غیر کے لیے ثابت کرنا شرک ہے، کیونکہ اس کی صفات مستقل اور بالذات ہیں اور بندوں کے لیے مستقل بالذات صفت کا حصول قطعاً ناممکن اور محال ہے۔

سرکارِ دو جہاں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ رب العزت کی عطا سے اپنی نورانیت وعلمیت اور روحانیت کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہیں، لیکن جسمِ بشری، حقیقی جسدِ مبارکہ کے ساتھ روضۂ انور میں جلوہ افروز ہیں۔ جسمِ مثالی کے ساتھ متعدد مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لے جانا کیونکر محال سمجھا جاسکتا ہے، جبکہ علماء نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار امتیوں کے لیے ثابت کیا ہے کہ وہ بیک وقت کئی جگہ حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدرجۂ اولیٰ جسمِ مثالی کے ساتھ کئی جگہ پر ایک ہی وقت میں حاضر ہوسکتے ہیں۔

اس مسئلہ کے متعلق شیخ الاسلام مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ بڑی محتاط اور معتدل رائے رکھتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

''اس لفظ (ناظر) سے یہ معنیٰ مراد رکھنے بھی جائز ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بواسطۂ ملائکہ تمام امت کے حالات و اعمال پر نگراں ہیں۔''
(فتاویٰ مظہریہ صفحہ ۳۶۷،سوال نمبر ۲۴۰)

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''سرکارِ دو عالم ﷺ کی نسبت قرآنِ کریم میں ''شاھد'' کا اطلاق آیا ہے اور ''شاھد'' کہتے ہیں گواہ کو، جو اپنی آنکھوں سے دیکھی شے کی گواہی دیتا ہے، تو حضور (ﷺ) چونکہ روحانی قوت سے مخلوقات پر نظر رکھتے ہیں، اس لیے بعض اہلسنت نے آپ (ﷺ) کو ''حاضر و ناظر'' کہا ہے۔''

پھر لکھتے ہیں:

''بہرحال حضور (ﷺ) کو علم کی وجہ سے حاضر کہا گیا ہے یا سریان حقیقتِ محمدیہ (ﷺ) کی وجہ سے۔ لیکن عوام اس معنیٰ سے غافل ہیں اور ''حاضر وناظر'' سے سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ بنفس نفیس حاضر ہیں۔ اس لیے حاضر وناظر کہنے کی ان (یعنی عوام) کو اجازت نہیں دی جاسکتی۔۔۔الخ''

(فتاوٰی مظہریہ جلد دوم، صفحہ ۳۷۱، سوال نمبر ۲۴۳)

مطلب یہ ہے کہ معلوم نہیں حضور پرنور ﷺ اپنے علم سے ہر جگہ کا مشاہدہ فرما رہے ہیں، یا اپنی اصلیت وحقیقت کے اعتبار سے (جس کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا) حاضر ہیں۔ اس لیے عوام جو ان گہرائیوں اور باریکیوں سے ناواقف ہوتے ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حضور پرنور ﷺ اپنے اصلی وحقیقی جسمِ مبارکہ کے ساتھ حاضر ہیں انہیں ''حاضر وناظر'' کہنے کی اجازت نہ دی جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے لیے اپنے دین کو آسان فرمادے، اپنے حبیبِ کریم ﷺ کی معرفتِ کاملہ عطا فرمائے اور شانِ نبوت ﷺ سمجھنے میں جو رکاوٹیں ہوں، اللہ تعالیٰ ان کو دور فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ندائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہم ہر نماز میں ''التحیات'' کا ورد کرتے ہیں اور اسی میں ہم یہ کلمات بھی پڑھتے ہیں کہ ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ۔'' یعنی سلام ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔''

جب ہم ہر نماز میں ''اَیُّهَا النَّبِیُّ'' (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !) کے کلمہ کے ذریعہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجتے ہیں، جو حاضر یا مخاطب کا کلمہ ہے۔ تو پھر ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کہنے میں کیا حرج ہوسکتا ہے؟ کیونکہ ندا کا معنیٰ ہے، کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنا یا پکارنا اور ہم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ جبکہ قرآن و حدیث سے ''ندا'' کرنا ثابت بھی ہے۔

قرآنِ حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا ط (النور ۲۴/ ۶۳)

''اپنے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلانے میں ایسا نہ بنالو، جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔''

یعنی سرکارِ دو جہاں، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب نام لینا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بلانا ہو،تو اس طرح نہ بلاؤ جیسے ہم ایک دوسرے سے گفتگو کرتے اور بلاتے ہیں۔ بلکہ یہ تو وہ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کو خود باری تعالیٰ نے خطاب فرمایا تو کہا:

يَاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ (المزمّل ۷۳/۱)

''اے جھرمٹ مارنے والے!۔''

يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ (المدثر ۷۴/۱)

''اے چادر لپیٹنے والے!۔''

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ (الاحزاب ۳۳/۱)

''اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !۔''

يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ (المائدۃ ۵/ ۶۷)

''اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !۔''

غرض اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب بھی اسمِ گرامی لیا تو پیارے پیارے خطابات سے نوازا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اے مسلمانو!جب تم بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی لو،تو یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !، یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! جیسے اسماً سے یاد کیا کرو اور یہی ادب کے زیادہ قریب ہے۔

بعض لوگ قرآن مجید کی کچھ آیات سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ غیر اللہ کو پکارنا منع ہے۔جیسا کہ ایک آیت یہ ہے کہ:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ (یونس ۱۰/ ۱۰۶)

''اللہ کے سوا ان کو نہ پکارو، جو تم کو نفع ونقصان نہ پہنچا سکیں۔''

اس کے جواب میں مفتی احمد یار خاں نعیمی نور اللہ مرقدہٗ العزیز اپنی کتاب جَآءَ الْحَقّ میں لکھتے ہیں کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''ان جیسی آیتوں میں جہاں بھی لفظ ''دعا'' ہے، اس سے مراد بلانا نہیں، بلکہ پوجنا (عبادت کرنا) ہے۔ معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پوجو۔''

نیز لکھتے ہیں کہ ''غیر خدا کو خدا سمجھ کر پکارنا شرک ہے، کیونکہ یہ غیر کی عبادت ہے۔''

جس طرح قرآن حکیم میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا کے ساتھ متوجہ کیا گیا ہے اسی طرح بکثرت احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا کے ساتھ پکارنا جائز ہے۔ اس سلسلے میں امام مسلم، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں کہ:

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ فِي الطَّرِيْقِ يُنَادُوْنَ يَامُحَمَّدُ يَارَسُوْلَ اللهِ يَامُحَمَّدُ يَارَسُوْلَ اللهِ (ﷺ)۔

(صحیح مسلم جلد ۲، ص ۴۱۹)

''جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے اور وہ نعرے لگا رہے تھے۔ یا محمد، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یا محمد، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔''

اس حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ ''نعرۂ رسالت'' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لگانا جائز ہے، اور یہ نعرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لگایا گیا۔

ایک اور واضح حدیث یہ ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک صحابی تشریف لائے۔ انھوں نے التجا کی کہ میں نابینا ہوں، میرے لیے دعا فرمائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان نابینا صحابی کو ایک دعا تعلیم فرمائی۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَامُحَمَّدُ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتَقْضِيَ۔ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ۔ (سنن نسائی، ترمذی، ابن ماجہ ص ۹۹)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبیٔ رحمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ تاکہ یہ حاجت پوری ہو۔ اے اللہ! حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔''

یہ مندرجہ بالا دعا قیامت تک کے آنے والے سب امتیوں کے لیے ہے۔ اور اس دعا میں ''ندا'' کی گئی ہے اور اس کی تعلیم بھی خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے۔

غیر مقلدین (کسی امام کی پیروی نہ کرنے والے) کے مشہور عالم شیخ عبدالرحمن مبارکپوری نے اس حدیث کو کئی اماموں کے حوالوں کے ساتھ نقل کرکے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۴، ص ۳۸۲)

امام ابویعلیٰ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

لَئِنْ قَامَ عَلٰی قَبْرِیْ، فَقَالَ یَامُحَمَّدُ صلی اللہ علیہ وسلم لَاَجَبْتُهٗ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔ (مسند ابویعلیٰ الموصلی جلد ۶، ص ۱۰۱)

''اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر کھڑے ہوکر کہیں (ندا کریں) یامحمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔''

حافظ ابن کثیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کے احوال میں لکھتے ہیں:

وَکَانَ شِعَارُهُمْ یَوْمَئِذٍ یَامُحَمَّدَاهُ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(البدایۃ والنھایۃ جلد ۶، ص ۳۲۴)

یعنی ''اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یامحمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہنا تھا۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں کہ:

یَارَحْمَۃَ لِّلْعٰلَمِیْنَ اَدْرِکْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْنِ
مَحْبُوْسِ اَیْدِیْ الظّٰلِمِیْنَ فِیْ مَوْکَبٍ وَالْمُزْدَھِمِ

یعنی ''اے رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! زین العابدین کی مدد کو پہنچو، وہ اس اژدھام میں ظالموں کے ہاتھوں میں قید ہے۔''

(جآءالحق از مفتی احمد یار خاں نعیمی)

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

زمھجوری برآمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ، ترحم

(جآءالحق)

یعنی ''جدائی سے عالم کی جان نکل رہی ہے، یا نبی اللہ رحم فرماؤ، رحم فرماؤ۔''

مختصر یہ کہ ان تمام دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یاحبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا جائز ہے اور لفظِ ندا دورِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دورِ صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک جاری ہے۔ یہ نہ شرک ہے اور نہ بدعت و کفر، بلکہ تعلیماتِ اسلام کے عین مطابق ہے۔ اور یہ کہنا کہ یہ اللہ کے برابر کرنے کے مترادف ہے، بالکل غلط، جھوٹ اور کم علمی پر مبنی ہے۔ کوئی مسلمان بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا یا خدا کے برابر نہیں سمجھتا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی عطا کردہ قوت سے سنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بذات خود سنتا ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت اور عشق کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صلوٰۃ وسلام

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ جب کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو وہ اس کا کثرت کے ساتھ ذکر کرتا اور سنتا ہے اور ہر وقت اپنے محبوب کی اداؤں کو یاد کرتا اور بیان کرتا ہے۔ تو بھلا ایک مسلمان کے لیے مخلوقات میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر محبوب ہستی اور کون ہوسکتی ہے؟ کہ جن کا خوب خوب تذکرہ نہ کیا جائے۔ خود اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا ارفع و اعلیٰ مقام عطا فرمایا کہ کسی کی سوچ بھی وہاں تک پرواز نہیں کرسکتی۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہمیں ہر نماز میں ''التحیات'' پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ'' یعنی ''اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔'' کے کلمات کے ذریعہ سلام پیش کیا جاتا ہے اور اگر کوئی مسلمان التحیات میں ان کلمات کو ادا نہ کرے یعنی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام نہ بھیجے تو اس کی نماز ہی نہیں ہوگی۔

نیز ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خود باری تعالیٰ بھی ''صلوٰۃ وسلام'' بھیج رہا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ (الاحزاب ۳۳/۵۶)

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبیٔ مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام عرض کیا کرو۔''

جب ''صلوٰۃ'' کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ:

صلوٰۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی ثَنَاؤُہٗ عَلَیْہِ الْمَلَآئِکَۃِ (صحیح بخاری)

''اللہ تعالیٰ فرشتوں کی مجلس میں اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وثنا کرتا ہے۔''

آیتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ ''صَلُّوْا'' یعنی ''تم بھی میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو۔'' لیکن پوری آیت کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صرف حکم ہی نہیں، بلکہ ''سنتِ الٰہی'' بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''بے شک اللہ اور اس کے ملائکہ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔''

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ ہم جتنی عبادات کرتے ہیں وہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں کرتے ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ اور ان احکامات میں مختلف ادوار میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ جیسے ہم سے پہلی امتوں پر نماز اس طرح، اس شکل میں پانچ وقت کی فرض نہیں تھی بلکہ اس کی صورت علیحدہ تھی۔ جبکہ ''سنتِ الٰہی'' وہ ہوتی ہے کہ جس میں کبھی بھی تبدیلی نہیں آتی۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے کہ:

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ (فاطر ۳۵/۴۳)

''اور تم ہرگز اللہ تعالیٰ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس سے معلوم ہوا کہ ''سنتِ الٰہی'' ہر دور میں ایک ہی شکل میں قائم اور برقرار رہتی ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنے کے عمل کا ''سنتِ الٰہیہ'' ہونا جہاں شانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثلیت کی نمائندگی کرتا ہے وہاں اس عملِ خاص کی فضیلت بھی حسین پیرائے میں اُجاگر کرتا ہے کہ یہ وہ سنتِ خداوندی ہے جو ہمیشہ کے لیے زوال و انحطاط اور تغیر و تبدّل کے اثرات سے محفوظ ہے۔ لہٰذا ہر زمانے اور ہر جگہ کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کسی تردّد کے بغیر سنتِ الٰہیہ کی پیروی کریں۔

صلوٰۃ وسلام سنتِ الٰہیہ ہونے کے حوالے سے مطلق اور غیر مقید ہے۔ اس کے لیے وقت، ہیئت (شکل) یا قیام و قعود (کھڑے ہونے، بیٹھنے) کی کوئی پابندی نہیں۔ جبکہ نماز میں، حج میں اور دیگر عبادات میں وقت، جگہ، اور شکل کی پابندی ہے کہ ان کو فلاں وقت، فلاں شکل اور فلاں جگہ پر ادا کیا جائے تو ادا ہوں گی، ورنہ نہیں۔ کیونکہ یہ سنتِ الٰہیہ نہیں، بلکہ ''سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' یعنی ''سنتِ مخلوق'' ہیں۔ اس لیے ان کے ساتھ قید ہے۔ مگر کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس سنتِ الٰہیہ کو اپنی رائے سے ''مقید بالزماں'' یا ''مقید با لہیئۃ'' کرے اور بیٹھ کر پڑھنا جائز سمجھے، مگر کھڑے ہوکر پڑھنا ناجائز تصور کرے۔ اگر کوئی ایسا کرے تو وہ سنت الٰہیہ کو مقید اور پابند کررہا ہے، جس کا اسے کوئی حق نہیں ہے۔

حضرت امام ابو داؤد بیان کرتے ہیں کہ:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ۔

(سنن ابی داؤد، جلد نمبر ۱، ص ۲۷۹)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو وہ اس حال میں سلام بھیجتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری روح میری طرف لوٹائی ہوئی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

حافظ ابن قیم، امام طبرانی کی معجم کبیر سے سند بیان کرکے لکھتے ہیں کہ ''حضرت ابو الدرداءؓ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو۔ کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ ہم نے عرض کیا، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات کے بعد بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں، میری وفات کے بعد بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کرام (علیہم السلام) کے اجسام کو زمین پر حرام کردیا ہے۔''

(جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانام)

ایک حدیث میں ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو سب مخلوق کی آواز سنتا ہے۔ میرے وصال کے بعد میرے مزار پر کھڑا رہے گا۔ پس جو شخص سچے دل سے مجھ پر درود پڑھے گا فرشتہ عرض کرے گا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فلاں بن فلاں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور فرشتے بھی اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں، جب تک وہ مجھ پر درود پڑھتا رہتا ہے۔''

(تکمیل الحسنات فی تلخیص افضل الصلوٰۃ علی سید السادات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۳۶)

ان مندرجہ بالا احادیث سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا، ہر وقت بغیر کسی قید کے جائز ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صلوٰۃ وسلام کو خود بھی سنتے ہیں اور آپ ﷺ کے خدام (فرشتے) بھی پہنچاتے ہیں۔

حضرت ابن فدیک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''بعض اکابرین نے فرمایا کہ جو شخص حضور پرنور ﷺ کے روضۂ مبارکہ پر حاضر ہوکر پہلے یہ آیت پڑھے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ (الاحزاب ۳۳/ ۵۶)

پھر ستر مرتبہ '' صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ'' کہے، تو آسمان سے فرشتہ کہتا ہے کہ آج کے دن تیری تمام حاجتیں پوری ہوگئیں۔''

(تکمیل الحسنات فی تلخیص افضل الصلوٰۃ علیٰ سید السادات ﷺ)

حضرت ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''درود شریف پڑھنے کے فوائد خود درود پڑھنے والے کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ یہ عقیدہ کی درستی، صفائی، اظہارِ محبت اور اطاعت پر مداومت (ہمیشگی) کو ظاہر کرتا ہے اور اس میں آنحضرت ﷺ کی تعظیم وتوقیر بھی ہے اور آپ ﷺ تمام نعمتوں کے حصول میں واسطہ وذریعہ بھی ہیں۔

(تکمیل الحسنات فی تلخیص افضل الصلوٰۃ علیٰ سید السادات ﷺ)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''میں ہر حال میں آنحضرت ﷺ پر بکثرت درود شریف پڑھنے سے محبت کرتا ہوں اور خاص طور پر جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن تو بہت ہی زیادہ درود پڑھنے کو پسند کرتا ہوں۔''

(تکمیل الحسنات فی تلخیص افضل الصلوٰۃ علیٰ سید السادات ﷺ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ کو حضرت خضر علیہ السلام نے حکم دیا کہ:

''درود شریف صبح کے بعد سے طلوع آفتاب تک پڑھا کرو، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو۔''

(تکمیل الحسنات فی تلخیص افضل الصلوٰۃ علیٰ سید السادات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

خلاصۂ کلام

مختصر یہ کہ قرآن وحدیث اور ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا ایک اچھا اور مستحب فعل ہے، اور شریعت میں کہیں بھی اسے بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر پڑھنے سے مقید نہیں کیا گیا۔ نیز بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ: ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔'' حال ہی کی ایجاد ہے، پرانے وقتوں میں نہیں تھا۔ ان کی خدمت میں اتنا عرض کردینا کافی ہے کہ یہ درود پاک آج سے سینکڑوں سال قبل صاحبِ تفسیر روح البیان شیخ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۳۷ھ) نے اپنی تفسیر ''روح البیان'' جلد ۷، صفحہ ۲۳۵ پر تحریر کیا ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعشق میں ڈوب کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بکثرت درود وسلام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قبر میں آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ رب العزت کا یہ بے پناہ شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا اور محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پوری امت پر یہ احسان ہے کہ انھوں نے ہمیں راہِ ہدایت دکھائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ:

''جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا۔''

چنانچہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں ہدیۂ تشکر پیش کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایمان وتوحید کی دولت سے مالا مال فرمایا۔

انسان جب اس دنیائے فانی سے رخصت ہوجاتا ہے اور مرنے والے کو اس کے احباب منوں مٹی کے نیچے دبا کر واپس ہونے لگتے ہیں تو اتنے میں دو فرشتے حاضر ہوجاتے ہیں۔ جن کو ''منکر نکیر'' کہا جاتا ہے۔ وہ انسان سے سوال و جواب شروع کردیتے ہیں۔ اس وقت سید الانبیأ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کا دیدار کروا کر ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ''تو دنیا میں اس ہستی کے بارے میں کیا کہتا تھا؟'' جو شخص اس سوال کا جواب صحیح دیدیتا ہے تو وہ کامیاب قرار پاتا ہے ورنہ ناکامی اس کا مقدر ہوتی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چنانچہ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل احادیث پیشِ خدمت ہیں:

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے۔ اسی اثنأ میں اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ:

''مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم۔''

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز باب ماجآء فی عذاب القبر جلد ۱، ص ۱۸۳، ۱۸۴)

''تو اس ہستی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟''

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قبر میں مُردے کو رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو نیلی آنکھوں والے کالے فرشتے آتے ہیں۔ جن میں سے ایک کا نام ''منکر'' اور دوسرے کا ''نکیر'' ہے۔ دونوں فرشتے اس مُردے سے پوچھتے ہیں کہ

''مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ۔''

''تو اس ذاتِ گرامی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتا تھا؟''

تو مردہ کہتا ہے کہ

''یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔''

تب اس کی قبر ستر گز لمبی اور ستر گز چوڑی کردی جاتی ہے اور اس کی قبر منور کردی جاتی ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ تو سوجا۔ یہ حال تو مؤمن کا ہے۔ اور اگر مردہ منافق ہوتا ہے تو فرشتوں کو جواب میں کہتا ہے کہ میں وہی کچھ کہتا تھا جو لوگ کہا کرتے تھے۔ کیونکہ میں خود تو جانتا نہیں تھا۔ تب زمین کو حکم ہوگا کہ اس کو دبا۔ وہ دبائے گی۔ یہاں تک کہ اس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر ہوجائیں گی۔ اسی طرح وہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس جگہ سے اٹھائے۔
(جامع ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۱۲۷، مشکوٰۃ ملخصًا)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قبر میں رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیتا ہے، اس کی قبر کشادہ اور روشن کردی جاتی ہے اور جو بدبخت آپ ﷺ کو نہیں پہچانتا، اسے دردناک عذاب میں مبتلا کردیا جاتا ہے۔ نیز قبر میں وہی شخص حضور پرنور ﷺ کو پہچانتا ہے جس کی ساری زندگی آپ ﷺ کی محبت، غلامی اور اتباع میں بسر ہوئی ہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ عنقریب تمھاری قبروں میں ایسی آزمائش کی جائے گی، جیسی مسیح دجّال کے وقت آزمائش ہوگی۔ تم میں سے ہر شخص کو لایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ ''مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ۔'' ''اس شخص کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟''

مؤمن کہے گا، یہ اللہ کے رسول محمد ﷺ ہیں۔ یہ ہمارے پاس دلائل اور ہدایت لے کر آئے، ہم نے ان کے پیغام کو قبول کیا اور ان کی اطاعت کی۔ تین بار سوال کیا جائے گا۔ اس کے بعد کہا جائے گا۔ جاؤ! ہمیں معلوم تھا کہ تم ان پر ایمان رکھتے ہو۔ رہا منافق، تو وہ کہے گا کہ میں نہیں جانتا۔ میں نے جو لوگوں کو کہتے سنا، وہی کہہ دیا۔
(صحیح مسلم، کتاب الکسوف، شرح صحیح مسلم (سعیدی) جلد ۲، ص ۷۲۹، ۷۲۸)

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ فرشتے (جب مؤمن مردے سے) کہتے ہیں۔
مَنْ رَّبُّكَ؟ تیرا رب کون ہے؟
فَيَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ۔ وہ کہتا ہے، میرا رب اللہ ہے۔
پھر پوچھا جاتا ہے، مَا دِيْنُكَ؟ تیرا دین کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فَيَقُوْلُ دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ ۔ تو وہ کہتا ہے، میرا دین اسلام ہے۔
پھر فرشتے کہتے ہیں۔ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ ؟
''یہ تم میں مبعوث کی گئی برگزیدہ ہستی کون ہیں؟''
فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ''وہ مؤمن کہتا ہے، وہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔'' (مشکوٰۃ، فصل الثالث، کتاب الجنائز باب مایقال عندمن حضرہ الموت)

میت سے فرشتوں کا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق لفظ ''هٰذَا'' کہنا محدثین کرام نے سات صحابہ کرام (حضرت انس، جابر، ابوسعید خدری، ابوہریرہ، اسماء، عائشہ صدیقہ اور براء رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے متعدد طریقوں کے ذریعے روایت کیا ہے۔ (مقام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صفحہ ۳۹۸)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''هٰذَا'' (یہ) کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اشارہ کرنا یا تو اس وجہ سے ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدس مشہور ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور ہمارے دلوں میں موجود ہے۔ اگرچہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سامنے رونق افروز نہیں، یا پھر اس وجہ سے ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کھلّم کھلاّ پیش کی جاتی ہے۔ اس طرح سے کہ قبر میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہہ مبارک لائی جاتی ہے تاکہ ان کے جمالِ جاں افزا سے ان مشکلات کی گرہیں جواب دینے میں کھل جائیں اور فراق کی تاریکی ان کی دل کشا ملاقات کے نور سے روشن ہوجائے۔''
(انوار الحدیث صفحہ ۱۰۵، بحوالہ اشعۃ اللمعات جلد ۱، ص ۱۱۵)

علاّمہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''هٰذَا'' اسمِ اشارہ ہے اور اسمِ اشارہ کا حقیقی استعمال محسوس اشارہ کے لیے ہوتا ہے۔''

مولانا جامی کافیہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اسمائے اشارہ وہ اسماء ہیں جن کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وضع اس چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہوتی ہے جن کی طرف اعضاؤ جوارح کے ساتھ محسوس اشارہ کیا جائے۔ (شرح جامی مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۲۱۱)

حدیث میں وارد کلمات ''هٰذَا الرَّجُلُ'' سے ثابت ہے کہ ''نبیٔ کریم ﷺ ہر قبر والے کے سامنے قریب اور محسوس ہوتے ہیں، کیونکہ ھٰذَا (اسم اشارہ) کا حقیقی معنیٰ یہی ہے۔''

امام علّامہ علی نور الدین حلبی (صاحبِ سیرت حلبیہ) فرماتے ہیں کہ:

دو فرشتے قبر والے سے کہتے ہیں کہ مَا تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ تو اس شخصیت کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

اور اسمِ اشارہ کا اصل اور حقیقی معنیٰ یہ ہے کہ اس کے ساتھ صرف حاضر کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ بعض علمأ کا یہ کہنا کہ ممکن ہے نبیٔ اکرم ﷺ ذہناً حاضر ہوں، اس بات کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے۔ وہ کونسی چیز ہے جس نے حقیقت کو چھوڑنے اور مجاز کو اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ اپنے جسمِ شریف کے ساتھ حاضر ہوں۔

(تحفظ عقائد اہلسنت صفحہ ۵۶۱،۵۶۰)

خلاصۂ کلام:

قبر میں ہر مردے سے جو سوالات کیے جاتے ہیں۔ ان میں ایک سوال ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق کیا جاتا ہے۔ جس کے صحیح جواب پر انسان کامیاب و کامران اور غلط جواب پر ناکام و نامراد ٹھہرتا ہے۔ اب وہاں دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کی کیفیت کیا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ البتہ آج کے جدید سائنسی دور میں اس مسئلے کو سمجھنا بعید از عقل نہیں رہا۔ کیونکہ جب انسان اپنے محدود علم،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مشاہدے اور تجربے کی بناٴ پر اتنی ترقی کر سکتا ہے کہ وہ محض چند لمحات میں برقی لہروں کے ذریعہ ایک انسان کی تصویر کو گھر گھر پہنچادے۔ اور اس انسان کی حرکات وسکنات اور گفتگو بیک وقت پوری دنیا دیکھ اور سن لے۔تو قادرِ مطلق رب تبارک و تعالیٰ کی قدرت و اختیار سے یہ قطعی مشکل و ناممکن نہیں کہ وہ ہر انسان کو مرنے کے بعد اس کی قبر میں اپنے حبیبِ کریم ﷺ کا دیدار آپ ﷺ کے حقیقی جسدِ اطہر کے ساتھ کرادے۔

ہر شخص اپنے مقررہ وقت پر اس کیفیت کا حقیقی مشاہدہ کرلے گا۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اس وقت کی صحیح تیاری کریں اور اپنے آقا و مولا پیارے مصطفیٰ ﷺ کی اتباع کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو مضبوطی سے تھام لیں تاکہ کامیابی والا جواب ہمارا مقدر ونصیب بن جائے۔ (آمین)

اللہ جل شانہٗ قبر میں ہمیں اپنے حبیبِ کریم ﷺ کی صحیح پہچان عطا فرمائے اور یہی نہیں بلکہ سرکارِ دوعالم ﷺ خود فرمادیں، کہ ''تم اس سے کیا پوچھتے ہو، میں بتاتا ہوں کہ یہ میرا امتی ہے۔'' اے کاش! ایسا ہوجائے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وسیلہ

علامہ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هِيَ فِي الْأَصْلِ مَا يَتَوَصَّلُ بِهٖ إِلَى الشَّيْئِ وَيَتَقَرَّبُ بِهٖ۔

(نہایۃ جلد ۵، صفحہ ۱۸۵)

''جس چیز سے کسی شے تک رسائی حاصل کی جائے اور اس شے کا تقرب حاصل کیا جائے، وہ وسیلہ ہے۔''

علامہ ابن منظور افریقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اَلْوَسِيْلَةُ مَا يَتَقَرَّبُ بِهٖ إِلَى الْغَيْرِ۔

(لسان العرب، جلد ۱۱، صفحہ ۷۲۴، ۷۲۵)

''جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے، وہ وسیلہ ہے۔''

ائمہ لغت کی ان تصریحات سے واضح ہوا کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے، اسے ''وسیلہ'' کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا تقرب اعمالِ صالحہ اور عبادات سے حاصل ہوتا ہے۔ تاہم انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام اور اولیائے کرام ارحمہم اللہ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو عزت و وجاہت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیتِ دعا کے لیے اس عزت اور وجاہت کو پیش کرنا اور ان سے دعا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی درخواست کرنا جائز ہے۔ زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی۔
(شرح صحیح مسلم، جلد ۷، صفحہ ۵۶)

قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ۔ (المائدۃ ۵/ ۳۵)

''اس رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔''

دوسرے مقام پر ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ (النساء ۴/ ۶۴)

''اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حضور آجائیں، پھر اللہ سے معافی مانگیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کریں تو اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا، مہربان پائیں گے۔''

اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔
(الفاتحہ ۱/ ۶)

''چلا ہم کو سیدھے راستے پر، ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام فرمایا۔''

انعام یافتہ بندوں کے راستے پر چلنے کو اللہ نے کامیابی کا وسیلہ بنایا ہے۔

یہ اور ان جیسی دیگر کئی آیات سے وسیلہ کا ثبوت ملتا ہے۔ اور ان سے وہی وسیلہ مراد ہے جو اللہ کے اذن اور اجازت سے اس کا محبوب بندہ رب تک پہنچائے۔ اور جہاں وسیلہ کا انکار ہے، وہاں بتوں کا وسیلہ یا کفار کے لیے وسیلہ مراد ہے، یا وہ وسیلہ مراد ہے جس کی پوجا پاٹ کی جائے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ط (الزمر ۳۹/۳)

''نہیں پوجتے ہیں ہم ان بتوں کو مگر اس لیے تا کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں۔''

اس سے یہ پتہ چلا کہ مشرکینِ عرب اپنے بتوں کو جو اللہ کے دشمن ہیں، اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھ کر پوجتے تھے، یعنی عبادت کرتے تھے۔ اس طرح ان کا شرک دو وجہ سے ہوا۔

۱۔ دشمنانِ خدا کو اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھنا۔

۲۔ انھیں پوجنا یعنی عبادت کرنا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا کرتے اور یہ عرض کرتے کہ:

''اے اللہ! ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے بارش کی دعا کیا کرتے تھے تو تُو ہم پر بارش برساتا تھا، اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمِ محترم (چچا) کو تیری طرف وسیلہ بناتے ہیں، تو ہم پر بارش نازل فرما۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر لوگوں پر بارش ہوجاتی تھی۔

(صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۳۷)

حضرت امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا، کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ٹھیک کردے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اگر تم چاہو تو میں تمھارے لیے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دعا کروں اور اگر تم چاہو تو میں اس کو مؤخر کر دوں؟ اور یہ تمھارے لیے بہتر ہوگا۔ اس نے کہا، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دعا کر دیجیے۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو حکم دیا کہ وہ اچھی طرح سے وضو کرے۔ پھر دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم) اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِهٖ لِتُقْضٰی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ۔

(سننِ ابن ماجہ، باب ماجآء فی الصلوٰۃ الحاجۃ)

''اے اللہ! میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! نبیٔ رحمت کے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اور سوال کرتا ہوں، اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری ہو۔ اے اللہ! میرے متعلق آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شفاعت قبول فرما۔''

بیہقی نے اسے ''صحیح'' لکھا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ دعا کرنے والا نابینا تھا، جب یہ دعا کر کے اٹھا، تو بینا ہو گیا۔ جبکہ امام ابنِ ماجہ نے لکھا ہے کہ ابو اسحٰق نے کہا کہ یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔ امام طبرانی، حافظ منذری اور حافظ الہیثمی نے بھی اس حدیث کو ''صحیح'' لکھا ہے۔ (تبیان القرآن، جلد ۳، صفحہ ۱۷۳، ۱۷۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ جب مدینہ میں سخت قحط پڑا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور دیگر اہلِ مدینہ کو توسلاً حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور کی طرف بھیجا اور اس کی برکت سے موسلا دھار بارش ہوئی۔

(مشکوٰۃ، باب الکرامات)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ''قولِ جمیل'' میں لکھتے ہیں کہ اس آیت ''وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ'' میں وسیلہ سے مراد ''بیعتِ مرشد'' ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علامہ اسمٰعیل دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اہلِ سلوک اس آیت کو راہِ حقیقت کے سلوک کی طرف اشارہ گردانتے ہیں اور مرشد کو وسیلہ سمجھتے ہیں۔ اس بنأ پر حقیقی کامیابی اور مجاہدہ سے پہلے مرشد کو تلاش کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکانِ حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے۔ اس لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس راہ کا ملنا شاذ و نادر ہے۔

(صراط مستقیم فارسی صفحہ ۵۰)

امام جزری لکھتے ہیں:

وَيَتَوَسَّلُ اِلَى اللهِ بِاَنْبِيَآئِهٖ وَالصّٰلِحِيْنَ۔

(حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین)

''اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیائے کرام علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔''

امام جزری نے حضرت ابوامامہ کی حدیث کا حوالہ دیا ہے کہ

''اے اللہ! میں تجھ سے تیری ذات کے اس نور کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جس سے آسمان و زمین روشن ہے اور تیرے ہر حق کے وسیلے سے، اور جو سوال کرنے والوں کا تجھ پر حق ہے، اس کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں۔''

(حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین)

ملا علی قاری مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

سوال کرنے والوں کا اللہ پر اس لیے حق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے ان کی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ گویا کہ بندے نے اللہ تعالیٰ سے بندوں پر اس کے حق کے وسیلے سے اور سائلین کا اللہ پر جو حق ہے، اس کے وسیلے سے سوال کیا ہے۔ (الحرز الثمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شیخ ابنِ تیمیہ لکھتے ہیں کہ:

''ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے فلاں کے حق اور فلاں فرشتے، انبیاً اور صالحین وغیرہم کے حق سے سوال کرتا ہوں یا فلاں کی حرمت، اور فلاں کی وجاہت کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں۔ اس دعا کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت ہو۔ اور یہ دعا صحیح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اِن مقربین کی وجاہت اور حرمت ہے۔

(فتاوٰی ابن تیمیہ جلد ۱)

اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں قادری فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''بے شک طلب وسیلہ سنتِ جمیلہ ہے۔ کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ

(بنی اسرائیل ۱۷/ ۵۷)

''اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون اللہ سے زیادہ قریب تھا؟ کہ اس سے توسل کریں اور رحمتِ الٰہی کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔''

(فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۳۵)

شیخ ابنِ تیمیہ لکھتے ہیں کہ:

''ہر چند کہ انبیاً و صالحین اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ وہ زندوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور بے شک اس کی تائید میں احادیث بھی ہیں۔ پھر بھی کسی شخص کے لیے ان سے دعا کو طلب کرنا جائز نہیں ہے اور پہلے لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کیا، کیونکہ یہ شرک کا سبب ہے اور اللہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کو چھوڑ کر ان کی عبادت کا ذریعہ ہے۔ اس کے برخلاف اگر ان کی زندگی میں ان سے دعا طلب کی جائے، تو یہ شرک نہیں ہے۔''

(فتاویٰ ابنِ تیمیہ جلد ۱، صفحہ ۳۳۰)

مندرجہ بالا عبارت میں شیخ ابنِ تیمیہ نے مرنے کے بعد توسل کا انکار کیا ہے کہ زندگی میں یہ جائز ہے، لیکن بعد وصال یہ صحیح نہیں اور شرک کا سبب ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''شیخ ابنِ تیمیہ کا یہ قاعدہ باطل ہے۔ کیونکہ وفات کے بعد کسی سے دعا کی درخواست کرنا شرک کا سبب ہوتا، تو نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نابینا صحابی سے فرمادیتے کہ اس طریقے سے دعا کرنا صرف میری زندگی میں جائز ہے اور میرے وصال کے بعد اس طریقے سے دعا کرنا جائز نہیں، بلکہ شرک کا سبب ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی شرک کی بیخ کنی (خاتمہ) کرنا تھا اور جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر کسی استثنأ کے نابینا صحابی کو دعا کا یہ طریقہ تعلیم کیا تو معلوم ہوا کہ قیامت تک اس طریقے سے دعا کرنا جائز ہے۔ اور صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے یہی سمجھا تھا۔ اسی وجہ سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی ایک شخص کو دعا کا یہ طریقہ بتلایا اور ہمارے لیے صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کی اتباع کرنا شیخ ابنِ تیمیہ کے افکار کی اتباع کرنے سے بہتر ہے۔''

(شرح صحیح مسلم (سعیدی) جلد ۷، صفحہ ۷۴)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''کاش میری عقل ان لوگوں کے پاس ہوتی جو لوگ اولیأ اللہ سے استمداد اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ان کی امداد کا انکار کرتے ہیں۔ یہ اس کا کیا مطلب سمجھتے ہیں؟ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجت کو طلب کرتا ہے اور اس اللہ کے ولی کا وسیلہ پیش کرتا ہے اور یہ عرض کرتا ہے، کہ اے اللہ! تو نے اپنے اس بندۂ مکرم پر جو رحمت فرمائی ہے اور اس پر جو لطف و کرم کیا ہے، اس کے وسیلے سے میری اس حاجت کو پورا فرما کہ تو دینے والا کریم ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اس اللہ کے ولی کو ندا کرتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے یہ کہتا ہے کہ اے بندۂ خدا! اور اے اللہ کے ولی! میری شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میرا سوال اور مطلوب مجھے عطا کرے اور میری حاجت پوری کرے۔ سو مطلوب کو دینے والا اور حاجت کو پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے۔''

(اشعۃ اللمعات جلد ۳)

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و وجاہت کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے میں میرے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے۔''

پھر لکھتے ہیں کہ:

''میں نے وجاہت سے توسل اور قسم دینے کا جواز اور اس کی توجیہہ اس لیے بیان کی تاکہ عام مسلمانوں کو اس دعا میں حرج نہ ہو۔ کیونکہ بعض لوگ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجاہت کے وسیلے سے دعا کرنے پر گمراہی کا حکم لگانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔''

(روح المعانی جلد ۶)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

غیر مقلد عالم علامہ وحید الزّماں لکھتے ہیں کہ:

''جب دعا میں غیر اللہ کے وسیلے کا جواز ثابت ہے تو اس کو زندوں کے ساتھ خاص کرنے پر کیا دلیل ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا کی تھی وہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے ممانعت پر دلیل نہیں ہے۔ انھوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے اس لیے دعا کی تا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے ساتھ دعا میں شریک کریں۔ پھر لکھتے ہیں کہ جب کتاب وسنت کی تصریح سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمالِ صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، تو صالحین کے وسیلے کو بھی اس پر قیاس کیا جائے گا۔'' (ہدیۃ المھدی صفحہ ۴۷ تا ۴۹)

محمد سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں کہ:

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیأ و اولیأ اور صدیقین کا توسل جائز ہے۔ ان کی حیات میں یا بعد وفات کے۔ بایں طور کہے کہ یااللہ! میں بوسیلۂ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت روائی چاہتا ہوں یا اسی جیسے اور کلمات کہے۔'' (تسکین الصدور صفحہ ۴۱۳)

خلاصۂ کلام:

مختصر یہ کہ وسیلے کی ضرورت و اہمیت سے کسی طور بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ کلمۂ توحید ایمان لانے کا وسیلہ ہے۔ اسی طرح بیت اللہ شریف میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر اور مسجد نبوی شریف میں ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار بلکہ صوفیائے کرام کے مطابق ڈھائی لاکھ کے برابر ہے۔ کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکۂ مکرمہ سے مدینۂ منورہ میں دوگنی برکتوں کے نزول کی دعا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرمائی ہے۔تو مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور بیت المقدس نیکیوں میں کثرت کا وسیلہ ہیں۔

اسی طرح اللہ کی راہ میں مارے جانے والے بندوں کی موت، حیاتِ جاودانی اور اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں میں شمولیت کا وسیلہ بنتی ہے۔جیسا کہ قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ (آل عمران ۳/ ۱۶۹)

''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوئے، انھیں مردہ گمان بھی نہ کرو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اور انھیں رزق دیا جاتا ہے۔''

بعض لوگ جو سمجھتے ہیں کہ شاید وسیلے سے دعا مانگنا اللہ تعالیٰ سے براہِ راست مانگنے کے منافی ہے، ایسا نظریہ غلط اور باطل ہے۔شرک تو تب ہو کہ جب اللہ کے مقابلے میں کسی اور کو دعائیں قبول کرنے والا سمجھا جائے۔ یہاں ایسا معاملہ ہی نہیں، دعاؤں کی اجابت و قبولیت کے لیے وسیلہ شرط نہیں، مگر مفید اور کارگر ضرور ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور اپنی بارگاہ کے مقبولین کی صحبت و معیت نصیب فرمائے۔ نیز دنیا و آخرت میں اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے لیے وسیلہ بنادے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

استعانت (مدد طلب کرنا)

''استعانت'' کا لفظ ''عون'' سے بنا ہے۔جس کے لغوی معنیٰ مدد کرنا ہے اور اسی لفظ کو جب استعانت میں بدل دیں تو اس کا معنیٰ مدد طلب کرنا ہوتا ہے۔

عرفِ شرعی میں کسی حاجت مند کا مقبولانِ بارگاہِ خداوندی کو وصال سے پہلے یا وصال کے بعد اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسیلہ تصور کرتے ہوئے قریب یا دور سے مدد کے لیے پکارنا ''استعانت'' کہلاتا ہے۔ اس کو ''استمداد'' یا ''استغاثہ'' بھی کہتے ہیں۔

اہلسنت و جماعت کے نزدیک انبیائے کرام علیہم السلام و اولیائے عظام رحمہم اللہ سے ان کی زندگی اور ان کے وصال کے بعد بھی مدد طلب کرنا جائز ہے اور ایسا اس لیے ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام و اولیائے عظام ارحمہم اللہ علیہم اجمعین اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے ہیں اور ان کو اللہ رب العزت نے اپنا قربِ خاص عطا فرمایا ہے۔ یہ وہ بندے ہیں جن کے لیے حدیثِ قدسی میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

''فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَاِنْ سَأَلَنِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسْتَعَاذَنِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ''

(صحیح بخاری ج ۲ ،ص ۹۶۳، کتاب الرقاق، باب التواضع)

''.....میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ وہ مجھ سے اگر کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو دیدیتا ہوں وہ اگر میری پناہ چاہتا ہے تو میں اسکو محفوظ رکھتا ہوں۔''

یہ وہ انعامات ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے ان خاص قرب یافتہ بندوں کو عطا فرماتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ انعام عطا فرمائے تو اس میں پھر اضافہ ہی فرماتا ہے، کمی نہیں فرماتا۔ لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے انبیاءؑ، صدّیقین، شہداءؑ اور صالحین اپنی زندگی میں بھی لوگوں کی مدد فرماتے ہیں اور بعد از وصال بھی لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔

استعانت۔ قرآنِ حکیم کی روشنی میں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

۱۔ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ (المائدۃ ۵/۲)

''اور نیکی و پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔''

۲۔ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ (البقرۃ ۲/۴۵)

''صبر اور نماز کے ذریعہ (اللہ سے) مدد چاہو۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۳۔یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ (محمد ۴۷/۷)

''اے ایمان والو! اگر تم دینِ خدا کی مدد کرو گے، تو اللہ تعالیٰ تمھاری مدد فرمائے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔''

۴۔یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ۔
(الصّف ۶۱/۱۴)

''اے ایمان والو! دینِ خدا کے مدد گار ہو (جاؤ) جیسے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے حواریوں (عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں) سے کہا تھا کہ کون ہیں جو اللہ کی طرف ہوکر میری مدد کریں؟ حواری بولے، ہم دین خدا کے مدد گار ہیں۔''

۵۔ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ
(التحریم ۶۶/۴)

''تو بیشک اللہ ان کا مدد گار ہے اور جبرائیل (علیہ السلام) اور نیک ایمان والے۔''

۶۔حضرت ذو القرنین علیہ السلام نے دشمن کے مقابلے میں اپنی قوم سے یوں مدد طلب کی۔

''فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ۔'' (الکہف ۱۸/۹۵)

''تم اپنے زورِ بازو (یعنی محنت و مشقت) سے میری مدد کرو۔''

۷۔وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا ۝
(النساء ۴/۷۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''اور بنا دے ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی دوست اور بنا دے ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار۔''

ان گزشتہ آیات میں ''ولی'' اور ''نصیر'' کے الفاظ مخلوق کے لیے استعمال ہوئے ہیں، جبکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہیں۔ چنانچہ اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ اللہ کے بندوں کے لیے ان الفاظ و صفات کا استعمال مجازاً جائز ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی سنتِ جلیلہ کو کوئی شرک کا نام دے تو یہ تعلیماتِ اسلامی سے روگردانی کے مترادف ہے۔

یہاں اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ قرآنِ حکیم یا سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جب غیرِ خدا کو پکارنے سے منع فرمایا جائے یا پکارنے والوں کی برائی بیان ہو، تو اس پکارنے سے مراد ''معبود'' سمجھ کر پکارنا ہے۔ یعنی عبادت و پوجا کرنا اور جہاں غیرِ خدا کو پکارنے کا حکم ہے، یا اس پکارنے پر ناراضگی کا اظہار نہ ہو تو اس سے مراد بلانا یا پکارنا ہی ہوگا۔

جب غیر خدا کو ''ولی'' بنانے سے منع کیا جائے یا ولی ماننے والوں پر ناراضگی اور عتاب ہو، یا ایسے کو مشرک و کافر کہا جائے، تو ولی سے مراد ''معبود'' یا رب کے مقابل مددگار ہوگا۔ یا آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ قیامت میں کافروں کا مددگار کوئی نہیں، اور جب غیر خدا کو ولی بنانے کا حکم دیا جائے یا اس پر ناراضگی کا اظہار نہ ہو تو ولی سے مراد دوست، مددگار باذن اللہ یا قریب ہوگا۔

اسی طرح جہاں وسیلے کا انکار ہے، وہاں بتوں کا وسیلہ یا کفار کے لیے وسیلہ مراد ہے۔ یا وہ وسیلہ مراد ہے جس کی پوجا پاٹ کی جائے اور جہاں وسیلے کا ثبوت ہے وہاں بِإِذْنِ اللّٰهِ، اللہ والوں کا وسیلہ یا مؤمنوں کے لیے وسیلہ مراد ہے۔ آیاتِ قرآنیہ میں تعارض واقع نہ ہونے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ بصورتِ دیگر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آیاتِ قرآنیہ میں تعارض واقع ہوگا۔

استعانت احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

۱۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''کِرَامًا کَاتِبِیْنَ'' کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کیے ہیں، جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں۔ جب تم میں سے کسی شخص کو سفر میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ یہ ''ندا'' کرے کہ:

''اَعِیْنُوْا عِبَادَاللّٰہِ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ''

(المصنف جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۰)

''اے اللہ کے بندو! تم پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، میری مدد کرو۔''

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے مصائب و مشکلات کے ازالے اور حاجات کے پورا کرنے کے لیے بطورِ خاص ایک ایسی مخلوق پیدا کر رکھی ہے جو دکھی انسانیت کی خدمت اور ان کی مدد و نصرت کے لیے ہمہ وقت تیار رہتی ہے۔

۲۔ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو گم کردے اور وہ کسی اجنبی جگہ پر ہے تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ:

یَاعِبَادَاللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ۔ فَاِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا لَا نَرَاھُمْ وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِکَ۔

(مجمع الزوائد، جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۲)

''اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو'' کیونکہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے۔ یہ امر مجرّب ہے۔

۳۔ اِنَّ لِلّٰہِ خَلْقًا خَلَقَھُمْ لِحَوَآئِجِ النَّاسِ تَفْزَعُ النَّاسُ اِلَیْھِمْ فِیْ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حَوَآئِجِهِمْ اُوْلٰٓئِكَ الْاٰمِنُوْنَ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ۔

(مجمع الزوائد، جلد ۸ صفحہ ۱۹۲، الترغیب والترھیب ج ۳،ص ۳۹۰)

''اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حاجات وضروریات کی تکمیل کے لیے ایک مخلوق پیدا کر رکھی ہے تا کہ لوگ اپنی ضروریات (کی تکمیل) کے لیے ان سے رجوع کریں۔ یہ لوگ عذابِ الٰہی سے محفوظ و مامون ہیں۔''

۴۔ امام حاکم نے ایک حدیثِ مبارکہ اپنی ''مستدرک'' میں بیان کی ہے۔ جس میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک دوسرے کی مدد اور قضائے حاجات کے لیے حکم دیتے ہوئے اس مبارک عمل کی اہمیت یوں واضح فرمائی کہ:

لِاَنْ يَّمْشِيَ اَحَدُكُمْ مَعَ اَخِيْهِ فِيْ قَضَآءِ حَاجَةٍ اَفْضَلُ مِنْ اَنْ يَّعْتَكِفَ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا شَهْرَيْنِ۔

(المستدرک جلد ۴ ص ۲۷۰، الترغیب والترھیب ج ۳،ص ۳۹۱)

''تم میں سے کسی کا اپنے بھائی کے ساتھ اس کی مدد کے لیے جانا میری اس مسجد میں دو ماہ اعتکاف کرنے سے بہتر ہے۔''

۵۔ ایک رات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، ''سَلْ'' (جو چاہتا ہے) مانگ! حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے کہا: ''اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ۔'' ''میں جنت میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی (دائمی) قربت چاہتا ہوں۔'' ''قَالَ، اَوَغَيْرَكَ؟'' آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا، اس کے علاوہ؟ (جو مانگنا ہے، مانگ لو۔) ''قُلْتُ، هُوَ ذَاكَ۔'' ''میں نے عرض کی، یہی کافی ہے۔''

(الصحیح المسلم، کتاب الصلوٰۃ جلد ا ص ۱۹۳۔ ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ جلد ا ص ۱۹۴)

یہاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے صحابی کو سوال کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چنانچہ اگر اللہ کے سوا کسی اور سے سوال کرنا ممنوع ہوتا تو اللہ کے رسول ﷺ ہرگز ایسا نہ فرماتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا کسی اور سے سوال کرنا اور مدد کی درخواست کرنا منع نہیں ہے۔

۶۔ ایک مرتبہ حضرت سیدنا ساریہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اسلامی لشکر دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد میں مصروف تھا۔ اسلامی لشکر جب دشمن کے نرغے میں آ گیا تو عین اسی وقت ہزاروں میل کی مسافت پر موجود امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، جو مدینۂ منورہ میں منبرِ رسول ﷺ پر خطبۂ جمعہ دے رہے تھے۔ روحانی توجہ کے باعث میدانِ جنگ کا نقشہ آپ کی نظروں کے سامنے تھا۔ دورانِ خطبہ بلند آواز سے فرمایا:

''یَاسَارِیَ الْجَبَلْ''

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۴۶، دلائل النبوۃ لابی نعیم ص ۱۵۰۷، الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۲۶۲)

''اے ساریہ! پہاڑ کی پناہ لو۔''

یہ ارشاد فرما کر آپ دوبارہ اسی طرح خطبہ میں مشغول ہو گئے۔ اس وقت نہ تو کوئی موبائل فون تھا، اور نہ ہی ریڈار سسٹم، اور نہ کوئی اور ایسا ذریعہ کہ جس سے میدانِ جنگ کے حالات سے فوری آگاہی ممکن ہوتی۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روحانی قوت تھی کہ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پیغام وصول بھی کر لیا اور اس پر عمل کرتے ہوئے پہاڑ کی پناہ لے کر فتح بھی حاصل کی۔

۷۔ اِسْتَعَانُوْا بِاٰدَمَ، ثُمَّ بِمُوْسٰی، ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ ﷺ۔

(صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۹۹، کتاب الزکوٰۃ باب من سئل الناس تکثراً)

''(قیامت کے دن) لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے استغاثہ (مدد طلب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کریں گے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور آخر میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔''

اس کے علاوہ کئی احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استغاثہ و استمداد طلب کرتے تھے اور اپنے حالات فقر، مرض، مصیبت، حاجت، قرض اور عجز وغیرہ بیان کرکے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ مان کر ان مسائلِ حیات کا ازالہ چاہتے تھے۔ اس عمل سے ان کا یہ عقیدہ ثابت ہوجاتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض ایک واسطہ اور نفع ونقصان میں سبب ہیں اور حقیقی فاعل تو صرف اللہ رب العزت ہی کی ذات ہے۔

استعانت، اکابر فقہائے کرام وعلمائے عظام کی آرا کی روشنی میں

۱۔ شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی (متوفی ۱۲۰۵ھ) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں لکھتے ہیں:

وَفِي الْحَدِيْثِ دَلِيْلٌ عَلٰى جَوَازِ الْاِسْتِعَانَةِ....الخ

(تحفۃ الذاکرین، ص ۱۵۵، ۱۵۶)

اس حدیث میں ان لوگوں سے مدد حاصل کرنے کی دلیل ہے جو نظر نہ آتے ہوں، جیسے فرشتے اور نیک جن اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ جب سواری کھسک جائے یا بھاگ جائے تو انسانوں سے مدد حاصل کرنا جائز ہے۔

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''کاش میری عقل ان لوگوں کے پاس ہوتی، جو لوگ اولیأ اللہ سے استمداد اور ان کی امداد کا انکار کرتے ہیں، یہ اس کا کیا مطلب سمجھتے ہیں؟ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا اللہ کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور اس سے اپنی حاجت کو طلب کرتا ہے اور اس اللہ کے ولی کا وسیلہ پیش کرتا ہے اور یہ عرض کرتا ہے، کہ اے اللہ! تو نے اپنے اس بندۂ مکرم پر جو رحمت فرمائی ہے اور اس پر جو لطف و کرم کیا ہے اس کے وسیلے سے میری اس حاجت کو پورا فرما، کہ تو دینے والا کریم ہے۔''

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اس اللہ کے ولی کو ''ندا'' کرتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے یہ کہتا ہے کہ اے بندۂ خدا اور اے اللہ کے ولی! میری سفارش فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ وہ میرا سوال اور مطلوب مجھے عطا کرے اور میری حاجت بر لائے۔ سو مطلوب کو دینے والا اور حاجت کو پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے، اور قادر، فاعل اور اشیاء میں تصرف کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔''

۳۔ اعلیٰ حضرت الشیخ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری کے فتاوٰی میں ہے کہ:

''ان سے استفتاً ہوا (سوال کیا گیا) کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاً و مرسلین، اولیاً و صالحین سے فریاد کرتے ہیں اور یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یا علی، یا شیخ عبد القادر جیلانی اور ان کی مثل کلمات کہتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیاً بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ بے شک انبیاً و مرسلین، اولیاً و علماً سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔''

(مشارق الانوار، الشیخ حسن العدوی الحمزاوی)

اور اسی سے ملتا جلتا جواب شیخ جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی کے فتاوٰی کے حوالے سے لکھا ہے۔ (تحفظ عقائدِ اہلسنت ص ۶۰۸)

۴۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ''اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾ ۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے اس طرح مدد مانگنا، کہ انسان اس مخلوق پر بھروسہ کرے اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر نہ مانے تو یہ حرام ہے اور اگر توجہ محض اللہ تعالیٰ کی امداد کی طرف ہو اور اللہ تعالیٰ کے نظامِ اسباب اور حکمت کو دیکھتے ہوئے اس مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر جانے اور ظاہری طور پر اس سے مدد مانگے، تو اہلِ معرفت سے دور نہیں ہے اور یہ شریعت میں جائز ہے۔ مخلوق سے ایسی استعانت انبیأ و اولیأ نے بھی کی ہے، درحقیقت یہ استعانت اللہ تعالیٰ سے ہی ہے، نہ کہ اس کے غیر سے۔''

(تفسیر عزیزی (فارسی) جلد ۱، ص ۸)

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ''جس بزرگ کی زندگی میں بھی اس سے مدد طلب کی جاتی ہے، وفات کے بعد بھی اس سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔''

(اشعۃ اللمعات (فارسی) جلد ۱ ص ۷۱۵)

۵۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی نور اللہ مرقدہ پر ایک مرتبہ اعتراض ہوا کہ ''یَاشَیۡخ عَبۡدُ الۡقَادِرۡ جِیۡلَانِیۡ شَیۡئًا لِلّٰہ'' کے بجائے اللہ تعالیٰ سے اس طرح مانگنا چاہیے کہ یا اللہ! مجھے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا کچھ صدقہ عطا فرما۔'' حضرت (پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ حق تعالیٰ جلّ شانہٗ سورۃ النسأ میں فرماتے ہیں:

وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ ۔ (النسأ ۴/۱)

''ڈرو اس اللہ سے جس کا واسطہ دے کر لوگوں سے سوال کرتے ہو۔''

حق تعالیٰ نے یہاں اپنے نام کے واسطے سے سوال کرنے کو اپنے احسان کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیکر سوال کرنا جائز نہ ہوتا تو اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پر اپنا احسان نہ جتاتے، بلکہ ایسا کرنے سے منع فرمادیتے۔ لہٰذا جملۂ مذکورہ جس کا مفاد اللہ کے نام کے واسطے سے سوال کرنا ہے، درست ہوگا۔''

(مہر منیر، ص ۴۲۱)

ان اکابر فقہائے کرام و علمائے عظام کی آرا کے علاوہ معترضین کے چند اکابر علمائے کرام کے اقوال بھی مندرجہ ذیل ہیں۔

شیخ محمود الحسن اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۴﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''اس کی ذاتِ پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں، اگر کسی مقبول بندے کو محض واسطۂ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانتِ ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔'' (حاشیۃ القرآن الحکیم ص ۲)

سید احمد بریلوی صاحب کے بھتیجے کا بیان ہے کہ:

''مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ بڑی کوشش کے باوجود روٹی کہیں سے نہ مل سکی۔ تو میں ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مقدسہ میں زیارت کے لیے گیا، میں نے مزار شریف کے سامنے فقیرانہ ندا کی کہ اے جدۂ محترمہ! میں آپ کا مہمان ہوں۔ کھانے کے لیے کچھ عنایت فرمائیں اور اپنے الطافِ کریمانہ سے مجھے محروم نہ فرمائیں۔ اس کے بعد میں نے سلام کیا اور سورۂ فاتحہ و سورۂ اخلاص پڑھ کر ان کی روح پرفتوح کو ایصالِ ثواب کیا۔

میں نے بیٹھ کر سر آپ کی قبر پر رکھا ہوا تھا کہ رزاقِ مطلق اور دانائے برحق رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے تازہ انگور کے دو گچھے میرے ہاتھوں میں آگئے۔ اور عجیب ترین بات یہ تھی کہ سردیوں کا موسم تھا اور کہیں بھی تازہ انگور میسر نہ تھے۔ میں حیران رہ گیا، ایک گچھا تو میں نے وہیں کھالیا اور حجرے سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

باہر آ کر ایک ایک دانہ ساتھیوں میں تقسیم کر دیا اور میں نے یہ اشعار کہے۔

یافت مریم گرینگام شتا میوہ ہائے جنت از فضلِ خدا
ایں کرامت درحیاتش بودوبس بعد فوتش نقل نمود است کس
بعد فوت زوج ختم المرسلین رفتہ چندیں قد نہا اے دور بین
بنگرازوے ایں کرامت یافتم مایہ صد گو نہ نعمت یافتم

''اگر چہ حضرت مریم کو سردی کے موسم میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنتی میوے ملے۔ تاہم یہ کرامت صرف ان کی زندگی میں تھی، ان کی وفات کے بعد کسی نے یہ کرامت نقل نہیں کی۔ اے دور تک دیکھنے والے! حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ کی وفات کو کئی صدیاں گزر گئی ہیں۔ دیکھ! کہ میں نے ان کی یہ کرامت پائی اور سو قسم کی نعمت کا سرمایہ حاصل کیا۔'' (مخزنِ احمدی ص ۹۹)

جسٹس تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ:

''میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے روزانہ ان کی قبر پر جاتا ہوں اور جب کبھی مجھے کوئی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ میں دو رکعتیں پڑھ کر ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں، اور وہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ میری حاجت جلد پوری فرما دیتے ہیں۔''

(تاریخ بغداد جلد ۱، ص ۱۲۳ بحوالہ جہاں دیدہ ص ۴۲، ۴۳)

شیخ اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

یَاشَفِیْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِیَدِیْ اَنْتَ فِی الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِیْ

''دستگیری کیجئے میرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(''ترجمہ'' از نشر الطیب ص ۱۹۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

اَغِثْنِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ! اِنِّیْ لَمَغْبُوْنٌ وَقَنَّطَنِی الْعِظَامُ

''اے خدا کے رسول (ﷺ)! آپ ﷺ میری فریاد رسی فرمایئے، کیونکہ میں نقصان رسیدہ ہوں اور بڑے بڑے درباروں سے مایوس ہوکر واپس ہوا ہوں۔'' (مناجاتِ مقبول، قربات عنداللہ وصلوٰۃ الرسول ص ۲۳۰)

شیخ قاسم نانوتوی صاحب بانی دارالعلوم دیو بند فرماتے ہیں کہ:

مدد کر اے کرم احمدی! کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

(قصائدِ قاسمی ص ۶، الشہاب الثاقب ص ۲۲۷)

استعانت سے متعلق اہلسنت کا نظریہ

امامِ اہلسنت، مجددِ دین و ملت، اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمہ اللہ سے ''یارسول اللہ (ﷺ)''، ''یا ولی اللہ'' اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، کو ''مشکل کشا'' کہنے سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ:

''جائز ہے جبکہ انھیں بندۂ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انھیں باذنِ الٰہی فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝ (النزعٰت ۷۹/۵) ''پھر ہر کام کا انتظام کرنے والے ہیں۔'' سے مانے اور اعتقاد کرے کہ بے حکمِ (بغیر حکم) خدا، ذرہ بھی نہیں ہل سکتا اور اللہ عزوجل کے دیئے بغیر کوئی ایک حبّہ (دانہ) نہیں دے سکتا، ایک حرف نہیں سن سکتا، پلک نہیں ہلا سکتا اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے۔'' (احکامِ شریعت ص ۳۶ حصہ اول، مسئلہ نمبر ۲)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''اولیاءاللہ اور انبیائے کرام علیہم السلام سے مدد مانگنا جائز ہے، جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ ہی کی ہے۔ یہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور مسلمان کا یہ ہی عقیدہ ہوتا ہے، کوئی جاہل بھی کسی ولی کو خدا نہیں سمجھتا۔''

(جاءالحق ص ۱۷۹)

مفتی محمد خلیل خاں برکاتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''استعانت کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) استعانتِ حقیقیہ (۲) استعانتِ غیر حقیقیہ

''استعانتِ حقیقیہ یہ ہے کہ اس سے مدد چاہے، اسے قادر بالذات و مالکِ مستقل اور غنی بے نیاز جانے کہ بے عطائے الٰہی (بغیر اللہ کی عطا کے) وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ہے۔ وہی کارسازِ حقیقی ہے اور اپنی حد ذات میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ یہ استعانت خواہ بلا واسطہ ہو یا آلات و خدام و احباب کے واسطے سے، ہر طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کہ وہی مستعانِ حقیقی (حقیقی مدد کرنے والا) ہے۔''

پھر لکھتے ہیں کہ:

''اس معنی کے اعتبار سے کسی اور کو مستعان و فریاد رس اور کارسازِ حقیقی جاننا اور اس معنی کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد رکھنا، ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے۔''

پھر لکھتے ہیں کہ:

''دوسری استعانتِ غیر حقیقی، کہ جس سے استعانت کی جائے، ان سب کو عونِ الٰہی کا مظہر، وصولِ فیض کا ذریعہ اور قضائے حاجات کا وسیلہ و واسطہ جانے اور یہ قطعاً حق ہے۔'' (توضیحات وتشریحات، ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' ص ۲۴۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سعیدِ ملت حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ:

''انبیأ علیہم السلام اور اولیائے کرام ہوں یا عام انسان، اس کائنات میں جس سے بھی جو فعل صادر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے صادر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی انسان کو کسی شئے پر ذرّہ برابر بھی قدرت نہیں ہے۔ اس اعتقاد کے ساتھ انبیأ علیہم السلام اور اولیائے کرام سے استمداد کرنا ہر چند کہ جائز ہے، لیکن افضل، احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ ہر حال میں اور ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جائے اور اسی سے استمداد اور استعانت کی جائے۔''

(شرح صحیح مسلم جلد ۷، ص ۸۸، ۸۹)

علامہ محمد عبد الحکیم صاحب شرف قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''البتہ یہ ظاہر ہے کہ جب حقیقی حاجت روا، مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ اسی سے مانگا جائے اور اسی سے درخواست کی جائے اور انبیأ و اولیأ کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے۔ کیونکہ حقیقت، حقیقت ہے اور مجاز، مجاز ہے۔ یا بارگاہِ انبیأ و اولیأ سے درخواست کی جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ''ہماری مشکلیں آسان فرما دے اور حاجتیں برلائے۔'' اس طرح کسی کو غلط فہمی بھی پیدا نہیں ہوگی اور اختلافات کی خلیج بھی زیادہ وسیع نہیں ہوگی۔''

(ندائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۲)

الحمدللہ قرآن و حدیث، ائمہ مجتہدین، فقہائے کرام اور علمائے عظام کے اقوال ونظریات سے بخوبی ثابت ہوگیا ہے کہ استعانت کوئی خلافِ شرع کام نہیں ہے، بلکہ جائز ہے۔ چنانچہ ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ حقیقی مددگار اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو حقیقی مددگار سمجھنا اسلام کے دائرے سے خارج کردیتا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی نیکی کی توفیق سے نوازنے والی اور گناہوں کو معاف کرنے پر قدرت رکھنے والی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی کسی کو گناہ سے روک سکتا ہے اور نہ نیکی کی توفیق دے سکتا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیأ اللہ سے مدد مانگنا صرف انھیں مستعانِ مجازی مانتے ہوئے ہی جائز ہے۔ اور یہ کہ بندہ زندہ ہو یا قبر میں آرام کررہا ہو، دونوں صورتوں میں وہ اپنے وجود پر قطعًا قادر مطلق نہیں ہوتا، بلکہ اس ظاہری زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ اپنا دیا ہوا اختیار چھین لے تو بندہ ایک تنکا توڑنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔ لہٰذا جس طرح اس عالمِ اسباب میں بندے کے جملہ اختیارات کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے باوجود بھی اس سے مدد طلب کرنا شرک نہیں ہے، بلکہ حکمِ خداوندی ہے، بالکل اسی طرح موت کے بعد بھی اگر کسی بندے سے امداد طلب کی جائے تو اسے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے مختار مانا جائیگا۔

اگر کسی ڈاکٹر کو حقیقی مددگار سمجھ کر اس سے علاج کروایا جائے تو یہ شرک قرار پائے گا۔ جبکہ اللہ رب العزت کو حقیقی مددگار جان کر کسی بزرگ کی دعا یا کسی صاحبِ مزار کے وسیلے کو علاج کا ذریعہ بنایا جائے تو یہ بالکل جائز ہے اور خلافِ شرع نہیں ہے۔ رہا دور ونزدیک کا مغالطہ، تو آج انفارمیشن ٹیکنالوجی اور سائنسی ترقی کے دور میں ایسا مغالطہ اہلِ علم کو نہیں، بلکہ سادہ لوح مسلمانوں کو دیا جاسکتا ہے۔

آج سائنسی ترقی کا یہ عالم ہے کہ ایک عام آدمی بھی بند کمرے میں بیٹھ کر انٹرنیٹ کے ذریعہ اپنی ہتھیلی کی طرح تمام دنیا کا مشاہدہ کرنے پر قادر ہے۔ انٹرنیٹ کی مدد سے دنیا کے کسی بھی کونے میں رونما ہونے والے واقعہ سے اسی لمحے میں پوری دنیا کا آگاہ ہوجانا اگر توحید کے منافی نہیں، تو روحانی اسباب کے امکان کا اظہار بھی شرک کو ہرگز دعوت نہیں دیتا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

انسانوں کے گلے کی آواز کتنی کمزور و ناتواں ہوتی ہے کہ فرلانگ، دو فرلانگ بھی آواز کی لہروں کا پہنچنا مشکل ہوتا ہے، لیکن جب انہی لہروں کو موبائل فون کنکشن اور ریڈیو اسٹیشن یا ٹیلی ویژن اسٹیشن، برقی اور ریڈیائی لہروں میں تبدیل کردیتا ہے تو ان میں اتنی طاقت آجاتی ہے کہ وہ ہوا کے دوش پر سوار ہوکر سارے عالم میں گردش کرتی رہتی ہیں اور پوری فضا ان سے معمور رہتی ہے۔ لیکن پھر انہی لہروں کو ہوا کی لہروں میں تبدیل ہوکر ہمارے کانوں کی سماعت کے لائق ہونے کے لیے ''ریڈیو سیٹ''، ''ٹیلی ویژن'' یا ''موبائل فون'' کی مقناطیسی طاقت درکار ہوتی ہے، جس سے ہم ان بکھری ہوئی آوازوں کو گرفتار کرتے اور سنتے ہیں۔ اس نظام کے تحت ایک آدمی دنیا کے انتہائی کناروں سے دوسرے کناروں تک کے انسانوں کو خطاب کرتا ہے، بلکہ پوری دنیا کو اپنا پیغام ایسے سناتا ہے، جیسے وہ قریب بیٹھ کر اس کا ایک ایک لفظ سن رہے ہیں۔

چنانچہ اب اس دور میں بھی اگر کوئی دور ونزدیک کی موشگافیوں میں سرگرداں ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے روحانیت کی پرواز کا منکر ہے اور اسے قادرِ مطلق کی قدرت سے بعید تصور کرتا ہے۔ جبکہ مادی ترقی کے عروج کا قائل ہے تو اسے اس کی کم عقلی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ جبکہ صحیح بخاری شریف کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جب بندہ بارگاہِ الٰہی میں مقرب بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں اسکی سماعت ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔''

(صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۲۳، باب التواضع کتاب الرقاق)

یہاں سماعت، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں ہوجانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خاص قدرت سے ان اعضاً میں اتنی طاقت وقوت پیدا کردی جاتی ہے کہ وہ دور و نزدیک سنتے ہیں، دورونزدیک دیکھتے ہیں، پردے ہٹادیئے جاتے ہیں اور وہ ایک لمحے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ بھی جا پہنچتے ہیں۔ کیونکہ یہ روحانی طاقت اللہ کی عطا کردہ ہے۔سو اب اس کا منکر بن جانا قرآن وحدیث سے انحراف کے مترادف ہوگا۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور، ولی کے کان (سماعت) بن گیا تو وہ قریب و بعید کو سنے گا، اور جب وہ نور اس کی آنکھیں بن گیا تو وہ قریب و بعید کو دیکھے گا، اور جب وہ نور اس کے ہاتھ بن گیا تو وہ مشکل و آسان کام اور قریب و بعید میں تصرف کر سکے گا۔'' (تفسیر کبیر جلد ۱،ص ۸۹۱)

خلاصۂ کلام

آخری کلمات کے طور پر ایک بار پھر یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ بہتر اور اولیٰ یہی ہے کہ مخلوق کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہی سب کچھ مانگا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی ہمیشہ اللہ رب العزت ہی کی بارگاہ میں التجا کی اور امتِ مسلمہ کو بھی یہی تلقین فرمائی کہ اپنے رب کی بارگاہ میں دستِ سوال دراز کرو اور مدد بھی اسی سے طلب کرو۔ اسی پر بھروسۂ کامل رکھو۔ البتہ اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام خصوصاً نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بزرگانِ دین کا وسیلہ پیش کرنا مجرّب ہے اور بارگاہِ رب العزت سے یہ امید ہے کہ وہ اپنے ان نیک و پاکباز بندوں کے طفیل دعاؤں کو جلد قبول فرمالے۔لیکن اللہ کو چھوڑ کر اگر کوئی شخص کسی بھی نبی، ولی اور بزرگ کو مستقل، حقیقی اور اسے ذاتی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طور پر اللہ کے سوا مددگار جانتا اور ایسا عقیدہ رکھتا ہے، ایسے شخص کے کفر میں ذرّہ بھر شک کی گنجائش نہیں ہے۔

اللہ رب العزت ہمارے عقائد اور ایمان کی حفاظت فرمائے اور دنیا و آخرت میں ہمارا حامی و مددگار بنے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

باب دوم
عبادات

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسلام کا تصورِعبادت

'' عبادت '' کے لفظی معنیٰ فرمانبرداری ،اطاعت گزاری اور اظہارِعاجزی ہوتے ہیں۔

قاضی بیضاوی علامہ نسفی وغیرہ مفسرین نے عبادت کے یہ معنیٰ بتائے ہیں۔

''اَقْصٰی غَایَۃُ الْخُضُوْعِ وَالتَّذَلُّلِ۔''

''کسی کیلئے انتہائی حدتک عاجزی وفروتنی (تواضع) کرنا۔''

انسان مختلف افراد اور ہستیوں کے سامنے عاجزی ظاہر کرتا ہےمثلاً ۔چھوٹا بھائی ،بڑے بھائی کے سامنے ،بیٹا باپ کے سامنے،شاگرد استاد کے سامنے،مرید شیخ کے سامنے،اُمتی نبی کےسامنےاور ایک عابد (عبادت کرنے والا)معبود کے سامنے۔

ہرشخص پر ظاہر ہے کہ تذلل (عاجزی وانکساری) کے یہ سب مدارج یکساں نہیں ایک دوسرے سے بڑھکر ہیں۔(نزھتہ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۷۸)

شرعاً ہرایسا کام عبادت ہے جوآدمی کتاب اللہ اورسنتِ رسول ﷺ کے مطابق کرے اوراس کام سے اس کا مقصد اللہ کی رضااوراجروثواب ہو۔

(اسلامی فقہ ج ۱ ص ۱۳۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تصورِ عبادت اور اسکی اہمیت:

عبادت انسانی فطرت کی پکار اور اسکی روح کا تقاضا ہے انسان جسے بھی اپنے سے برتر اور طاقت ور سمجھتا ہے، اس سے ڈرتا یا امید رکھتا ہے اور اس کے سامنے اپنا سرِ نیاز خم کر دیتا ہے۔ اگر غلط ماحول یا غلط تربیت کی وجہ سے وہ اللہ کے سامنے اپنی پیشانی نہیں جھکا پاتا تو اپنے سے کمتر نہ جانے کتنی مخلوق کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ درخت، پتھر، پانی، ہوا، سورج، چاند اور اس سے بڑھکر جانوروں اور کیڑے مکوڑوں میں بھی اگر طاقت و برتری اور امید و خوف کی کوئی رمق وہ محسوس کرتا ہے تو انکو بھی معبود بنا کر اپنی جبینِ نیاز انکے سامنے جھکانے لگتا ہے اور انکو خوش کرنے کیلئے ہر طریقۂ نیاز مندی اختیار کرتا ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے ارادہ واختیار اور عقل وشعور عطا کیا ہے، اُسے بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، اس کیلئے ہر سہولت مہیا کر دی، مگر خود انسان کیلئے ارشاد فرمایا کہ:

''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾''

(الذاریات ۵۱/۵۶)

'' اور میں نے جن اور آدمی (انسان) اپنے ہی لیئے بنائے ہیں کہ میری عبادت کریں۔''

مقصد یہ ہے کہ جب سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے تو سر نیاز بھی صرف اُسی کے آگے جھکنا چاہیے اور انسان کو اپنے ارادہ واختیار اور عقل ودانش کے استعمال کا آغاز اَللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ کی شکر گزاری سے کرنا چاہیے۔ یہ شکر گزاری نہ صرف زبان سے ہو بلکہ اسکی بارگاہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے میں بھی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسے ادنیٰ تأمل نہ ہو۔گو کہ اسکی شکر گزاری کے بہت سے مظاہر ہیں مگر اس کا سب سے بڑا مظہر ''عبادت'' ہے۔

اورعبادت کی روح یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے اسطرح بچھ جائے جسطرح بچہ ماں کے سامنے بچھ جاتا ہے،اس وقت عبد اورمعبود کے درمیان کے سارے پردے ہٹ جاتے ہیں اورانسان گویا اپنے رب سے ہمکلام ہوجاتا ہے۔

اسلام نے انسان کے ارادہ واختیار اور اسکی فطرت کو اعتدال پر باقی رکھنے کیلئے اپنی دعوت وتعلیم کی ابتداً ہی توحیدِ باری تعالیٰ سے کی ہے،مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کائنات کا نہ صرف خالق سمجھا جائے بلکہ یہ بھی مستحکم یقین ہو کہ وہی اپنی قدرت سے ساری کائنات کو چلا رہا ہےاوراس میں اس کا کوئی شریک نہیں ، اُس سے کسی کو بلند وبرتر اور کامل نہ سمجھا جائے اور اسی کو اطاعت وعبادت کا مرکزِ نظر بنایا جائے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عبادت کیا چیز ہے؟

مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین احمد یحیٰ منیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ !

عبادت دلوں کی پونجی ،متقیوں کا زیور ،مَردوں کا ہنر ،ہمت والوں کا پیشہ اور حاصلِ عمر ہے۔ علاوہ ازیں علم کا ثمرہ ،اہل بصیرت کا طریقہ ،نیک بختی کا جادہ (سڑک)اور جنت کی راہ ہے ۔لیکن بڑی بڑی سختیوں ، بے انتہا مصیبتوں کا سامنا ہے۔ڈاکو بکثرت درپے ہوتے ہیں۔رفیق (دوست) اور ساتھی بہت ہی کم ۔ یہ سب اسلیئے کہ بہشت (جنت) کا راستہ ہے۔

چنانچہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

''حَفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحَفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ''

بہشت کومکروہات اور دشواریوں سے ،دوزخ کو آسانی اورخواہشوں سے گھیر ڈالا ہے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اِن سختیوں کے علاوہ بندہ کمزور، عمر مختصر، موت قریب، اس پر دور دراز کا سفر ایسی صورت میں عبادت کو ایک ایسا زادِراہ سمجھ کہ جس کے بغیر چارہ نہیں۔ خدانخواستہ اگر یہ موقع ہاتھ سے جاتا رہا تو پھر اس کا حصول ہی ناممکن ہے۔

(مکتوبات صدی مترجم ص ۲۶۴ مکتوب نمبر ۳۷)

یادرہے کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ رب العزت ہے۔ ہر طرح کی عبادت اسی کے ساتھ خاص ہے، یہ ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے۔ اللہ کے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور انبیأ کرام علیہم السلام واولیائے عظام رضی اللہ عنہم کی صرف تعظیم وتکریم اور ادب کیا جاتا ہے۔ ان پاکباز ہستیوں کو کوئی بھی معبود نہیں سمجھتا۔

مختصر یہ کہ اسلام کا تصوّرِ عبادت بڑا وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ اور یہ وہ طریقہ ہے جس کے ذریعہ عبد اور معبود کے درمیان قرب اور ربط وتعلق گہرا اور مضبوط ہوتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فقہی اصطلاحات

ہر فن وعلم کی اپنی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں جب تک ان کو نہ سمجھا جائے اس وقت تک اس فن کا سمجھنا بہت ہی دشوار ہوتا ہے۔ یہاں علمِ فقہ میں استعمال ہونے والی چند اصطلاحات کا ذکر کیا جاتا ہے، جن کو بغور پڑھنے سے اس علم (فقہ) کو سمجھنے میں انشاء اللہ آسانی ہوگی۔ان اصطلاحات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہیے کیونکہ یہ کثرت سے استعمال ہوتی ہیں۔

فرض:

جو بات قرآن اور حدیث دونوں سے یا صرف قرآن سے یا کئی احادیث سے ثابت ہو اور اس میں کوئی شبہ نہ ہو یعنی جو شریعت کی یقینی اور قطعی دلیل سے ثابت ہو، وہ فرض ہے اس کا کرنا ضروری ہے۔ بغیر کسی عذر کے اس کو چھوڑنے والا فاسق اور جہنمی ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ۔

پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ا۔فرضِ عین ۲۔فرضِ کفایہ

ا۔فرضِ عین: جس کا ادا کرنا ہر عاقل و بالغ مسلمان پر ضروری ہے۔جیسے نمازِ پنجگانہ وغیرہ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲۔فرضِ کفایہ: جس کا ادا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے لیکن اگر کچھ لوگ ادا کر لیں تو ادا نہ کرنے والے گناہ سے بچ جائیں گے۔ اور اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے، جیسے نمازِ جنازہ وغیرہ۔ (درِمختار۔جلد۱،صفحہ ۷۰)

واجب:

جو شریعت کی دلیلِ ظنی سے ثابت ہو اور وہ فرض سے قریب ہے،اس کا کرنا ضروری ہے، بغیر کسی تاویل اور بغیر کسی عذر (شرعی) کے چھوڑ دینے والا فاسق اور بالاجماع جہنم کے عذاب کا مستحق ہے۔لیکن اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں، بلکہ گمراہ اور بد مذہب ہے۔

اس طرح فرض و واجب دونوں میں فرق فقط اعتقاداً ہے، ورنہ عمل کرنے میں جیسا فرض ضروری ہے، ویسا ہی واجب بھی ضروری ہے۔

کسی واجب کا ایک بار بھی قصداً (جان بوجھ کر) چھوڑنا گناہِ صغیرہ ہے اور چند بار چھوڑنا گناہِ کبیرہ ہے۔

سنت:

وہ بات یا کام جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کیا ہو یا کرنے کا حکم دیا ہو۔ اور جو کوئی فعل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی دوسرے کو کرتے دیکھا اور اسے منع نہ فرمایا یا اس کو برقرار رکھا، وہ بھی سنت ہے۔

سنت کی دو قسمیں ہیں۔ا۔سنتِ مؤکدہ ۲۔سنتِ غیر مؤکدہ

(ا) سنتِ مؤکدہ: اسے سنتِ راتبہ یا سنن الہدیٰ بھی کہا جاتا ہے۔

یہ وہ عمل ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہمیشہ کیا ہو اور بلا عذر اس کو نہ چھوڑا ہو، البتہ بیانِ جواز کے لیے کبھی چھوڑ بھی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دیا ہو، یا وہ کہ جس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہو۔اس کو ادا کرنے میں بہت بڑا ثواب ہے اور اس کو کبھی اتفاقیہ طور پر چھوڑ دینے سے اللہ و رسول ﷺ کے غصہ و ناراضگی کا اندیشہ ہے۔ اور اس کو چھوڑ دینے کی عادت ڈالنا حرام کے قریب ہے۔اس کے چھوڑنے والے کے لیے شفاعت سے محروم ہوجانے کا ڈر اور جہنم کا عذاب ہے۔

جیسے نمازِ فجر کی دو رکعت سنتیں وغیرہ کہ یہ سنتِ مؤکدہ ہیں۔

(۲) سنتِ غیر مؤکدہ : انھیں سننِ غیر راتبہ اور سننِ زائدہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ عمل ہے جسے رسول اکرم ﷺ نے کبھی کیا ہو اور کبھی بغیر عذر چھوڑ دیا ہو اور شرع نے اس کے کرنے کو پسند اور ترک کرنے کو ناپسند کیا ہو۔ اس کو ادا کرنے والا ثواب پائے گا اور اس کو چھوڑنے والا عذاب کا مستحق نہیں۔ جیسے عصر اور عشاء سے پہلے کی چار سنتیں کہ یہ غیر مؤکدہ ہیں۔

سنت کی دو قسمیں اور بھی ہیں ۱۔سنتِ عین ۲۔سنتِ کفایہ

(۱) سنتِ عین: جس پر ہر ایک کو عمل کرنا ضروری ہے مثلاً وضو میں تین بار اعضاء کو دھونا وغیرہ۔

(۲) سنتِ کفایہ: جسے کسی ایک نے یا چند آدمیوں نے بھی ادا کرلیا تو ترکِ سنت کا گناہ نہ ہوگا۔مثلاً اعتکاف وغیرہ۔

مستحب:

ہر وہ کام جو شریعت کی نظر میں پسندیدہ ہو۔اور اس کو چھوڑ دینا شریعت کی نظر میں برا بھی نہ ہو۔خواہ اس کام کو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہو یا اس کی ترغیب دی ہو، یا علماء و صالحین نے اس کو پسند فرمایا ہو اگرچہ حدیثوں میں اس کا ذکر نہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آیا ہو۔اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر کوئی عذاب یا عتاب نہیں ہے۔مثلاً وضو کرنے میں قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھنا وغیرہ۔

اس کو نفل، مندوب، تطَوُّع اور سننِ زوائد بھی کہتے ہیں۔سنتِ غیر مؤکدہ میں مستحب سے زیادہ ثواب ہے۔

مباح:

جس کا کرنا اور چھوڑ دینا دونوں برابر ہو یعنی کرنے میں کوئی ثواب نہ ہو اور چھوڑ دینے میں کوئی عذاب نہ ہو، جیسے لذیذ غذاؤں کا کھانا اور نفیس کپڑوں کا پہننا وغیرہ۔

حرام:

جس کام کے نہ کرنے کا حکم قرآن و حدیث یا صرف قرآن یا کئی احادیث سے ملے (یعنی یقینی قطعی شرعی دلیل سے ثابت ہو) یہ فرض کے مقابل ہے۔اس کا چھوڑنا ضروری اور باعثِ ثواب ہے اور اس کا ایک مرتبہ بھی قصداً کرنے والا فاسق وجہنمی ہے اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے۔اور اس کی حرمت کا انکار کرنے والا کافر ہے، جیسے شراب، جوا وغیرہ۔جس طرح فرض کا کرنا ضروری ہے، اسی طرح حرام کا چھوڑنا بھی ضروری ہے۔

مکروہ:

جسے شرع نے ناپسند کیا ہو، اس کی دو اقسام ہیں۔ ا۔مکروہِ تحریمی ۲۔مکروہِ تنزیہی

مکروہِ تحریمی:

جو شریعت کی دلیلِ ظنی سے ثابت ہو۔ یہ واجب کا مقابل ہے کہ واجب کو کرنا ضروری ہے اور مکروہ تحریمی کو چھوڑنا لازمی ہے۔اس کے چھوڑنے پر بہت ثواب ہے اور کرنے والا گنہگار ہے۔اگرچہ اس کے کرنے کا گناہ حرام کے کرنے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے کم ہے اور یہ حرام کے قریب ہے، مگر چند بار اس کو کر لینا گناہِ کبیرہ ہے۔اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے۔مثلاً وتر کی نماز نہ ادا کرنا، یا آدمی کا اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرنا وغیرہ۔

مکروہِ تنزیہی:

جس کا کرنا شریعت کو پسند نہیں مگر اس کے کرنے والے پر عذاب نہیں ہوگا۔ یہ سنتِ غیر مؤکدہ کا مقابل ہے یعنی سنتِ غیر مؤکدہ کے کرنے کو شریعت نے پسند کیا ہے اور ترک کرنے کو ناپسند۔جبکہ مکروہِ تنزیہی کے کرنے کو ناپسند اور نہ کرنے کو پسند فرمایا ہے۔مثلاً طلاق دینا اور فضول سوالات کرنا

اسأت:

جس کا کرنا برا ہو اور کبھی اتفاقیہ کر لینے والا اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غصہ و ناراضگی کا مستحق ہے۔ اور اس کو کرنے کی عادت بنا لینے والا مستحقِ عذاب ہے۔ یہ سنتِ مؤکدہ کے مقابل ہے۔مثلاً کبھی کبھار سنت مؤکدہ کا چھوڑ دینا۔

خلافِ اولیٰ:

جس کا نہ کرنا بہتر ہے، لیکن اگر کسی نے کر لیا تو کچھ مضائقہ وعتاب نہیں۔ یہ مستحب کے مقابل ہے۔مثلاً نماز میں نوافل کا ترک کرنا وغیرہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طہارت ونجاست

طہارت کے معنی

لغت میں طہارت کے معنی پاکی اور صفائی کے ہیں اس کی ضد نجاست یعنی گندگی ہے۔شریعت میں نجاست سے پاکی حاصل کرنے کو طہارت کہتے ہیں۔

طہارت کا حکم

کتاب وسنت کی روشنی میں طہارت واجب وفرض ہے۔

طہارت قرآن حکیم کی روشنی میں

ارشادِ الٰہی ہے:''اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴿۱۲۵﴾'' (البقرہ۲/۱۲۵)

''اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔''

نیز ارشاد ہے:''وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ'' (البقرہ۲/۲۲۲)

''حیض کی حالت میں عورتوں سے قربت (مجامعت) نہ کرو۔ یہاں تک کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وہ پاک ہوجائیں اور جب وہ اچھی طرح پاک ہوجائیں (غسل کرلیں) تو ان کے پاس جاؤ، جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے۔''

نیز ارشاد ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴿۲۲۲﴾'' (البقرۃ۲/۲۲۲)

''بیشک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے (صاف ستھروں کو۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ'' (المائدۃ۵/۶)

''اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو اچھی طرح پاکیزگی (طہارت) حاصل کرو۔'' نیز ارشاد ہے:

''فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴿۱۰۸﴾''

(توبہ۹/۱۰۸)

''اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''

نیز ارشاد ہے: ''وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴'' (المدثر۷۴/۴)

''اور اپنے کپڑے پاک رکھیں۔''

طہارت احادیث وآثار کی روشنی میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ''

(صحیح بخاری ج۔۱،ص۲۵، کتاب الوضو)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''جس شخص کا وضوٹوٹ جائے اس کی نماز اس وقت تک مقبول نہیں ہوگی جب تک وضو نہ کرے۔''

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

''مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطَّهُوْرُ'' (سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، ابن ماجہ)

''نماز کی چابی طہارت ہے۔''

نیز فرمایا:

''لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طَهُوْرٍ'' (صحیح مسلم)

''طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں کی جاتی۔''

نیز ارشاد فرمایا:

''اَلطَّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ'' (صحیح مسلم)

''طہارت نصف ایمان ہے۔''

نیز ارشاد ہے:

''لَا يُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طَهُوْرٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُوْلٍ'' (ابن ماجہ)

''اللہ تعالیٰ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور حرام مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا۔''

نیز فرمایا:

''قُصُّوْا اَظَافِيْرَكُمْ وَادْفِنُوْا فَلَا مَاتَكُمْ وَتَّقُوْا بَرَاجِمَكُمْ وَيَطِّفُوْا لَثَاتَكُمْ مِنَ الطَّعَامِ وَتُسَنِّنُوْا وَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيَّ فَعْزًا بَخْرًا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَلَمًا وَقَحَلًا۔'' (شرح صحیح مسلم ج۱، ص۸۵)

''اپنے ناخن تراشو، ناخنوں کے تراشے دفن کرو، انگلیوں کے جوڑ صاف کرو، مسوڑھوں سے کھانے کے ذرّات صاف کرو، دانت صاف کرو اور میرے پاس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گندہ اور بدبودار منہ لے کر نہ آؤ یا پیلے دانتوں کے ساتھ نہ آؤ۔''

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت۔ اس حدیث کو امام احمد نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز میں سورۂ روم پڑھ رہے تھے اور متشابہ لگا، نماز کے بعد ارشاد فرمایا: کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اچھی طرح طہارت نہیں کرتے، انھیں کی وجہ سے امام کو قرأت میں شبہ پڑتا ہے۔ (بہار شریعت ج۔ا حصہ دوم، کتاب الطھارہ، ص ۸۵)

طہارت کی اقسام

طہارت کی دو بڑی اقسام ہیں۔ ظاہری طہارت اور باطنی طہارت۔

(ا) باطنی طہارت: نفس کو گناہ اور نافرمانی کے آثار سے پاک اور صاف رکھنا، اس کے لیے گناہوں اور نافرمانیوں سے سچی توبہ کی ضرورت ہوتی ہے اور دل کو شرک، شک، حسد، غصہ، کینہ، خیانت، بڑائی، خود پسندی، ریا اور نمود و نمائش کی آلودگیوں سے منزّہ اور پاک کرنا ہے۔ اس کے لیے اخلاص، یقین، نیکی کی محبت، حوصلہ، سچائی، تواضع اور تمام ارادوں اور اعمال میں اللہ کی رضا حاصل کرنے کا جذبہ ضروری ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''طہارت کی پہلی قسم یہ ہے کہ ما سوا اللہ، دنیا کی ہر چیز سے دل کو پاک ہونا چاہیے۔۔۔۔۔ خداوندِ عالم کے علاوہ ہر چیز سے دل کو پاک کرلینا آدھا ایمان ہے اور دل جب تک ماسوا اللہ سے پاک نہیں ہوتا، خدا کا ذکر معرفتِ حقیقی کے ساتھ نہیں کرسکتا۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں ان درجات پر صرف صدیق فائز ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طہارت کا دوسرا درجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اپنے ظاہری دل (اس کا تعلق بھی باطنی طہارت سے ہے) کو اخلاقِ بد مثلاً حرص، کبر، ریا کاری، عداوت و غرور وغیرہ سے الگ رکھنا، تاکہ بجائے ان عاداتِ بد کے، اخلاقِ حسنہ مثلاً قناعت، توبہ، صبر وتحمل، محبت (وغیرہ) پیدا ہوجائے، یہ درجہ متقیوں کا ہے۔

اور طہارت کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ اپنے اعضائے ظاہری کو گناہوں سے بچایا جائے۔ مثلاً غیبت، جھوٹ، حرام خوری، خیانت و بغض نیز نامحرم عورتوں کو دیکھنا۔۔۔۔ اعضائے جسم کو حرام کاموں سے محفوظ رکھنا ''آدھا ایمان ہے'' اور یہ درجہ پارساؤں کا ہے۔ (کیمیائے سعادت ص ۱۴۸/۱۴۹ تیسرا اصول، باب الطھارۃ)

ظاہری طہارت

ظاہری طہارت سے مراد پلید چیزوں اور ناپاکی سے پاک وصاف رہنا۔ ہر نماز پڑھنے والے پر لازم ہے کہ وہ لباس، بدن اور نماز کی جگہ کو پاک پانی کے ساتھ نجاست زائل کر کے پاک بنائے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''طہارت کا چوتھا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے ظاہری بدن اور کپڑوں کو نجاست سے بچائے تاکہ تمام اعضائے ظاہری اور کپڑے عبادتِ خداوندی کے قابل رہ سکیں۔ یہ مسلمان کی طہارت کا درجہ ہے۔''

(کیمیائے سعادت ص ۱۴۹ باب الطھارۃ)

پھر اس طہارتِ ظاہری کی بھی دو قسمیں ہیں۔ طہارتِ صغریٰ اور طہارتِ کبریٰ، یعنی حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر (چھوٹی ناپاکی اور بڑی ناپاکی)

(۱) طہارتِ صغریٰ: یہ طہارت صرف وضو کر لینے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ مثلاً

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱) پاخانہ یا پیشاب کیا۔ (۲) ریاح خارج ہوگئی۔ (۳) بدن کے کسی حصے سے خون یا پیپ بہہ گئی۔ (۴) صرف نماز میں قہقہہ لگا کر ہنس گیا۔ (۵) زمین، چارپائی یا دیوار سے ٹیک لگا کر سو گیا۔ (۶) منہ بھر کے قے ہوگئی۔ یہ سب صورتیں حدثِ اصغر کی ہیں ان سب سے پاکی حاصل کرنا طہارت صغریٰ کہلاتی ہے۔

(۲) طہارت کبریٰ: یہ غسل کر لینے سے حاصل ہوتی ہے۔ یعنی جن چیزوں سے غسل فرض ہوجائے مثلاً کسی نے اپنی بیوی سے صحبت کرلی، سوتے میں احتلام ہوگیا یا عورت کو حیض و نفاس کا خون آگیا، یہ سب صورتیں حدثِ اکبر کی ہیں۔ ان سے پاکی حاصل کرنا طہارت کبریٰ کہلاتی ہے۔

حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر کا حکم

حدثِ اصغر (یعنی بغیر وضو) کی صورت میں آدمی نماز پڑھ سکتا ہے نہ طواف اور نہ قرآنِ پاک کو چھو سکتا ہے۔ البتہ اگر زبانی قرآن پڑھے تو اس کی اجازت ہے۔ حدثِ اکبر (یعنی غسل فرض ہوجانے) کی صورت میں آدمی بغیر غسل یا تیمم کے نہ تو نماز پڑھ سکتا ہے، نہ قرآن پاک کو چھو سکتا اور نہ ہی اسے زبانی پڑھ سکتا ہے۔ مسجد میں بھی بغیر کسی شدید ضرورت کے داخل نہیں ہوسکتا۔ شدید ضرورت کا مطلب یہ ہے کہ غسل خانہ کا راستہ مسجد کے صحن سے ہو اور کہیں سے نہ ہو، تو تیمم کر کے صحنِ مسجد سے گزر سکتا ہے۔

کن چیزوں سے طہارت حاصل ہوتی ہے؟

طہارت درج ذیل چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔

۱۔ سادہ پانی سے: جس میں پاک یا پلید چیزوں میں سے کوئی چیز نہ ملی ہو۔ جیسے بارش، کنویں، چشمے، وادی، ندی نالوں، دریاؤں کا پانی، پگھلنے والی برف اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سمندری پانی، یہ سب پاک پانی ہیں۔

قرآن پاک میں ہے:

''وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۝۴۸'' (الفرقان ۲۵/۴۸)

''اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا ہے۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

''اَلْمَآءُ طَهُوْرٌ اِلَّا اَنْ تَغَيَّرَ رِيْحُهٗ اَوْ طَعْمُهٗ اَوْلَوْنُهٗ بِنِجَاسَةٍ تَحْدُثُ فِيْهِ'' (البیہقی)

''پانی پاک کرنے والا ہے سوائے اس کے کہ اس کی بُو، ذائقہ اور رنگ پلید چیز گرنے سے بدل جائے۔'' (تو وہ پانی پاک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا)

۲۔ پاک زمین سے: جو چیز آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہے، نہ پگھلتی ہے، نہ نرم ہوتی ہے، وہ زمین کی جنس سے ہے اس سے پاکی (تیمم) حاصل کرنا جائز ہے۔ جیسے ریت، مٹی، پتھر، چونا، سرمہ، گندھک اور عقیق و زمرد وغیرہ سے تیمم کرنا جائز ہے۔ اگرچہ ان پر غبار (بھی) نہ ہو۔

(بہار شریعت ج ا حصہ دوم، ص ۱۱۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

''جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا'' (مسند أحمد)

''زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنائی گئی ہے۔''

البتہ یہ اس وقت وضو کے قائم مقام ہوگی جب پانی میسر نہ ہو یا پانی تو ہو مگر اس کے استعمال سے بیماری یا کوئی اور چیز مانع ہو۔

ارشاد باری تعالی ہے:

''فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا'' (النساء ۴/۴۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اِنَّ الصَّعِیْدَ الطَّیِّبَ طَھُوْرُ الْمُسْلِمِ وَاِنْ لَّمْ یَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِیْنَ فَاِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْیُمِسَّہٗ بَشَرَتَہٗ'' (سنن الترمزی)

''پاک مٹی مسلمان کے لیے وضو ہے، چاہے دس سال اسے پانی نہ ملے جب پانی حاصل ہو جائے تو اپنے جسم کو اس سے صاف کرے۔''

نجاست اور اس کی اقسام

نجاست کے معنی ناپاکی اور گندگی کے ہیں۔اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔نجاستِ حکمی ۲۔نجاستِ حقیقی

۱۔نجاستِ حکمی: اس نجاست کو کہتے ہیں جو دیکھنے میں نہ آئے بلکہ اس کا نجس ہونا ہمیں شریعت کے ذریعہ معلوم ہوا ہو۔مثلاً بے وضو ہونا یا غسل کی حاجت ہونا۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ حدثِ اصغر یعنی چھوٹی نجاست جس میں وضو کی ضرورت پڑتی ہے اور حدثِ اکبر یعنی بڑی نجاست اس میں غسل کی حاجت ہوگی۔

۲۔نجاستِ حقیقی یا ظاھری: نجاستِ حقیقی یا ظاہری سے مراد وہ نجاستیں ہیں جن کو آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے اور ان سے فطرتاً ہر انسان کو ایک نفرت سی ہوتی ہے اور ان سے وہ اپنے بدن، کپڑے اور کھانے کو بچاتا ہے۔ یہ دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک نجاستِ غلیظہ یعنی جن کا حکم سخت ہے۔ دوسرے نجاستِ خفیفہ یعنی جن کا حکم ہلکا ہے۔

(۱) نجاستِ غلیظہ: وہ نجاستیں جن کا حکم سخت ہے اور جن کے ناپاک ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو۔ یہ چیزیں نجاستِ غلیظہ ہیں۔آدمی کا پیشاب، پاخانہ، آدمیوں اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جانوروں کا خون، منی، شراب، چھوٹے دودھ پیتے بچوں کا پیشاب پاخانہ بھی نجاستِ غلیظہ ہے۔ اسی طرح تمام پاخانے مثلاً بیل اور بھینس وغیرہ کا گوبر، بکری اور بھیڑ کی مینگنی، گھوڑے، گدھے اور خچر کی لید اور بلی کا پاخانہ، سور کی ہر چیز نجاستِ غلیظہ ہے۔ تمام حرام جانوروں کا پیشاب، پرندوں میں صرف مرغی اور بطخ کی بیٹ نجاستِ غلیظہ ہے۔

(۲) نجاستِ خفیفہ: وہ نجاستیں جن کا حکم ذرا ہلکا اور نرم ہے یعنی کسی دلیل سے اس کا ناپاک ہونا معلوم ہوتا ہے اور کسی دلیل سے پاک ہونا۔ مثلاً حلال جانوروں گائے، بیل، بھینس، بکری وغیرہ کا پیشاب، ناپاک ہے اسی طرح تمام حرام پرندوں مثلاً کوّا، چیل، طوطا وغیرہ کی بیٹ، بھی ناپاک ہے جبکہ حلال پرندوں میں مرغی اور بطخ کے علاوہ کبوتر، فاختہ، بگلا وغیرہ کی بیٹ پاک ہے۔ یہ چیزیں اگر تھوڑی سی کپڑے یا بدن میں لگ جائیں تو ان کا دھونا ضروری نہیں ہے۔

نجاستِ غلیظہ اور خفیفہ کا حکم

نجاستِ غلیظہ کے حکم کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اگر نجاستِ غلیظہ کوئی پتلی چیز مثلاً خون، پیشاب یا شراب وغیرہ ہے تو وہ بدن، کپڑے، تخت، چارپائی پر لگ جائے تو اس کو ہر حال میں دھونا چاہیے۔ پانی یا کسی پاک چیز سے دھوئے بغیر وہ پاک نہیں ہوسکتی۔ ایسی نجاست اگر ہتھیلی کی گولائی کے برابر جسم یا اس سے کم، بدن یا کپڑے پر لگ جائے اور اس کو دھوئے بغیر کوئی نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ مگر جان بوجھ کر ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر نجاست اس سے زائد ہو تو بغیر دھوئے نماز نہیں ہوگی اگر پڑھ لی تو دوبارہ پڑھنی واجب ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ نجاستِ غلیظہ کوئی گاڑھی چیز ہو مثلاً پاخانہ، گوبر،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وغیرہ۔ یہ نجاست اگر وزن میں چونّی بھر یا اس سے کم ہو اور اس کو دھوئے بغیر نماز پڑھ لی گئی، تو نماز ہو جائے گی۔ مگر جان بوجھ کر ایسا کرنا مکروہ ہے، اور اگر وہ اس سے زیادہ ہے تو پھر اس کا دھونا ضروری ہے۔ اگر اسی طرح نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہوگی۔

نجاستِ خفیفہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے، بدن یا کسی اور چیز کے چوتھائی حصہ سے کم پر لگی ہو تو معاف ہے۔ مگر اسی طرح نماز پڑھ لینا بہرحال مکروہ ہے، اگر اس سے زیادہ لگی ہو تو دھونا ضروری ہے اور یہ حکم بدن یا کپڑے وغیرہ کا ہے۔ جبکہ اگر نجاستِ خفیفہ کا کوئی حصہ کھانے یا تھوڑے پانی میں پڑ جائے تو وہ بہرصورت ناپاک ہو جائے گا۔ (اسلامی فقہ جلد اول)

خلاصہ

المختصر یہ کہ طہارت و پاکیزگی ہمارے دین کا ایک اہم حصہ ہے جسے نصف ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ طہارت ظاہری اعضا، زبان و دل اور کپڑوں کی ہو یا بدن کی۔ شریعت میں سب مطلوب ہی نہیں بلکہ بے حد ضروری ہیں۔ اسی طرح باطنی طہارت، ظاہری طہارت سے بدرجۂ اولیٰ لازمی ہے۔ جب تک باطن صحیح نہیں ہوگا، معرفتِ الٰہی حاصل نہیں ہوسکتی۔

اس بات کو جان لینا چاہیے کہ دونوں جہان میں آدمی کی قدر طہارت سے ہوتی ہے۔ ہر قسم کی دولت، ہر طرح کی سعادت کا زینہ یہی طہارت و پاکی ہے اور آلائش وآلودگی وہ بری شے ہے جو پیغمبروں اور صدیقوں کی راہ سے بہت دور ہے۔

اس راہ (شریعت) کا دستور العمل یہ ہے کہ بدن، کپڑا پاک صاف اور کھانا و پانی حلال ہونا چاہیے۔ اجمالاً تین قسم کی طہارت ہوئی تن (بدن)، جامہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(کپڑے)،لقمہ (کھانا پینا) یہ سب پاک وحلال ہونا ضروری ہیں۔

دوسرے یہ کہ حواسِ خمسہ (سونگھنے، سننے، دیکھنے، چکھنے اور پکڑنے کی صلاحیت رکھنے والے اعضاً) کو گناہوں سے محفوظ و پاک رکھا جائے۔تیسرے یہ کہ باطن یعنی دل کو اوصافِ ذمیمہ (برے اوصاف) سے پاک رکھا جائے۔یہی وہ مقام ہے جہاں پر ایک مرید حقیقتاً تائب ہوجاتا ہے۔اصطلاحِ تصوف میں ''گردش'' اسی کو کہتے ہیں یعنی پلیدی اور آلودگی دور ہوگئی، پاکی ظاہر ہوگئی۔

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''معلوم نہیں ہم مسلمانوں نے گندا رہنے کو کیوں اختیار کر رکھا ہے۔ہمارے منہ سے بدبو، ہمارا جسم میلا کچیلا، ہمارا لباس غلیظ، ہماری بستیاں، محلے، گلی کوچے بلکہ گھر کے صحن اور سونے کے کمرے بھی بدبو دار اور عفونت کا گڑھ! کیا ہم وہ لوگ ہیں جن کے آباؤ اجداد کی يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا (وہ پاک صاف رہنا پسند کرتے ہیں) کے شاندار الفاظ سے تحسین وآفرین کی گئی ہے۔

(ضیاء القرآن ج ۲،ص ۲۵۴)

الغرض یہ کہ نجاست کو ہمارے دین نے سخت ناپسند کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ بندۂ مومن کو ہر حالت میں پاک رہنے کی تاکید کی گئی ہے بلکہ پانچ وقت کی نماز کے ذریعے اسے پابند کیا گیا ہے کہ وہ پاکیزگی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالے۔بغیر طہارت و پاکیزگی کے اس کی نماز کو نہ صرف قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ ایسا کرنے والے پر غضبِ الٰہی کا قوی اندیشہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن کو پاک فرمادے اور نجاست و غلاظت سے دور کردے اور دارین کی کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وضو

وضو کے معنی:

وضو کا لفظ ''وَضَأَةٌ'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں حسن اور نظافت، اس کے لفظی معنی ''روشن چہرے والا'' کے بھی کیے گئے ہیں۔ نماز کے لیے وضو کو وضو اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے وضو کرنے والا صاف ستھرا اور حسین ہو جاتا ہے۔ جبکہ اصطلاحِ شریعت میں جسم کے خاص حصوں کو ایک قاعدے کے مطابق دھونے کو وضو کہتے ہیں۔

وضو کی مشروعیت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

قرآن وسنت سے وضو کی فرضیت (فرض ہونا) ثابت ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ط'' (المائدہ۵/۶)

''اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو (اور وضو نہ ہو) تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ:

''لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃُ اَحَدِ کُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتّٰی یَتَوَضَّأَ''

(صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ،باب وجوب الطھارۃ...)

''جب تم میں سے کوئی بے وضو ہوجائے تو بغیر وضو کیے اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔''

وضو کی فضیلت و اہمیت (احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَتْ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنِهٖ مَعَ الْمَآءِ أَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ اَوْ نَحْوَ هٰذَا وَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتْ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ۔''

(ترمذی ج۔۱،ص۲،ابواب الطھارۃ،باب ما جآء فی فضل الطھور)

''جب بندۂ مسلم (یا مومن) وضو کرتا ہے تو جب چہرے کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے آنکھوں سے کیا تھا، اور جب ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے ہاتھوں سے کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہوجاتا ہے۔''

حدیث مبارکہ میں ہے:

''مَنْ تَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى صَلٰوۃً يَعْلَمُ مَا يَقُوْلُ فِيْهَا ثُمَّ قَالَ فِيْهَا أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَرَسُوْلُهٗ فُتِحَتْ لَهٗ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابٍ مِنَ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ۔''

(المصنف ج۱،ص۴۶/۴۵)

''جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، پھر کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے پھر اس نے ''أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' پڑھا تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ وہ جس دروازے سے چاہے گا، جنت میں داخل ہوگا۔''

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اِذَا تَوَضَّأَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ خَرَجَتْ ذُنُوْبَهٗ مِنْ سَمْعِهٖ وَبَصَرِهٖ وَيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَإِنْ جَلَسَ جَلَسَ مَغْفُوْرًا لَّهٗ۔''

''جب مسلمان شخص وضو کرتا ہے تو اس کے کان، آنکھ، ہاتھوں اور پیروں سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو بخشا ہوا بیٹھتا ہے۔''

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

''أَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَالْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَاِنْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ''

(منہاج المسلم، صفحہ۲۹۹)

''کیا میں تمھیں گناہوں کے مٹانے اور درجات بلند کرنے والی چیزیں نہ بتاؤں؟ حاضرین نے عرض کی، ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرمایا ''نہ چاہنے کے باوجود مکمل وضو کرنا اور مساجد کی طرف چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، یہ دشمن کے مقابلے میں اپنے آپ کو تیار رکھنا ہے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک دوسرے مقام پر ہے کہ: ''جو سخت سردی میں کامل وضو کرے، اس کے لیے دُگنا ثواب ہے۔''

(بہارِ شریعت ج۱، حصہ دوم، ص۸۷)

وضو کے فرائض

وضو کے چار فرض ہیں:

۱۔ منہ (یعنی چہرے) کو دھونا۔ پیشانی سے ٹھوڑی تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک۔

۲۔ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔

۳۔ چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

۴۔ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

وضو کے ان فرائض میں سے ایک فرض بھی چھوٹ گیا تو وضو نہیں ہوگا۔

وضو کی سنتیں

ثواب پانے کے لیے حکمِ الٰہی بجالانے کی نیت سے وضو کرنا۔

بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا، دونوں ہاتھوں کو پہلے پہنچوں تک دھونا، مسواک کرنا، کلی کرنا، ناک میں پانی چڑھانا، ڈاڑھی اور انگلیوں کا خلال کرنا، پورے سر کا مسح کرنا، کانوں کا مسح کرنا، پے در پے وضو کرنا کہ پہلا عضو سوکھنے نہ پائے، ترتیب قائم رکھنا، ہر دھونے والے عضو کو تین بار دھونا۔

وضو کے مستحبات

گردن کا مسح کرنا، قبلہ کی طرف منہ کرنا، پاک اور اونچی جگہ بیٹھنا، پانی بہاتے وقت اعضاء پر ہاتھ پھیرنا، بغیر ضرورت دوسرے سے مدد نہ لینا، دنیا کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

باتیں نہ کرنا، بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا، وضو کے بعد کلمۂ شہادت اور یہ دعا پڑھنا ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ'' یعنی: ''اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک لوگوں اور اپنے صالحین بندوں میں سے کردے۔'' (آمین)

وضو کے مکروہات

عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا، وضو کے لیے نجس جگہ بیٹھنا، گندی جگہ وضو کا پانی گرانا، مسجد کے اندر وضو کرنا، اعضائے وضو سے لوٹے وغیرہ میں قطرہ ٹپکانا، پانی میں رینٹھ یا کھنکار ڈالنا، قبلہ کی طرف تھوک کھنکار ڈالنا یا کلی کرنا، بغیر ضرورت دنیا کی بات کرنا، زیادہ پانی خرچ کرنا، اتنا کم پانی خرچ کرنا کہ سنت ادا نہ ہو، منہ پر پانی مارنا یا منہ پر پانی ڈالتے وقت پھونکنا، ایک ہاتھ سے منہ دھونا، گلے کا مسح کرنا، بائیں ہاتھ سے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا، داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا، اپنے لیے کوئی لوٹا وغیرہ خاص کرلینا، تین جدید پانیوں سے تین بار مسح کرنا، جس کپڑے سے استنجا کا پانی خشک کیا ہو اس سے اعضائے وضو پونچھنا، دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا۔ الغرض یہ کہ ہر سنت کا چھوڑ دینا مکروہ ہے اور ہر مکروہ کا چھوڑنا سنت ہے۔

وضو کے مفسدات

پاخانہ یا پیشاب کے مقام سے کسی چیز کا نکلنا مثلاً ودی، مذی، منی، کیڑا، پتھری وغیرہ، ریاح کا خارج ہونا، خون، پیپ زدہ پانی کا نکل کر بدن پر بہہ جانا، منہ بھر قے کرنا، (بلغم کی قے سے وضو نہیں ٹوٹے گا) سہارا لگا کر یا لیٹ کر سو جانا، نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا، کسی وجہ سے بیہوش ہو جانا، نشہ یا جنون کی وجہ سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عقل کا ماؤف ہو جانا۔

وضو کے متفرق مسائل

☆ منہ سے خون نکلا، اگر تھوک پر غالب ہے (یعنی سرخی زیادہ اور تھوک کم ہے) تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

☆ اگر گھنی مونچھیں اتنی بڑھ جائیں کہ لب چھپ گئے ہیں تو مونچھیں ہٹا کر لب کا دھونا فرض ہے۔

☆ ڈاڑھی کے بال اگر گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا فرض ہے۔

☆ نتھ کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے۔ اگر تنگ ہو تو پانی ڈالنے میں نتھ کو حرکت دے۔

☆ مسح کرنے کے لیے ہاتھ تر ہونا چاہیے یعنی نئے پانی سے ہاتھ تر کرلیا جائے۔

☆ عمامے، ٹوپی، دوپٹے پر مسح کافی نہیں، بلکہ ان کو ہٹا کر مسح کرے۔

☆ عورت کی شرم گاہ سے جو خالص رطوبت، بغیر آمیزشِ خون نکلتی ہے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ وہ اگر کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا پاک ہے۔

☆ آنکھ، ناک، کان، ناف اور پستان وغیرہ میں دانہ یا ناسور یا کوئی بیماری ہو، ان وجوہات سے جو آنسو یا پانی بہے اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

☆ عوام میں مشہور ہے کہ گھٹنا یا ستر کھلنے یا اپنا (دوسرے کا) ستر دیکھ لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، یہ محض بے اصل بات ہے۔ ہاں وضو کے آداب سے ہے کہ ناف سے زانوں کے نیچے تک سب ستر چھپا ہو، بلکہ استنجا کے بعد فوراً چھپالینا چاہیے کہ بغیر ضرورت ستر کھلا رہنا منع ہے اور دوسروں کے سامنے ستر کھولنا حرام ہے۔ (بہار شریعت، جلد اول، حصہ دوم)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''سَلَسُ الْبَوْل'' میں مبتلا شخص (جسے پیشاب کے قطرے آتے رہتے ہیں رکتے نہیں) یا جس کے ''ہوا خارج'' ہوتی رہتی ہے، اس کو چاہیے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرے، جیسا کہ ''استحاضہ'' والی عورت کے لیے حکم ہے۔

☆''استحاضہ'' والی عورت وہ ہے جسے ایامِ عادت کے علاوہ خون آتا رہتا ہے۔ اس کو بھی یہی حکم ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابیہ کو حکم فرمایا:

''ثُمَّ تَوَضَّئِیْ لِکُلِّ صَلٰوۃٍ۔'' (سنن ابو داؤد، ترمذی و نسائی)

''پھر تو ہر نماز کے لیے وضو کر۔''

☆اگر ناخن میں آٹا یا مٹی وغیرہ لگ کر سوکھ جائے اور وضو کا پانی ناخن کے اندر نہ پہنچے تو وضو نہیں ہوگا، اگر اسی طرح نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہوگی۔

☆کسی نے ہاتھ پیر وغیرہ سردی سے پھٹ جانے کی وجہ سے ان میں ویسلین وغیرہ بھر لیا ہو تو اس کے اوپر سے پانی بہا لینا کافی ہے۔

☆ اگر جسم میں کوئی زخم ہو جائے یا پھوڑا پھنسی نکل آئے اور اس پر پانی پڑنے سے نقصان کا اندیشہ ہو یا ہاتھ پھیرنے میں شدید تکلیف ہو تو اس کو اسی طرح چھوڑ دینا اور بقیہ حصے کو پانی سے دھو لینا چاہیے۔

☆ اسی طرح زخم یا پھوڑے پر پٹی بندھی ہو اور اس کے کھولنے میں دقّت یا تکلیف ہو تو اس کے اوپر مسح کر لینا چاہیے۔ یہی حکم پلاسٹر کا ہے۔

(اسلامی فقہ جلد اوّل)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

غسل

غسل کے معنی

لغت میں تمام بدن کے دھونے کو غسل کہتے ہیں، لیکن شریعت میں ناپاکی دور کرنے یا ثواب حاصل کرنے کے لیے خاص طریقے سے تمام بدن کے دھونے کو غسل کہا جاتا ہے۔ (اسلامی فقہ جلد اوّل)

غسل کی مشروعیت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

غسل کا مشروع ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ط'' (المائدۃ ۶/۵)

''اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو (نہا لو اور) خوب پاک ہو جاؤ۔''

اور ارشاد فرمایا کہ:

''وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ط''

(النساء ۴/۴۳)

''اور جنابت کی حالت میں بھی (نماز کے قریب نہ جاؤ) یہاں تک کہ تم غسل کرلو، سوائے اس کے کہ تم راہ چلتے مسافر ہو۔'' (پانی نہ ملے تو تیمم کرلو)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''اِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ وَفِيْ حَدِيْثِ مَطَرٍ وَّاِنْ لَّمْ يُنْزِلْ۔''

(صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب بیان انّ الجماع کان فی اوّل الاسلام)

''کہ جب کوئی مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر اس کو تھکا دے۔تو اس پر غسل واجب ہوجاتا ہے خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو۔''

ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب مرد کی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ میں غائب ہو جائے تو غسل واجب ہوجائے گا۔'' (بہار شریعت ج۔۱،ص۹۸، حصہ دوم غسل کا بیان، حدیث نمبر ۱۳)

غسل کے فرض یا واجب ہونے کی صورتیں

درج ذیل صورتوں میں غسل کرنا فرض ہے۔

(۱) منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوکر عضو سے نکلنا، خواہ مباشرت یا کسی اور وجہ سے ہو۔

(۲) احتلام ہونا، یعنی رات یا دن میں سوتے سے اٹھ کر بدن یا کپڑے پر تری پائی، خواہ اس نے کوئی خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو غسل واجب ہے، اگر خواب میں احتلام ہوتے ہوئے دیکھا لیکن کپڑے وغیرہ پر کوئی علامت نہ ہو تو غسل ضروری نہیں ہے۔

(۳) جماع کرنا۔ منی نکلے یا نہ نکلے شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے، مرد اور عورت دونوں پر غسل فرض ہوجائے گا۔

(۴) حیض سے فارغ ہوجانے پر عورت کو غسل کرنا فرض ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۵) نفاس کے ختم ہو جانے پر عورت کو غسل کرنا فرض ہے۔
(۶) اسلام قبول کرنے پر بھی نہانا بہت ضروری ہے۔ کفار میں سے جو اسلام قبول کرے، اس پر نہانا واجب ہوجاتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثمامہ بن اثال الحنفی (یہ بنو حنیفہ کی طرف نسبت ہے) کو اسلام قبول کرنے کے وقت نہانے کا حکم دیا تھا۔ (صحیح مسلم بحوالہ منہاج المسلم، باب چہارم، چوتھی فصل)
(۷) موت بھی غسل واجب کر دیتی ہے، میت کو غسل دینا فرضِ کفایہ ہے۔

غسل کی مسنون صورتیں:

درج ذیل صورتوں میں غسل کرنا سنت ہے:

جمعہ کے لیے، عیدین (عیدِ فطر اور عیدِ بقر)، عرفہ کے دن اور احرام باندھتے وقت نہانا سنت ہے۔

مستحب صورتیں

وقوفِ عرفات، وقوفِ مزدلفہ، حاضریٔ حرم، حاضریٔ روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، طواف، دخولِ منیٰ اور جمروں پر کنکریاں مارنے کے لیے تینوں دن، شبِ برأت، شبِ قدر، عرفہ کی رات، مجلسِ میلاد شریف، دیگر مجالسِ خیر کی حاضری کے لیے، مردہ نہلانے کے بعد، مجنوں کو جنون جانے کے بعد، غشی (بے ہوشی) سے افاقہ کے بعد، نشہ جاتے رہنے کے بعد، گناہ سے توبہ کرنے کے لیے، نیا کپڑا پہننے والے کے لیے، سفر سے آنے والے کے لیے، استحاضہ کا خون بند ہونے کے بعد، نماز کسوف وخسوف و استسقا اور خوف و تاریکی اور سخت اندھیری دور کرنے کے لیے اور بدن پر نجاست لگی، یہ معلوم نہ ہوا کہ کس جگہ ہے ان سب کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

غسل کا طریقہ

غسل کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جنابت سے پاکی یا ثواب کی نیت کر کے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں سمیت تین مرتبہ دھوئے، پھر اپنی شرمگاہ کو دھوئے، نجاست ہو یا نہ ہو، پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اس کو دور کرے، پھر نماز کا سا وضو کرے، البتہ پاؤں وضو کے ساتھ دھوئے تو بھی صحیح ہے اور غسل کے آخر میں دھوئے تو بھی حرج نہیں۔ پھر ہاتھوں کو گیلا کر کے پورے بدن پر ایک مرتبہ پھیر لے خصوصاً سردیوں میں، پھر سر کو کانوں سمیت تین بار دھوئے، پھر جسم کے دائیں پہلو اور پھر بائیں پہلو پر تین تین مرتبہ پانی بہائے اور اوپر سے نیچے تک دھوئے، نیز ناف کے اندر، بغلوں کے نیچے، گھٹنوں کے نیچے، پستانوں کے نیچے اہتمام کے ساتھ پانی بہائے، پھر غسل کی جگہ سے الگ ہوجائے۔ اگر وضو کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے تھے تو اب دھو لے، اور نہانے میں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ نہ پھیرے اور ایسی جگہ نہائے جہاں کوئی دیکھ نہ سکے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو مرد کے لیے ناف سے گھٹنے تک کے اعضاء کا چھپانا ضروری ہے، جبکہ عورت کا پورا جسم چھپانا لازمی ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں عورت کے لیے تیمم کافی ہے اور اگر مرد کے لیے بھی اپنے ستر کو چھپانا ناممکن ہو تو تیمم کر لے۔ غسل کے دوران کسی قسم کی گفتگو نہ کرے، نہ کوئی دعا پڑھے۔ نہانے کے بعد چاہے تو تولیہ استعمال کر سکتا ہے، نہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ''غسلِ جنابت'' فرماتے تو پہلے اپنے دونوں ہاتھ مبارک دھوتے، پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر استنجا فرماتے،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کے بعد مکمل وضو کرتے، پھر پانی لے کر سر پر ڈالتے اور انگلیوں کی مدد سے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچاتے، پھر جب دیکھتے کہ سر مبارک صاف ہوگیا ہے تو تین مرتبہ سر پر پانی ڈالتے، پھر تمام بدن مبارک پر پانی ڈالتے اور پھر پیر مبارک دھوتے۔'' (ایک دوسری روایت کے مطابق غسلِ جنابت فرماتے تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین مرتبہ ہاتھ دھو لیتے)

(صحیح مسلم، کتاب الحیض باب صفۃِ غسل الجنابۃ)

غسل کے فرائض

غسلِ جنابت میں تین چیزیں فرض ہیں:

۱۔ کلی کرنا۔

منہ بھر پانی سے کلی اس طرح کرے کہ پانی حلق کی جڑ تک بہہ جائے۔

۲۔ ناک میں پانی ڈالنا۔

ناک میں اس طرح پانی ڈالے کہ جہاں تک نرم جگہ ہے دھل جائے، اس کے لیے چاہیے کہ پانی کو سونگھ کر اوپر چڑھائے، ناک میں رینٹھ (گندگی) اگر سوکھی ہوئی ہے تو اس کا چھڑانا ضروری ہے ورنہ غسل نہ ہوگا۔

۳۔ پورے بدن پر پانی بہانا۔

یعنی سارے بدن پر ایک بار اس طرح پانی بہانا کہ جسم کا کوئی حصہ بال برابر بھی سوکھا نہ رہ جائے یہاں تک کہ ناخنوں کے اندر بھی پانی پہنچ جائے۔

ان فرائض میں سے ایک فرض بھی رہ گیا تو غسل نہیں ہوگا۔

متفرق مسائل

☆ خواتین کے لیے بہتر ہے کہ غسل بیٹھ کر کریں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

☆ اگر عورت کے بال کھلے ہوں تو ایک ایک بال کا دھونا اور ان کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ اگر بغیر کھولے بال کی جڑ میں پانی نہ پہنچ سکے تو اس کا کھولنا ضروری ہے۔ کان، ہاتھ یا پیر میں کوئی انگوٹھی، چھلا یا کوئی تنگ زیور ہو تو نہاتے وقت اس کو ہلا لے تاکہ اس کے اندر کا حصہ خشک نہ رہ جائے۔

☆ مصنوعی بال لگانا منع ہیں لیکن اگر کوئی عورت مصنوعی بال لگائے تو اس کو وضو اور غسل کے وقت الگ کر کے اصل بال تک پانی پہنچانا یا مسح کرنا ضروری ہے۔

جنبی کو ان باتوں سے بچنا ضروری ہے

☆ قرآن پاک کا چھونا، اگرچہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا جزدان چھوئے یا بغیر چھوئے دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا، آیت کا تعویذ لکھنا یا ایسا تعویذ چھونا یا ایسی انگوٹھی چھونا یا پہننا جیسے (حروف) مقطعات کی انگوٹھی حرام ہے۔ مسجد میں جانا اور طواف کرنا بھی ناجائز ہے۔

(بہار شریعت ج۔۱، ص ۱۰۳، حصہ دوم)

☆ سجدہ کرنا یا نماز پڑھنا، حیض و نفاس کی حالت میں جماع کرنا۔

☆ جنابت کی حالت میں قرآنی آیات کی کتابت، ٹائپنگ اور کمپوزنگ وغیرہ سب منع ہیں۔

☆ جنابت کی حالت میں تلاوتِ قرآن حکیم کے علاوہ دعائیں، ذکر و اذکار اور درود شریف پڑھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر ہے کہ پڑھیں۔ اذان کا جواب دینا بھی جائز ہے۔ (بہار شریعت) تاہم اہلِ محبت کے نزدیک محبت و ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ بغیر طہارت کے نہ پڑھا جائے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تیمّم

تیمم کے ''لغوی'' معنی ''ارادہ'' اور قصد کرنے کے ہیں، شریعت میں پاک مٹی یا جو چیز پاک مٹی کے حکم میں ہو اس سے پاکی حاصل کرنے کے ارادہ کو تیمم کہتے ہیں۔

تیمم، قرآن وسنت کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ کا ایمان والوں پر بڑا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ان کے لیے آسانی پیدا فرمائی ہے کہ اگر کسی کو پانی نہ ملے، یا پانی تو موجود ہو مگر اس کے استعمال سے نقصان پہنچنے یا بیمار پڑ جانے کا قوی اندیشہ ہو تو جس کا وضو نہیں یا نہانے کی ضرورت ہے تو ایسے میں وضو اور غسل کی جگہ وہ تیمم کر لے۔

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ط'' (النساء ۴/ ۴۳)

''اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی (بیت الخلاء سے) اپنی ضرورت پوری کر کے آیا ہو یا عورتوں سے مباشرت (جماع) کیا ہو اور اس حالت میں تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو (اس کا طریقہ یہ ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کہ) اپنے ہاتھوں سے اپنے چہروں اور دونوں ہاتھوں کا مسح کرلو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

''اَلصَّعِیْدُ وُضُوْءُ الْمُسْلِمِ، وَاِنْ لَّمْ یَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِیْنَ۔''

(سنن النسائی وصحیح ابن حبان بحوالہ منہاج المسلم مترجم ص ۳۱۲)

''پاک مٹی مسلمان کے لیے وضو کا کام کرتی ہے چاہے وہ دس سال پانی نہ پائے۔''

تیمم، اجماعِ امتِ مسلمہ کی روشنی میں

سعید ملت علامہ غلام رسول سعیدی رقمطراز ہیں کہ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

''تیمم، کتاب، سنت اور امتِ مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے، تیمم کی خصوصیت سے اللہ تعالی نے صرف اس امت کو سرفراز کیا ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدثِ اصغر (وضوہو) یا حدثِ اکبر (غسل) تیمم صرف چہرے اور ہاتھوں پر کیا جاتا ہے، اور جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم کے لیے دوضربیں (دو بار پاک مٹی پر ہاتھ مارنا) ضروری ہیں۔ ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے اور ایک ضرب سے کہنیوں سمیت ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔

(شرح صحیح مسلم ج۔۱، ص ۱۰۵۱)

تیمم کے فرائض

تیمم کے فرائض تین ہیں۔ ان میں سے ایک بھی رہ گیا تو تیمم نہ ہوگا۔

۱۔ نیت کرنا: یعنی وضو یا غسل کی نیت کرے اور دل میں یہ ارادہ بھی ضروری ہے کہ اس تیمم کے ذریعہ سے وہ نماز وغیرہ کی ادائیگی اپنے لیے جائز کررہا ہے جو کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کے بغیر ممنوع ہے۔

۲۔ دونوں ہاتھ پاک مٹی پر مار کر منہ (چہرے) کا مسح کرنا: دونوں ہاتھ پاک مٹی پر مار کر منہ پر اچھی طرح پھیرے کہ بال برابر بھی جگہ باقی نہ رہے۔ اگر بال برابر بھی کوئی جگہ باقی رہ گئی تو تیمم نہیں ہوگا۔

۳۔ دونوں ہاتھ دوبارہ مار کر ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا: دونوں ہاتھوں کو دوبارہ مٹی پر مار کر کہنیوں سمیت ان کو اس طرح مَلے کہ ذرّہ بھر جگہ باقی نہ رہے۔

(منیۃ المصلی ص ۲۲)

تیمم کا مسنون طریقہ

پہلے تو تیمم کے ارادے سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے۔ پھر دل میں وضو یا غسل اور نماز وغیرہ کے جائز ہونے کی نیت کرے۔

پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ کر کے ہتھیلیاں کسی ایسی پاک چیز (مٹی وغیرہ) پر رکھ کر ہاتھوں کو پہلے آگے کی طرف لائے پھر پیچھے کی طرف لے جائے اگر گرد وغبار زیادہ لگ گیا ہے تو جھاڑ کر دونوں ہاتھوں سے پورے چہرے کا مسح کرے، پھر دوسری مرتبہ یونہی ہاتھ (زمین وغیرہ پر) مارے اور ناخن سے لے کر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح کرے۔ ہاتھوں کے مسح میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے علاوہ چار انگلیوں کا پیٹ داہنے ہاتھ کی پشت پر رکھے اور انگلیوں کے سروں سے کہنی تک لے جائے اور وہاں سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے داہنے کے پیٹ کو مس کرتا ہوا گٹے تک لائے اور بائیں انگوٹھے کے پیٹ سے داہنے کی پشت کو مسح کرے، منہ پر ہاتھ پھیرتے وقت ڈاڑھی کا خلال کر لینا بھی سنت ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کن چیزوں سے تیمم کرنا جائز ہے؟

جو چیز زمین کی جنس سے ہو، اس سے تیمم کرنا جائز ہے۔ جبکہ ہر وہ چیز زمین کی جنس ہے جو آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہے، نہ پگھلتی ہے، نہ نرم ہوتی ہے جیسے ریت، چونا، سرمہ، گندھک، مردہ سنگ، گیرو، پتھر، زبرجد فیروزہ، عقیق، زمرد وغیرہ جواہر سے تیمم کرنا جائز ہے اگرچہ ان پر غبار (بھی) نہ ہو۔

(بہار شریعت ج۔۱،ص۱۱۶، حصہ دوم)

مٹی کی کچی یا پکی اینٹ، مٹی، مٹی کے کچے پکے برتن، اگر ان پر روغن نہ چڑھایا گیا ہو تو تیمم کرنا جائز ہے۔

(عالمگیری مترجم ج ۱،ص ۴۰)

تیمم کب ٹوٹتا ہے؟

(۱) جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے یا غسل واجب ہوتا ہے ان سے تیمم بھی جاتا رہے گا اور ان کے علاوہ پانی پر قادر ہونے سے بھی تیمم ٹوٹ جائے گا۔

(۲) جس عذر کی بنا پر تیمم کیا تھا اگر وہ باقی نہ رہے (مثلاً پانی کے استعمال سے زخم بڑھنے کا قوی اندیشہ تھا اب وہ زخم ٹھیک ہوگیا) تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔

(عالمگیری مترجم ج۔۱،ص۴۵/۴۶، بہار شریعت ج۔۱،ص۱۱۷، حصہ دوم)

تیمم کے چند اہم مسائل

☆ وضو اور غسل دونوں کے لیے ایک ہی طرح تیمم کیا جائیگا اور ایک ہی تیمم دونوں کے لیے کافی ہے۔ (تیمم میں سر اور پاؤں کا مسح نہیں ہے)

☆ اگر کوئی شخص ریل ہوائی جہاز وغیرہ پر سوار ہو اور اس کو کوشش کے باوجود پانی اور مٹی نہ ملے تو وضو اور تیمم کے بغیر نماز پڑھ لینی چاہیے۔ اسی طرح اگر کوئی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شخص جیل میں ہے اور اس کو پانی اور مٹی (یا مٹی کی جنس سے کوئی چیز) نہ مل سکے تو اس کو بھی بغیر طہارت نماز پڑھ لینی چاہیے، لیکن دونوں صورتوں میں جب پانی مل جائے تو اس کو نماز دھرانی چاہیے۔ (اسلامی فقہ ج ۱، ص ۱۸۱، ۱۸۲)

☆ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ عید اور جنازہ کے فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے تیمم جائز ہے، کیونکہ ان کی قضا نہیں ہے۔

(شرح صحیح مسلم ''سعیدی'' ج۔۱، ص ۱۰۵۶، کتاب الحیض، باب التیمّم)

☆ یہ گمان ہو کہ پانی تلاش کرنے میں قافلہ نظروں سے غائب ہوجائے گا یا زوال کا وقت آجائے گا، یا ریل چھوٹ جائے گی تیمم کرنا جائز ہے۔

(بہار شریعت ج ۱، ص ۱۱۳)

☆ اتنا پانی ملا جس سے وضو ہوسکتا ہے اور اُسے نہانے کی ضرورت ہے تو اس پانی سے وضو کرلینا چاہیے اور غسل کے لیے تیمم کرے۔ (بہار شریعت)

☆ (تیمم سے قبل) انگوٹھی، چھلے پہنے ہوں تو انہیں اتار کر ان کے نیچے ہاتھ پھیرنا فرض ہے۔ عورتوں کو اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کنگن چوڑیاں جتنے زیور ہاتھ میں پہنے ہوں سب کو ہٹا کر یا اتار کر جلد کے ہر حصہ پر ہاتھ پہنچائے، اس کی احتیاطیں وضو سے بڑھ کر ہیں۔ (بہار شریعت ج ۱، ص ۱۱۵)

☆ تیمم ہر وقت نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے لیے ان مندرجہ ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، ورنہ تیمم نہ ہوگا۔

۱۔ پانی ایک میل یا اس سے زیادہ دور ہو۔

۲۔ کنواں موجود ہو لیکن اس سے پانی نکالنے کا کوئی سامان نہ ہو۔

۳۔ پانی کے پاس موذی جانور یا دشمن ہو کہ قریب جانے پر اس سے نقصان کا اندیشہ ہو۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۴۔اگر ریل، ہوائی جہاز یا موٹر پر سوار ہو، وہاں پانی نہ مل سکے یا وضو کرنے کا موقع نہ ہو یا اتر کر پانی لینے میں سواری چھوٹ جانے کا ڈر ہے۔ ان صورتوں میں تیمم کرنا جائز ہے۔

۵۔ پانی کے استعمال سے مرض کے بڑھنے یا پیدا ہو جانے یا صحت پر برا اثر پڑنے کا (قوی) اندیشہ ہو، صرف وہم وگمان ہی نہ ہو بلکہ مرض بڑھنے کا یقین اور تجربہ ہو (یا ماہر مسلمان حکیم یا ڈاکٹر جو نیک ہو اس نے پانی کے استعمال کو مضر بتایا ہو) تو تیمم کرسکتا ہے۔

۶۔ وضو یا غسل کرنے میں کسی ایسی نماز کے چلے جانے کا اندیشہ ہو جن کی قضا نہیں ہے جیسے جنازہ وعیدین کی نماز وغیرہ، تو تیمم جائز ہے۔

۷۔ پانی موجود ہو مگر وہ اٹھ کر نہ لے سکتا ہو اور دوسرا دینے والا بھی نہ ہو یا پانی تھوڑا سا ہو۔ اگر اس سے وضو کرے گا تو پیاسا رہ جائے گا، یا کھانے پکانے میں تکلیف ہوگی تو تیمم جائز ہے۔ (اسلامی فقہ ج۱، ص ۱۸۱)

☆ اگر زبانی قرآن پڑھنے کے لیے یا قرآن میں دیکھ کر پڑھنے کے لیے یا زیارتِ قبور کے لیے، یا دفنِ میت کے لیے، یا اذان کے لیے، یا اقامت کے لیے یا مسجد میں داخل ہونے کے لیے، یا مسجد سے خارج ہونے کے لیے تیمم کیا کہ مسجد میں باوضو داخل ہوا تھا، پھر وضو ٹوٹ گیا یا قرآن چھونے کے لیے تیمم کیا اور اسی سے نماز پڑھی تو عام علماء کے نزدیک جائز نہیں۔

(فتاوٰی عالمگیری مترجم ج۱، ص ۳۸/۳۹)

فرائض کی ادائیگی کی نیت سے جو تیمم کیا جائے اس سے باقی کام بھی لیے جاسکتے ہیں۔ لیکن کسی شخص نے تیمم قرآن پڑھنے یا مزارات کی زیارت کرنے کی نیت سے کیا تو اب اس تیمم سے نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اذان کی اہمیت وفضیلت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

''وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ۝۵۸'' (المائدہ۵/۵۸)

''اور جب تم بلاتے ہو (اذان دیتے) ہو نماز کی طرف تو وہ اسے مذاق اور تماشہ بناتے ہیں۔''

''اذان'' کے لفظی معنیٰ اطلاع دینے اور اعلان کرنے کے ہیں۔شریعت میں روزانہ فرض نمازوں سے پہلے خاص الفاظ سے نمازیوں کو جو اطلاع دی جاتی ہے یا اعلان کیا جاتا ہے،اُسے''اذان'' کہتے ہیں۔

امیرالمؤمنین حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اذان خواب میں تعلیم ہوئی۔جس کی تصدیق کرتے ہوئے حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جاؤ بلال کو تلقین کرو،وہ اذان کہیں کہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں۔

اذان کی ابتداً ہجرت کے پہلے سال سے ہوئی ہے اور یہ صرف امتِ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت ہے۔روز مرّہ پانچ نمازوں اور جمعہ کیلئے اذان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دینا سنت مؤکدہ ہے۔اذان کے کلمات کو خاموش ہوکر سننااور ان کے جواب میں مسنون کلمات کہنا مستحب ہےاور اذان سن کر مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کیلئے جانا واجب ہے۔ایک مسلمان گفتگو میں،خریدوفروخت میں، دفتر، کارخانے یا گھر کے کاموں میں مشغول اور منہمک ہواور جیسے ہی اذان کی آواز سنے تو اُسے پہلی اذان پر سب کچھ چھوڑکر خاموشی سے اذان سنناضروری ہے۔اس کا یہ عمل ظاہر کرے گا کہ واقعی وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہےاور ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کوترجیح دیتا ہے۔جب قومی ترانہ سننے کیلئے تعظیم وتکریم کا قانون ہےتو پھر پنجوقتہ نمازوں کی اذانوں کوتعظیم سے سننے پرغور کیوں نہیں کیاجاتا؟ علمأ نے بھی یہ وضاحت کی ہے کہ مصائب کو دور کرنے کیلئے اذان دینی چاہیے۔نومولود،غمزدہ ، مرگی میں مبتلا شخص،غصہ سے مدہوش اور بدخلق شخص کے کان میں اذان دینا مفید ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کسی اذان کو اُس کے وقت سے پہلے دینا جائز نہیں۔ کیونکہ اذان کا مقصد مسلمانوں کو یہ بتلانا ہے کہ نماز کا وقت شروع ہوگیا ہے۔لہٰذا نماز کے وقت سے پہلے دی گئی اذان سے یہ مقصد فوت ہوجائے گااور اگر کسی نے وقت سے پہلے نماز پڑھ لی تو اُسکی نماز نہیں ہوگی۔اذان اور اقامت کا عربی زبان میں خاص انہی الفاظ سے ہوناجو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہیں،ضروری ہے۔اگر کسی اور زبان میں یا منقولہ الفاظ کے سوااور الفاظ سےاذان یا اقامت کہی گئی تو،صحیح نہ ہوگی۔

اذان کی فضیلت اورمؤذن کا مقام ومرتبہ(احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں)

✵ جس بستی میں اذان کہی جائے اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے اس دن اسے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امن دیتا ہے۔ جبکہ ایک روایت کے مطابق جس قوم میں صبح کو اذان ہوئی، ان کیلئے اللہ کے عذاب سے شام تک امان ہے اور جن میں شام کو اذان ہوئی، ان کیلئے اللہ کے عذاب سے صبح تک امان ہے۔ (طبرانی)

☼ اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان کہنے میں کتنا ثواب ہے تو اس پر باہم تلوار چلتی۔ (مسند احمد)

☼ مؤذن کی جہاں تک آواز پہنچتی ہے، اس کیلئے مغفرت کردی جاتی ہے اور ہر تر وخشک جس نے آواز سنی، اس کیلئے گواہی دیگا۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہر ڈھیلا اور پتھر اس کیلئے گواہی دیگا۔ (مسند احمد)

اذان کا جواب دینا

جب اذان کی آواز آئے تو جواب دینے کا حکم ہے۔ یعنی مؤذن جو کلمہ کہے، اسکے بعد سننے والا بھی وہی کلمہ کہے۔ لیکن مؤذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کہے تو درود شریف پڑھکر دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر لگایا جائے تو بہتر ہے اور ساتھ یہ بھی پڑھا جائے۔ قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ (ردالمختار)

مؤذن کے حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہنے پر جواب میں ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' کہا جائے بلکہ بہتر یہ ہے کہ مؤذن کے کلمات بھی ادا کرے اور مذکورہ کلمات کو ادا کرکے یہ بھی ملا دیا جائے۔ مَاشَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَالَمْ يَشَآءْ لَمْ يَكُنْ (درمختار ردالمختار) اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وَبِالْحَقِّ نَطَقْتَ کہا جائے۔ جبکہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ کے جواب میں اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہا جائے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خطبہ کی اذان کا جواب زبان سے دینا مقتدیوں کو جائز نہیں ہے۔ (درمختار)

جب اذان ہورہی ہوتو اتنی دیر کیلئے سلام وگفتگو اور جوابِ سلام یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت کررہاہوتو وہ بھی اور سب کچھ موقوف کردیاجائے اور اذان کوغور سے سنا اور اس کا جواب دیاجائے۔فتاوٰی رضویہ میں ہے کہ اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہنے پر معاذاللہ خاتمہ بُرا ہونے کا خوف ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمانوں کی حفاظت فرمائے۔آمین

دعابعداذان

اذان کے مکمل ہونے پر درودشریف پڑھکر یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وارْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَاد۔

(ملخصا من بہار شریعت ج ا ص ۱۷۴)

”اے اللہ ! اس دعوتِ کامل اوراسکے نتیجے میں کھڑی ہونے والی نماز کے رب! تُو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کو وسیلہ وفضیلت اور بلند درجہ عطا فرمااور انہیں اس مقامِ محمود پر فائز فرماجس کاتونے اُن سے وعدہ فرمایاہے۔ اور قیامت کے دن ہمیں انکی شفاعت عطافرما، بیشک تُو اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔“

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اذان سے قبل اور بعد درود شریف پڑھنا

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا سنّتِ الٰہیہ ہے اور قرآن مجید کا واضح حکم ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ (الاحزاب ۳۳/۵۶)

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجو۔''

اس حکم الٰہیہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کے لیے کسی خاص وقت، مقام، تعداد اور طریقے وغیرہ کی قید نہیں لگائی گئی بلکہ مطلقاً درود پاک بھیجنے کا حکم دیا گیا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ درود وسلام کسی بھی وقت، کسی بھی مقام، کتنی ہی تعداد میں اور کسی بھی طریقے یا صیغے سے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ... الخ

(صحیح مسلم جلد ۱ باب استحباب القول مثل قولِ المؤذن)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو۔ کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔''

علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ اس حدیث پاک کی تفصیل یوں تحریر کرتے ہیں کہ اس حدیث میں بظاہر اذان سننے والے کے لیے درود شریف پڑھنے کا حکم ہے۔ لیکن بعض علماً نے لکھا ہے کہ یہ حکم اذان دینے والے کو بھی شامل ہے اور حدیث میں درود شریف پڑھنے کو سرّ (آہستہ آواز میں) یا جہر (بلند آواز) کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا۔ لہٰذا اذان کے بعد آہستہ درود شریف پڑھنا اور بلند آواز سے پڑھنا، ہر طرح جائز ہے۔

بعض مساجد میں اذان سے پہلے درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ ہر چند کہ اذان سے منفصل (جدا) پہلے درود شریف پڑھنا بھی جائز ہے، تاہم اگر اذان کے بعد درود شریف پڑھا جائے تو اس حدیث کے مطابق ہوگا۔ نیز اذان کے بعد درود شریف ہمیشہ جہر (بلند آواز) کے ساتھ نہ پڑھا جائے۔ بلکہ کبھی آہستہ اور کبھی جہر کے ساتھ پڑھا جائے۔ تاکہ یہ لازم نہ آئے کہ اپنی خواہش سے درود شریف کو عملاً جہر کے ساتھ مقید کر دیا ہے۔ بعض مساجد میں اذان سے پہلے دائماً (ہمیشہ) جہر سے درود شریف پڑھتے ہیں ہر چند کہ اس کے جواز کی بھی گنجائش ہے۔ تاہم بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں اذان دی جاتی تھی، اسی طرح اذان دی جائے اور اذان کے ساتھ اپنی طرف سے کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ نہ کیا جائے۔ تاہم جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی بناً پر اذان سے کچھ پہلے یا کچھ بعد درود شریف پڑھتے ہیں،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کو ''بدعتِ سیّئہ'' (بری بدعت) کہنا بھی حدِ اعتدال سے تجاوز ہے۔

پھر ''القول البدیع'' سے بحوالہ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ مؤذنوں نے جمعہ اور صبح کے علاوہ فرائض کی تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ وہ ان نمازوں میں صلوٰۃ وسلام کو اذان سے پہلے پڑھتے ہیں اور مغرب کی اذان میں صلوٰۃ وسلام بالکل نہیں پڑھتے، کیونکہ اس کا وقت تنگ ہوتا ہے۔ اس کی ابتدا سلطان صلاح الدین ابوالمظفر یوسف بن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی۔ اس سے پہلے جب حاکم ابن العزیز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزیز کی بہن، جو بادشاہ کی بیٹی تھی، اس نے حکم دیا کہ (اذان کے بعد) اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے۔ جس کی صورت یہ تھی ''اَلسَّلَامُ عَلَی الْاِمَامِ الظَّاهِرِ۔'' پھر اس کے بعد یہ طریقہ اس کے خلفاء میں جاری رہا، تا آنکہ سلطان صلاح الدین نے اس کو ختم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے۔ (آمین)

(القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع مترجم صفحہ ۹۸)

اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے استحباب پر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا گیا ہے کہ ''وَافْعَلُوا الْخَيْرَ'' یعنی نیکی کے کام کرو۔ اور یہ بات واضح ہے کہ صلوٰۃ وسلام عبادت کے قصد (ارادہ) سے پڑھا جاتا ہے، خصوصاً جب کہ اس کی ترغیب میں کثیر احادیث وارد ہیں۔ علاوہ ازیں اذان کے بعد دعا کرنے اور تہائی رات کے اخیر میں دعا کرنے کی فضیلت میں بھی احادیث ہیں۔

علامہ شامی، علامہ طحطاوی اور علامہ ابن حجر مکّی نے ''فتاویٰ کبریٰ'' میں اس کو ''بدعتِ حسنہ'' قرار دیا ہے اور اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔ اس تمام تر تفصیل کے باوجود یہ حقیقت نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام کچھ وقفے سے پڑھیں اور کبھی کبھی ترک بھی کر دیں تا کہ اَن پڑھ لوگ اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آنے والی نسلیں صلوٰۃ وسلام کو اذان کا جزو نہ سمجھ لیں۔

(شرح صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۱۰۹۲ تا ۱۰۹۴)

اللہ تعالیٰ ہمیں افراط وتفریط سے بچنے اور راہِ اعتدال کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

انگوٹھے چومنا

پنجگانہ فرض نمازوں اور جمعہ کی ادائیگی کے لیے اذان دینا شعائرِ اسلامی میں سے ہے اور یہ سنتِ مؤکدہ ہے۔ اذان کہنا اور اذان کا جواب دینا دونوں کی احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بڑی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مؤذن کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ تو تم بھی جواب میں کہو، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، پھر مؤذن کہے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو تم بھی کہو، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، پھر جب مؤذن کہے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو تم بھی کہو اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، پھر جب مؤذن کہے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ تو تم کہو، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، پھر جب مؤذن کہے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ تو تم کہو، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، پھر مؤذن کہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ تو تم بھی کہو، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ پھر جب مؤذن کہے، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو تم صدقِ دل سے کہو، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔

(مشکوٰۃ، باب فضل الاذان واجابۃ المؤذن، الفصل الاوّل)

صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ ''جب تم اذان سنو، تو مؤذن کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طرح کہو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو، جو مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلے کا سوال کرو۔ جو اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلے کا سوال کرتا ہے، اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔'' (منہاج المسلم، باب چہارم ص ۳۶۳)

اذان میں حضور پرنور، شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک سننے پر دونوں انگوٹھے چوم کر، آنکھوں پر لگانا جائز اور باعثِ خیروبرکت ہے۔ اس کے جائز ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کیونکہ شریعتِ مطہرہ میں کہیں بھی اس کی ممانعت نہیں ہے۔

امامِ اہلسنت، مجددِ ملت، مولانا الشاہ احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ شرح نقایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ الثَّانِيَةِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا "قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ" (ﷺ) ثُمَّ يُقَالُ "اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ" بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرَى الْاِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَاِنَّهٗ ﷺ يَكُوْنُ لَهٗ قَائِدًا اِلَى الْجَنَّةِ كَذَا فِيْ كَنْزِ الْعِبَادِ۔ (احکام شریعت، حصہ اول، ص ۸۶ مسئلہ ۱۹)

''جان لو، بے شک مستحب ہے کہ جب کوئی شخص اذان میں پہلی بار ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ)'' سنے، تو صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (ﷺ) کہے اور دوسری بار ''قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (ﷺ)'' کہے پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے۔ ''اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَ الْبَصَرِ'' تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنزالعباد میں ہے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نیز لکھتے ہیں کہ:

سید العلماء مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔''مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے ان لفظوں میں جواب دیا، کہ ہاں! اذان میں حضورِ پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ پاک سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ ہمارے مشائخ مذہب نے متعدد کتابوں میں اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ (منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ''انگوٹھے چومنے'' ص ۱۵۔۱۶)

علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں کہ:

''علامہ طحطاوی اور علامہ ابن عابدین شامی نے فقیہہ کبیر علامہ کوہستانی کے حوالہ سے لکھا ہے۔ پہلی مرتبہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) سن کر اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنا اور دوسری مرتبہ قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنا مستحب ہے۔ اس کے ثبوت میں علامہ شامی نے دیلمی (متوفی ۵۵۸ھ) کی کتاب ''مسند الفردوس'' کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) سن کر ''آنکھوں پر'' انگوٹھے رکھ کر چومے۔ میں اس کی قیادت کر کے اس کو جنت کی صفوں میں داخل کردوں گا۔'' (ردالمختار، جلد ا ص ۳۷۰)

حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مؤذن کو ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم)'' کہتے سنا تو یہ دعا پڑھی ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نَبِيًّا'' اور دونوں انگوٹھوں کے پورے چوم کر آنکھوں سے لگائے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ (ﷺ) مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيْلِيْ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِيْ۔''

(جامع الاحادیث ۲/ ۴۳۷، المقاصد الحسنۃ ۲۰۲۱)

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے نے کیا اس پر میری شفاعت حلال ہوگئی۔

نیز علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ، ملا علی قاری رحمہ اللہ کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ:

''جب صحیح سند سے یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اذان میں انگوٹھے چومے ہیں تو یہ ہمارے عمل کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔''میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرو۔''

(شرح صحیح مسلم جلد ا ص ۱۰۹۰)

مولانا شفیع اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

علامہ نورالدین الخراسانی فرماتے ہیں کہ میں حضورِ اکرم ﷺ کا نام مبارک اذان میں سن کر انگوٹھے چوما کرتا تھا، پھر چھوڑ دیا تو میری آنکھیں بیمار ہوگئیں۔ تو میں نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔''تو نے اذان کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا کیوں چھوڑ دیا؟ اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آنکھیں درست ہوجائیں تو وہ عمل پھر شروع کردے۔'' پس میں بیدار ہوا اور یہ عمل شروع کردیا تو میری آنکھیں درست ہوگئیں اور اب تک وہ مرض نہیں لوٹا۔

(تحفظ عقائد اہلسنت ص ۷۸۹)

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں نور اللہ مرقدہ سے پوچھا گیا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کہ کیا خطبے میں نامِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو چومنا چاہیے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا ''خطبے میں (چومنا) نہ چاہیے کہ وہاں محض خاموشی کا حکم ہے۔''

(احکامِ شریعت، حصہ اول ص ۸۶)

مفتی عزیز الرحمن صاحب اپنے فتاویٰ میں انگوٹھے چومنے، کے حوالے سے سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ علامہ شامی نے کنز العباد سے نقل کیا ہے کہ ''شھادتین کے وقت اذان کے دوران ایسا کرنا (انگوٹھے چومنا) مستحب ہے۔''

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۲ ص ۹۰)

جبکہ دوسرے مقام پر ایک سوال کے جواب میں علامہ شامی کی عبارت پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ عبارت شامی سے یہ بھی واضح ہوا کہ کوئی مرفوع حدیث صحیح اس بارے میں نہیں ہے۔ غایت یہ کہ ضعیف حدیث پر بھی فضائلِ اعمال میں عمل کرنا درست ہے۔ مگر اس کی شرط یہ ہے کہ اس فعل کو مسنون نہ سمجھے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۲ ص ۱۰۶)

اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک ''نامِ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' پر انگوٹھے چومنا محبت کی علامت ونشانی اور مستحسن اور جائز عمل ہے۔ نیز فضائل اعمال میں حدیثِ ضعیف پر عمل کرنا حنفیوں کے نزدیک درست ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص انگوٹھے نہیں چومتا تو اسے برا کہنا، حنفیوں سے خارج کردینا، بے دین اور گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار دینا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ لیکن نہ چومنے والوں کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس عمل کو ناجائز وحرام کہیں کیونکہ یہ عمل احادیث سے ثابت ہے۔

شیخ الاسلام، مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''محض انگوٹھے نہ چومنے کی وجہ سے کسی کو حنفی ہونے سے خارج نہیں کرسکتے۔ ہاں وہ اگر اسے ناجائز وحرام کہے تو البتہ وہ مسلک حنفی پر نہیں ہے کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایسے فعل کو حرام کہا ہے جو حدیث میں وارد ہے۔''

(فتاویٰ مظہریہ جلد ۲ ص ۴۵۰ باب ۳ رسوم سوال ۲۷۳)

المختصر یہ کہ نامِ پاک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انگوٹھوں کو چومنا اگر چہ ضعیف اسنادِ احادیث سے ثابت ہے لیکن اس کے راویوں نے اس کو مختلف طرق سے روایت کیا اور آئمہ و مجتہدین، فقہا و محدثین اور اکابرین علمائے امت کا اس کے جائز و مستحسن ہونے پر اتفاق ہے۔ علاوہ ازیں اس عمل کے جائز ہونے کے لیے تو صرف اجماعِ امت ہی کافی تھا مگر اس کے ساتھ حدیثِ ضعیف کے مختلف طریقوں سے روایت نے اس کے جائز ہونے کو اور بھی مضبوط کر دیا ہے۔ جبکہ اس کی ممانعت اور رد میں کوئی بھی حدیث موجود نہیں ہے۔

اللہ رب العزت ہمارے دلوں میں محبت و عشقِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نماز کی اہمیت

نماز اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔ شبِ معراج میں نماز فرض ہوئی۔ نابالغ، مجنوں، حیض و نفاس والی عورت کے سوا ہر مسلمان پر نماز فرضِ عین ہے — اور کسی حالت میں بھی معاف نہیں۔ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہوتو بیٹھ کر پڑھے بیٹھنے کی قدرت نہ ہوتو لیٹ کر سر کے اشارے سے پڑھے۔ اس پر بھی قادر نہ ہوتو نماز مؤخر کی جائے گی۔ معاف اس حالت میں بھی نہیں ہوگی۔ نماز کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے اور جو قصداً ترک کرے، اگرچہ ایک ہی وقت کی ہو وہ فاسق ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے کہ نماز چھوڑنے والے کو بادشاہِ اسلام قید کردے یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے — اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ تارکِ نماز کو بادشاہِ اسلام قتل کرادے۔

(منتخب حدیثیں۔ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ)

نماز۔ قرآن حکیم کی روشنی میں

قرآن پاک کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱)''حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى'' (البقرۃ۲/۲۳۸)

''سب نمازوں کی اور درمیانی نماز کی حفاظت کرو۔''

(۲)''فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴿۱۰۳﴾'' (النساء۴/۱۰۳)

''پس نماز قائم کرو، بے شک نماز ایمان والوں پر مقررہ وقت پر لازم ہے۔''

(۳)''وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴿۱۴﴾'' (طٰہٰ۲۰/۱۴)

''اور میری یاد میں نماز ادا کیا کرو۔''

قرآن حکیم میں جن مقامات پر ادائیگیٔ نماز کا حکم وارد ہوا ہے وہاں اکثر و بیشتر نماز کی تلقین ''وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ''(اور نماز قائم کرو) کے کلمات سے کی گئی ہے۔ اس کے پسِ پردہ کارفرما حکمت یہ ہے کہ اگر نماز پڑھنے کا حکم ہوتا تو زندگی بھر کے لیے ایک آدھ بار نماز کا ادا کرلینا ہی کافی ہوتا۔لیکن قرآن مجید میں متعدد حکمتوں کی بنا پر نماز قائم کرنے پر زور دیا گیا ہے۔مثلاً:

☆اقامتِ صلوٰۃ کے حکم میں مداومت کا پہلو مضمر ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ نماز اس طرح ادا کی جائے کہ اسے ترک کرنے کا تصور بھی باقی نہ رہے۔

☆نماز کی مداومت اور محافظت اس امر کا تقاضہ کرتی ہے کہ نماز پوری زندگی کا مستقل وظیفہ اور شعارِ حیات بن جائے جس طرح روزانہ کی مصروفیات میں آرام نہ کرنے اور کھانا نہ کھانے کا تصور بھی محال ہے۔ اسی طرح ترکِ نماز کا تصور بھی خارج از امکان ہوجائے۔

☆نماز کو تمام تر ظاہری اور باطنی آداب ملحوظ رکھتے ہوئے ادا کیا جائے یعنی اسے محض رسماً نہیں بلکہ جملہ تقاضوں کو لفظاً اور معناً ملحوظ رکھتے ہوئے بطریقِ احسن بجا لایا جائے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قرآن مجید میں کم وبیش سات سو مقامات پر اقامتِ صلوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔

نماز احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں

(۱) حدیث مبارکہ میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔'' (صحیح بخاری)

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔(۱) اس بات کا اقرار کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) بیت اللہ کا حج کرنا اور (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔''

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کی:

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَيُّ شَيْءٍ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فِي الْاِسْلَامِ قَالَ: الصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا، وَمَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَلَا دِيْنَ لَهٗ وَالصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّيْنِ۔ رواہ الترغیب الترھیب للمنذری و کنز العمال للمتقی

(جامع الاحادیث ج۲، ص۳۱۸)

یارسول اللہ ﷺ! اسلام میں کیا چیز سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے؟ فرمایا: ''نماز وقت پر پڑھنا، جس نے نماز چھوڑی اس کا کوئی دین نہیں اور نماز دین کا ستون ہے۔''

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثَلٰثٌ مَنْ حَفِظَهُنَّ فَهُوَ وَلِيٌّ حَقًّا وَمَنْ ضَيَّعَهُنَّ فَهُوَ عَدُوٌّ حَقًّا الصَّلٰوةُ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَالصِّيَامُ وَالْجَنَابَةُ۔رواہ کنز العمال ومجمع الزوائد (جامع الاحادیث ج۲،ص۳۱۸)

''تین چیزیں ہیں کہ جو انکی حفاظت کرے وہ سچا ولی ہے اور جو انہیں ضائع کرے وہ پکا دشمن ہے۔نماز،روزے اور غسلِ جنابت۔''

تارک الصلوٰۃ کی سزا (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے کہ:

''فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝''

(الماعون،۱۰۷/۴،۵)

''پس بربادی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ویل'' جہنم میں ایک وادی ہے جس کی گرمی سے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے اور یہ جگہ اپنے وقت سے نمازوں کی تاخیر کرنے والوں کے لیے ہے۔ (قرۃ العیون)

جبکہ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کئی ارشادات میں سخت ترین وعید بیان فرمائی ہے۔ چند احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ''مَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْمُشْرِكِ اِلَّا تَرْكُ الصَّلٰوةِ''

(قرۃ العیون)

''مسلمان اور مشرک کے درمیان نماز ہی کا فرق ہے۔''

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''لَا تَتْرُكُوا الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدِيْنَ فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ'' (طبرانی۔مشکوۃ)

''یعنی جان بوجھ کر نماز نہ چھوڑو،جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے وہ ملت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۳) ''لَا سَهْمَ فِي الْإِسْلَامِ لِمَنْ لَّا صَلٰوةَ لَهٗ۔'' (حاکم)

''جو شخص نماز نہیں پڑھتا اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔''

(۴) ''مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ'' (ترمذی شریف)

''جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی اس نے (یقیناً) کفر کیا۔''

(۵) ''لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ اِلَّا تَرْكُ الصَّلٰوةِ۔'' (نسائی)

''مسلمان اور کافر کے درمیان فرق نماز کا ہے۔'' (کہ کافر نماز نہیں پڑھتا)

(۶) ''مَنْ جَمَعَ بَيْنَ صَلٰوتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ اَتٰى بَابًا مِنْ اَبْوَابِ الْكَبَائِرِ۔'' (رواہ الحاکم)

''جو شخص دو نمازوں کو بلا عذر جمع کرے (اکٹھا پڑھے) تو کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پہنچ گیا۔''

(۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ ''جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہوگئی وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال و دولت سب چھین لیا گیا ہو۔'' (نسائی، مسند احمد)

کیونکہ نماز اکثر بال بچوں اور مال و دولت کی وجہ سے ضائع ہوتی ہے۔اس لیے نماز کا ضائع کرنا انجام کے اعتبار سے ایسا ہی ہے گویا بال بچے اور مال و دولت سب ہی چھین لیا گیا ہو۔

(۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ارادہ کیا کہ نماز پڑھنے کا حکم دے دوں پھر نوجوانوں کو ساتھ لے کر نکل جاؤں ان کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں اور ایسے لوگوں کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گھروں کو جلادوں جو اذان سنتے ہیں پھر نماز کے لیے نہیں آتے۔

(تنبیہ الغافلین)

(۹) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص نماز کو قضا کردے، گووہ بعد میں پڑھ بھی لے۔ پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مقدار اَسّی (۸۰) برس کی ہوتی ہے۔اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا — اور قیامت کا ایک دن ہزار برس کے برابر ہوگا۔ اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ہوئی۔

(مجالس الابرار)

(۱۰) ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ قرۃ العیون میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے، اس کا نام جہنم کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے — اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کہو کہ: ''اے اللہ! ہم میں کسی کو شقی محروم نہ کر۔ پھر فرمایا جانتے ہو ''شقی محروم'' کون ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ ''شقی محروم'' نماز کا چھوڑنے والا ہے۔

ان ارشاداتِ گرامی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شہادت توحید و رسالت کی عملی تصدیق اور ثبوت، نماز کو قائم کرنا ہی ہے اور نماز کا چھوڑنا اسلام کی کھلم کھلا تکذیب اور کفر کے مترادف ہے۔

چنانچہ نماز کسی حالت میں بھی عاقل و بالغ مسلمان کو معاف نہیں ہے (سوائے عورت کیلئے اس کے مخصوص ایام میں)۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فضیلت نماز (احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں)

(۱) آقائے دوجہاں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

''مَثَلُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ عَذْبٍ غَمْرٍ بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَقْتَحِمُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، فَمَا تَرَوْنَ ذٰلِكَ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْئٌ؟

قَالُوْا لَا قَالَ: فَأِنَّ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ تُذْهِبُ الذُّنُوْبَ كَمَا يُذْهِبُ الْمَاءُ الدَّرَنَ'' (صحیح مسلم)

''پانچ نمازوں کی مثال اس میٹھی اور گہری نہر کی سی ہے جو تم میں سے کسی ایک کے دروازے (کے پاس سے گزر رہی ہو) وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہے گی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، نہیں۔ فرمایا پانچ نمازیں بھی گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ جیسا کہ پانی میل کو ختم کر دیتا ہے۔''

(۲) ایک مقام پر ارشاد ہے:

''مَامِنَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهٗ صَلَاةٌ مَكْتُوْبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَ هَا وَخُشُوْعَهَا وَرُكُوْعَهَا اِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَالَمْ تُؤْتَ كَبِيْرَةٌ، وَذَالِكَ الدَّهْرَ كُلَّهٗ۔'' (صحیح مسلم)

''جس مسلمان کے پاس کسی فرض نماز کا وقت آپہنچتا ہے، وہ اس کے لیے اچھے وضو، خشوع اور رکوع کا اہتمام کرتا ہے — تو وہ نماز اس کے پہلے گناہوں کے لیے کفارہ بن جائے گی جب تک کہ بڑا گناہ نہ کیا جائے اور یہ قانون ساری زندگی جاری رہتا ہے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۳) ''عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الصَّلٰوةُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَی الْجُمُعَةِ كَفَّارَاتٌ لِّمَا بَیْنَهُنَّ مَالَمْ یُغْشَ الْكَبَائِرَ'' (ترمذی)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ نمازوں اور جمعہ سے جمعہ کے درمیان جو گناہ سرزد ہوتے ہیں وہ مٹ جاتے ہیں (پنجوقتہ نماز اور جمعہ) ادا کرنے سے جب تک کہ کبیرہ گناہوں نے ڈھانپ نہ لیا ہو۔'' مقصد یہ ہے کہ صغیرہ گناہ جو انسان سے سرزد ہوتے ہیں وہ نماز ادا کرنے کے سبب اللہ تعالی معاف فرما دیتا ہے لیکن کبیرہ گناہ صرف نماز ادا کرنے سے معاف نہیں ہوتے (ہاں اگر رب کائنات چاہے تو اس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے) بلکہ کبیرہ گناہ سچے دل سے توبہ کرنے سے معاف ہوجاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(۴) ''لَنْ یَّلِجَ النَّارَ اَحَدٌ صَلّٰی قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا یَعْنِیْ اَلْفَجْرَ وَالْعَصْرَ۔'' (رواہ مسلم)

''وہ شخص ہرگز آگ میں داخل نہ ہوگا جس نے سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھی، یعنی فجر اور عصر کی نماز۔''

(۵) ''عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْه اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ فِی الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ یَتَهَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذَالِكَ الْوَرَقُ یَتَهَافَتُ فَقَالَ یَااَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَیُصَلِّیَ الصَّلٰوةَ یُرِیْدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَتَهَافَتْ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا تَهَافَتْ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ'' (رواہ احمد)

''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سردی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے موسم میں باہر تشریف لائے اور پتے درختوں سے گر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درخت کی ٹہنی ہاتھ میں لی اس کے پتے اور بھی گرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے ابوذر! مسلمان بندہ جب اخلاص سے اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جیسے یہ پتے درخت سے گر رہے ہیں۔''

(۶) ''عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ يُبْعَثُ مُنَادٍ عِنْدَ حَضْرَةِ كُلِّ صَلٰوةٍ فَيَقُوْلُ يَابَنِيْ اٰدَمَ قُوْمُوْا فَاطْفُؤُوْا مَا اَوْقَدْتُمْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فَيَقُوْمُوْنَ فَيَتَطَهَّرُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ الظُّهْرَ فَيُغْفِرُ لَهُمْ مَابَيْنَهَا فَاِذَا حَضَرَتِ الْعَصْرُ فَمِثْلَ ذٰلِكَ فَاِذَا حَضَرَتِ الْمَغْرِبُ فَمِثْلَ ذَالِكَ فَاِذَا حَضَرَتِ الْعَتَمَةُ فَمِثْلَ ذَالِكَ۔'' (رواہ طبرانی)

''حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ اے آدم کی اولاد! اٹھو اور جہنم کی اس آگ کو جسے تم نے (گناہوں کی وجہ سے) اپنے اوپر جلانا شروع کر دیا ہے، بجھاؤ۔ چنانچہ (اللہ کے بندے) اٹھتے ہیں، وضو کرتے ہیں، ظہر کی نماز پڑھتے ہیں جن کی وجہ سے اُن کے گناہوں کی (صبح سے ظہر تک کی) مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اسی طرح پھر عصر کے وقت، پھر مغرب کے وقت، پھر عشاء کے وقت (ہر نماز میں یہی صورت ہوتی ہے)''

(۷) حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی صبح وشام ایسی نہیں کہ زمین کا ایک ٹکڑا دوسرے کو پکارتا ہے۔ آج تجھ پر کوئی نیک بندہ گزرا، جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکرِ الٰہی کیا؟ اگر وہ ہاں کہے تو اس کے لیے اس سبب سے اپنے اوپر بزرگی تصور کرتا ہے۔'' (طبرانی)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آقائے دوجہاں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز

ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

''عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ فَقَدْتُّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَيْلَةً مِنَ الْفَرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِيْ عَلٰى بَطْنِ قَدَمِهٖ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ۔'' (مسلم باب مایقال فی الرکوع والسجود)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ایک رات میں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بستر پر نہ پایا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کیا تو میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدمِ مبارک سے لگا۔ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں تھے اور دونوں پاؤں کھڑے تھے۔''

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عبادت سے شغف اور ذوق اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راتوں کی تنہائیوں میں بحالت سجود وقیام اپنی امت کی مغفرت کی دعائیں مانگتے۔ بعض اوقات قیام اتنا طویل ہوتا کہ قدم مبارک متورّم (سُوج جاتے) ہو جاتے تھے۔

آداب نماز

۱۔ طہارت و پاکی کا خیال کرتے ہوئے وضو میں مسواک کا اہتمام کرنا۔

۲۔ نماز ہمیشہ جماعت سے ادا کرنا اگر کبھی جماعت نہ ملے تب بھی فرض نماز مسجد ہی میں پڑھنا۔

۳۔ نماز سکون و اطمینان کے ساتھ ادا کرنا۔

۴۔ اذان کی آواز سنتے ہی نماز کی تیاری شروع کر دینا۔ (کیونکہ اذان سننے کے بعد سستی و کاہلی اور تاخیر کرنا منافقوں کی علامت بتائی گئی ہے۔)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۵۔امام ہونے کی صورت میں تمام آداب وشرائط کا اہتمام کرتے ہوئے نماز پڑھانا اور مقتدیوں کی سہولت کا لحاظ کرتے ہوئے اچھی طرح امامت کرنا۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ ''جو امام اپنے مقتدیوں کو اچھی طرح نماز پڑھاتے ہیں اور یہ سمجھ کر پڑھاتے ہیں کہ ہم اپنے مقتدیوں کی نماز کے ضامن ہیں ان کو اپنے مقتدیوں کی نماز کا اجر بھی ملتا ہے۔جتنا ثواب مقتدیوں کو ملتا ہے، اتنا ہی امام کو بھی ملتا ہے،اور مقتدیوں کے اجروثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ (طبرانی)

۶۔نماز میں بلا وجہ ہاتھ پیر ہلانا،بدن کھجانا، داڑھی میں خلال کرنا، ناک میں انگلی ڈالنا،کپڑے سنبھالنا سخت بے ادبی کی حرکات ہیں۔ ان سے سختی کے ساتھ پرہیز کرنا۔

۷۔ نماز اس طرح ادا کرنا گویا رب تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں یا کم از کم یہ احساس رکھنا کہ اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے۔

۸۔نماز رسم کے طور پر ادا نہ کرنا بلکہ ذوق وشوق کے ساتھ پڑھنا۔

۹۔ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا بے چینی اور شوق سے انتظار کرنا۔

(کیونکہ نماز رب کے ساتھ ملاقات کا ذریعہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔''لوگو! خوش ہوجاؤ تمھارے رب نے آسمان کا ایک دروازہ کھول کر تمھیں فرشتوں کے سامنے کیا اور فخر کرتے ہوئے فرمایا دیکھو میرے بندے ایک نماز ادا کرنے کے بعد دوسری نماز کا انتظار کر رہے ہیں۔'' (ابن ماجہ)

۱۰۔فرض نماز وں کی پابندی کے ساتھ ساتھ نفل نمازوں کا بھی اہتمام کرنا اور کثرت سے نوافل پڑھنے کی کوشش کرنا۔

۱۱۔سنت اور نوافل اگر گھر میں پڑھ سکتے ہوں تو سنت ونوافل گھر میں ہی پڑھنا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نمازوں کی تعداد

قرآن مجید، احادیثِ متواترہ، اجماعِ امت اور عقلِ سلیم سے مسلمانوں پر فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک دن رات میں ادا کرنا فرض ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

''فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾'' (روم ۳۰/۱۸-۱۷)

''شام کے وقت اور صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو اسی کے لیے حمد ہے آسمانوں اور زمینوں میں اور شام سے پہلے اور ظہر کے وقت۔''

ان آیات میں فجر، ظہر، عصر اور مغرب کے اوقات کا ذکر ہے۔ شام اور صبح میں فجر اور مغرب کے اوقات کا ذکر ہے۔ اور ''شام سے پہلے'' عصر کی نماز کا وقت ہے اور ظہر کا وقت صراحتاً ذکر ہے۔

جبکہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''عَشِيًّا'' میں شام اور عشاء دونوں مراد ہیں۔ اس طرح اس آیت میں پانچوں نمازوں کا ذکر ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾'' (طٰہٰ ۲۰/۱۳۰)

''طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور رات کے اوقات میں اور دن کے اطراف میں تسبیح کیجیے، تاکہ (اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ راضی ہو جائیں۔''

اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازوں کا ذکر فرمایا ہے۔ طلوع آفتاب سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پہلے فجر اور غروب آفتاب سے پہلے ظہر اور عصر، رات کے اوقات میں عشاء اور دن کے کنارے میں مغرب پڑھی جاتی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۲۲ تا ۲۲۳)

حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔

''اَللّٰهُ اَمَرَكَ اَنْ تُصَلِّيَ الصَّلَوٰتَ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ'' (صحیح بخاری ج ۱، ص ۱۵)

''کیا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دن اور رات میں پانچ نمازوں کے پڑھنے کا حکم دیا ہے؟ فرمایا اے اللہ ہاں۔''

اسی طرح ایک حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے اسلام کے بارے میں سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ خَمْسَ صَلَوٰاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهِنَّ قَالَ لَا۔'' (صحیح مسلم ج ۱، ص ۳۰ نور محمد کتب خانہ)

''دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔'' اس نے پوچھا کیا ان کے علاوہ کوئی اور نماز بھی فرض ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں۔''

علامہ بابرتی لکھتے ہیں کہ حدیثِ مشہور سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ہر مسلمان مرد و عورت پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر آج تک امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔''

(العنایہ علیٰ ھامش فتح القدیر، ج ۱، ص ۱۹۱)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اوقاتِ ممنوعہ

جن اوقات میں نماز پڑھنا منع ہے وہ یہ ہیں۔طلوع آفتاب،غروب آفتاب اور آفتاب کا استواء جس کو عام طور پر زوال کہا جاتا ہے۔ ان اوقات میں نماز کا پڑھنا ناجائز ہے۔خواہ نماز فرض ہو یا نفل — ادا ہو یا قضا۔یوں ہی سجدۂ تلاوت اور سجدۂ سہو بھی ناجائز ہے۔ (بہارشریعت)

اوقاتِ مکروہہ

طلوعِ فجر سے لے کر طلوعِ شمس تک اور نمازِ عصر کے بعد سے غروبِ شمس تک، ان اوقات میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ قضا نماز، نمازِ جنازہ اور سجدۂ تلاوت وغیرہ ان اوقات میں بلا کراہت جائز ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج۲،ص۶۱۱)

شرائط نماز

نماز صحیح ہونے کے لیے چھ شرائط ہیں۔جن کا نماز سے قبل پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔طہارت ۲۔ستر عورت ۳۔استقبال قبلہ ۴۔وقت ۵۔نیت ۶۔تکبیر تحریمہ۔ (بہارشریعت)

ان کی مختصر تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

(۱) طہارت: نماز کی صحت کے لیے شرط ہے کہ آدمی بے وضو نہ ہو،جنبی نہ ہو اس کا کپڑا، بدن اور جگہ پلید نہ ہو۔ ان تمام چیزوں کا پاک و صاف ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح عورت کا حیض و نفاس کے خون سے پاک ہونا بھی ضروری ہے۔ایسی عورت پر نماز فرض نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلَاۃً بِغَیْرِ طُھُوْرٍ۔'' (صحیح مسلم)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''اللہ تعالیٰ پاکیزگی کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا۔''

نماز میں کپڑے، بدن، جگہ وغیرہ کا پاک ہونا اتنا لازم ہے تو پھر روح و باطن کی پاکیزگی کس درجہ اہم ہوگی؟ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارا باطن و روح بھی پاک وصاف ہوجائے۔

جس طرح ہم جسم ولباس کو پانی سے دھونے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسی طرح دل و باطن کے داغ دھبوں کو ندامت، توبہ اور پرہیز و اجتناب کے عزم کے ساتھ دھونے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(۲) ستر عورت: شرمگاہ کو چھپانا، یعنی بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ'' (الاعراف۷/۳۱)

''ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو مزّین کرلیا کرو۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا'' (النور۳۱/۲۴)

''اور (عورتیں) اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے۔''

لہٰذا ستر پوشی نہ ہو تو نماز صحیح نہیں ہوگی، اس لیے کہ کپڑوں کی زینت وہی ہے جس میں ستر ہو۔ مرد پر ناف سے لے کر دونوں گھٹنوں تک جسم کا ڈھانپنا ضروری ہے اور عورت کے لیے چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ سارا جسم ستر ہے۔

حدیث مبارکہ ہے کہ:

''لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ حَائِضٍ اِلَّا بِخِمَارٍ۔'' (رواہ ابوداؤد)

''اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز بغیر اوڑھنی کے قبول نہیں فرماتا۔''

آج کل ہماری مائیں بہنیں اگر نماز پڑھتی بھی ہیں تو ستر کا خاص خیال نہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرتیں۔ مثلاً ایسا دوپٹہ اوڑھتی ہیں جس سے بال نظر آتے ہیں، اس طرح نماز نہیں ہوتی۔ اسی طرح بعض خواتین کے بازو پورے نہیں ہوتے، جبکہ ہتھیلیوں تک چھپانا فرض ہے۔ بال دوپٹے سے باہر بھی نہیں ہونے چاہئیں۔ اگر دوپٹے سے باہر کچھ بال رہیں گے تو اس سے بھی نماز نہیں ہوگی۔

(۳) استقبالِ قبلہ: یعنی نماز میں قبلہ (کعبہ) کی طرف منہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

''وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ'' (البقرۃ ۲/۱۵۰)

''اور جہاں بھی ہو اسی کی طرف منہ کرو (یعنی مسجد حرام کی طرف)''

ہاں خوف، یا بیماری، یا اسی انداز کے کسی اور عذر کی بنا پر یہ شرط ساقط ہوجائے گی۔ اسی طرح حالتِ سفر میں اگر سمتِ قبلہ کا تعین کرنا ممکن نہ ہو تو انسان کو مجبوری کی بنا پر اس پابندی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس صورت میں کسی بھی سمت رخ کر کے کھڑا ہونے سے نماز ادا ہوجائے گی۔

(اسلامی تربیتی نصاب، جلد اول)

وقت: (یعنی نماز کا وقت پایا جانا)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

''إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَّوْقُوتًا ﴿۱۰۳﴾'' (النساء ۴/۱۰۳)

''بے شک نماز ایمان والوں پر وقت مقررہ پر فرض ہے۔''

نماز ادا کرنے کی دو حدیں ہیں۔ ایک شروع کرنے کی ابتدائی حد اور دوسری ختم کرنے کی آخری حد۔ اگر ان دو حدوں کے اندر نماز ادا کی جائے تو وہ ادا ہوجائے گی، ورنہ نہیں۔ مثلاً ظہر کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد شروع ہوتا ہے اگر اس سے قبل نماز ادا کرلی تو وہ ظہر کی نماز تصور نہیں ہوگی۔ اسی طرح نمازِ ظہر کی آخری حد اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وقت تک ہے جب تک سایہ سوا دو ہاتھ دراز ہوجائے۔ اس کے بعد چونکہ نمازِ عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ اس لیے نمازِ ظہر ادا نہیں ہوسکتی۔ نماز عصر کی آخری حد غروبِ آفتاب سے قبل تک ہے۔ اسی طرح نمازِ مغرب غروبِ آفتاب کے بعد ہوگی، پہلے نہیں۔ اس کی بھی ایک آخری حد ہے جس کے گزر جانے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے جو طلوعِ فجر سے پہلے تک رہتا ہے۔ (اسلامی تربیتی نصاب جلد اول)

(۵) نیت: زبان یا دل سے نماز کی نیت کرنا۔ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں۔ اس کو الفاظ میں بیان کرنا لازمی نہیں۔ کیونکہ نیت دل کی کیفیت کا نام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی'' (بخاری ومسلم)

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہ ہے جو اس نے نیت کی۔''

(۶) تکبیر تحریمہ: یعنی ''اللہ اکبر'' کہنا۔

قرآن حکیم میں ہے: ''وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ﴿۱۵﴾'' (الاعلیٰ ۸۷/۱۵)

''اور اپنے رب کا نام لیکر نماز پڑھ۔''

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ، وَتَحْرِیْمُهَا التَّکْبِیْرُ وَتَحْلِیْلُهَا التَّسْلِیْمُ۔''

(ابوداؤد والترمذی)

''نماز کی کنجی وضو ہے اور اس کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل سلام ہے۔''

فرائضِ نماز یا ارکانِ نماز

فرائضِ نماز یا ارکانِ نماز سات ہیں

۱۔ تکبیر تحریمہ ۲۔ قیام ۳۔ قرأت ۴۔ رکوع ۵۔ سجود ۶۔ قعدۂ اخیرہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۷۔خروج بصنعہ۔

ان کی مختصر وضاحت حسبِ ذیل ہے۔

(۱)تکبیرِ تحریمہ: اس کو فقہائے احناف رکن کے بجائے شرط قرار دیتے ہیں (اسی لیے شرائط میں اس کا ذکر کیا گیا ہے)

لیکن اس کے باوجود اس کا ذکر ارکان نماز کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ افعالِ نماز سے اس کو بہت زیادہ اتصال ہے۔ اس وجہ سے فرائض نماز میں اس کا شمار ہوا۔

تکبیرِ تحریمہ کا عمل نماز میں داخل ہونے کا دروازہ ہے۔ اور ارکانِ نماز کا پہلا رکن ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ مرد اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اور عورت اپنے شانوں تک اس حال میں اٹھا کر لے جائے کہ اس کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور انگلیاں قبلہ رُخ ہوں۔ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے نماز میں داخل ہوجائے۔

(۲) قیام: یعنی سیدھا کھڑے ہوکر نماز پڑھنا۔

جو شخص کھڑا ہونے کی طاقت رکھتا ہے اس پر فرض ہے کہ کھڑے ہوکر نماز پڑھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴿۲۳۸﴾'' (البقرۃ۲/۲۳۸)

''اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ''

(صحیح بخاری)

''کھڑے ہوکر نماز پڑھ، اگر طاقت نہیں تو بیٹھ کر، اگر پھر بھی طاقت نہیں تو پہلو پر لیٹ کر ہی نماز پڑھ۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۳) قرأت: یعنی قرآن پاک کا پڑھنا۔ قرآن پاک میں ہے:

''فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط'' (المزمل ۷۳/۲۰)

''جس قدر قرآن میں سے آسان ہو پڑھو۔''

حدیث مبارکہ میں ہے:

''لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔'' (صحیح بخاری)

''اس شخص کی نماز نہیں، جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے۔''

قرأت اس کا نام ہے کہ تمام حروف مخارج سے ادا کیے جائیں کہ ہر حرف دوسرے حرف سے صحیح طور پر ممتاز ہو جائے اور آہستہ پڑھنے میں بھی آواز کا اتنا ہونا ضروری ہے کہ خود سنے۔ اگر حروف کی تصحیح تو کی مگر اس قدر آہستہ کہ خود نہ سنا اور کوئی مانع مثلاً شور وغل وغیرہ بھی نہیں تو نماز نہ ہوئی۔ (بہار شریعت، عالمگیری)

مطلقاً ایک آیت پڑھنا فرض کی دو رکعتوں میں اور وتر اور نوافل کی ہر رکعت میں امام و منفرد (اکیلا نماز پڑھنے والا) پر فرض ہے اور مقتدی کو کسی نماز میں قرأت جائز نہیں۔ نہ فاتحہ، نہ آیت نہ آہستہ نماز میں نہ جہر کی (نماز) میں۔ بلکہ امام کی قرأت مقتدی کے لیے بھی کافی ہے۔ (بہار شریعت)

(۴) رکوع: رکوع کے معنی جھکنے کے ہیں۔ جو حالتِ تواضع و انکساری کا آئینہ دار ہے۔

قرآن پاک میں ہے: ''وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾'' (البقرۃ ۲/۴۳)

''اور رکوع کرو رکوع کرنیوالوں کے ساتھ۔''

حدیث مبارکہ میں ہے:

ایک شخص نے جلدی جلدی نماز ادا کی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اِرْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا'' (صحیح بخاری)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''رکوع اطمینان کے ساتھ کر، پھر سر اٹھا اور سیدھا کھڑا ہو جا۔''

(رکوع میں) اتنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنے کو پہنچ جائیں۔ یہ رکوع کا ادنیٰ درجہ ہے۔ (بہار شریعت، درمختار وغیرہ) اور پورا درجہ یہ ہے کہ پیٹھ سیدھی بچھا دے۔

(۵) سجود: یعنی پیشانی زمین پر ٹیکنا۔

قرآن پاک میں ہے:

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا'' (الحج ۲۲/۷۷)

''اے ایمان والوں رکوع کرو اور سجدہ کرو۔''

حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا۔

(صحیح بخاری)

''پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کر اور سر اٹھا اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ جا۔''

ہر رکعت میں دو سجدے کرنا فرض ہیں۔ (بہار شریعت)

دوسرا سجدہ بھی با جماعِ امت فرض ہے۔ (رکنِ دین بحوالہ عالمگیری)

اگر کسی نے بلا عذر صرف ناک ہی سجدہ میں رکھی اور پیشانی نہیں رکھی تو سجدہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح ایک شخص نے صرف پیشانی پر سجدہ کیا اور ناک سجدہ میں نہیں رکھی تو اس کا سجدہ مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

(۶) قعدہ اخیرہ: یعنی نماز کی رکعتیں پوری کرنے کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا کہ پوری التحیات یعنی ''رسولہ'' تک پڑھے فرض ہے۔ (بہار شریعت)

(۷) خروج بصنعہ: یعنی نماز سے کسی عمل کے ذریعے باہر آنا اور نماز ختم کرنا۔ اور اس کا طریقہ ہے ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ'' کے کلمات کے ذریعہ دائیں اور بائیں سلام پھیرنا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

''وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ'' (ابو داؤد والترمذی)

''اور نماز کی تحلیل سلام ہے۔''

واجباتِ نماز:

واجباتِ نماز میں سے کوئی اگر بھولے سے رہ جائے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی۔ اور اگر بھولے سے کوئی چیز چھوٹنے کے بعد سجدۂ سہو نہ کیا یا قصداً کوئی چیز چھوڑ دی تو نماز کا لوٹانا واجب ہے۔

نماز کے واجبات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں کو قرآن کے لیے معین کرنا۔

۲۔ الحمد شریف پڑھنا۔ اس کی ساتوں آیتیں پڑھنا کہ ہر آیت مستقل واجب ہے ان میں سے ایک آیت بلکہ ایک لفظ کا ترک بھی ترکِ واجب ہے۔ (بہار شریعت)

۳۔ الحمد شریف کا سورۃ سے پہلے پڑھنا۔

۴۔ پوری الحمد شریف کا ایک دفعہ پڑھنا۔

۵۔ فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں، واجب اور سنتوں کی سب رکعتوں میں سورۃ ملانا۔ (یعنی کم از کم ایک چھوٹی سورۃ جیسے ''الکوثر'' یا تین چھوٹی آیتیں)

۶۔ ترتیب قائم رکھنا۔ (یعنی قرأت، رکوع، سجدوں اور رکعتوں میں ترتیب قائم رکھنا)

۷۔ قومہ (یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا)

۸۔ جلسہ (یعنی دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا)

۹۔ تعدیل یعنی اعضاً کا ساکن کرنا۔ مقدار ''سبحان اللہ'' کہنے کے برابر۔ رکوع اور سجود اور قومہ اور جلسہ میں۔

۱۰۔ امام کو جہری نمازوں میں مثلاً فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، عیدین، تراویح

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور رمضان کے وتر میں آواز سے پڑھنا اور دوسری نمازوں میں مثلاً ظہر اور عصر میں آہستہ پڑھنا۔

۱۱۔ پہلا قعدہ تین یا چار رکعت والی نماز میں، خواہ یہ نفل ہی ہو (بیٹھنا واجب ہے)

۱۲۔ تشہد یعنی اول اور اخیر دونوں قعدوں میں التحیات کا پڑھنا۔ (ایک لفظ بھی اگر چھوڑے گا ترکِ واجب ہوگا۔

(بہار شریعت)

۱۳۔ لفظ ''السلام'' کے ساتھ نماز سے نکلنا۔

۱۴۔ تکبیرِ قنوت (نماز عشاء کے وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت سے قبل کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہنا)

۱۵۔ قرأتِ قنوت (یعنی وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا)

۱۶۔ تکبیراتِ عیدین۔

۱۷۔ مقتدی کا قرأت میں چپ رہنا۔

۱۸۔ امام کی پیروی کرنا۔

۱۹۔ سجدۂ تلاوت کرنا یا نماز میں سہو (غلطی) ہوا ہو تو سجدۂ سہو کرنا۔

۲۰۔ قعدۂ اولیٰ میں تشہد پر کچھ نہ بڑھانا۔ (بہار شریعت)

۲۱۔ دو فرض یا دو واجب وفرض کے درمیان تین تسبیح کی قدر وقفہ نہ ہونا۔

ان واجباتِ نماز میں سے کوئی چیز بھی بھولے سے رہ گئی تو سجدۂ سہو لازم ہوگا، ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

کسی قعدہ میں تشہد کا کوئی حصہ بھول جائے تو سجدہ سہو واجب ہے۔

(بہار شریعت، درمختار)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سننِ نماز

نماز کی سنتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔تکبیر تحریمہ کے لیے دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک تکبیر کہنے سے پہلے اٹھانا۔

۲۔تکبیر کے وقت انگلیوں کو قبلہ رخ اور کشادہ رکھنا۔

۳۔امام کو تکبیر تحریمہ اور دوسری تکبیرات کو بلند آواز سے کہنا۔

اگر تکبیر تحریمہ سے امام کی نیت صرف ان لوگوں کو ہی خبردار کرنے کی ہے اور اپنی نماز کی نہیں ہے تو نہ امام کی نماز ہوگی، نہ مقتدیوں کی۔

۴۔ناف کے نیچے داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر باندھنا۔

۵۔ثناء یعنی ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ'' پڑھنا۔

۶۔تعوذ یعنی ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ'' پڑھنا۔

۷۔تسمیہ یعنی ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' پڑھنا۔

۸۔فرض کی آخری دو رکعتوں میں صرف الحمد شریف پڑھنا۔

۹۔الحمد شریف کے اختتام پر اٰمین کہنا۔

۱۰۔ثنا، اعوذ باللہ، بسم اللہ اور اٰمین کو آہستہ کہنا۔

۱۱۔قرأت مسنونہ پڑھنا۔(یعنی تین آیات کی مقدار سے زائد پڑھنا)

۱۲۔تکبیراتِ انتقالی یعنی رکوع اور سجدہ کے لیے اللہ اکبر کہنا۔

۱۳۔رکوع میں تسبیح ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ'' تین بار پڑھنا۔

۱۴۔رکوع میں دونوں گھٹنوں کو ہاتھوں کی کشادہ انگلیوں سے پکڑنا۔

۱۵۔امام کو تسمیع یعنی ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ'' کہنا اور مقتدی کو تحمید یعنی ''رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ'' کہنا اور تنہا کو دونوں کہنا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۶۔ سجدوں میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں کا پیشانی سے پہلے رکھنا اور ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی قبلہ رخ رکھنا۔

۱۷۔ سجدوں میں تین بار ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' پڑھنا۔

۱۸۔ جلسہ اور تشہد میں داہنا پاؤں کھڑا رکھنا اور بایاں پاؤں بچھانا۔

۱۹۔ ہر جلسہ اور تشہد میں دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا۔

۲۰۔ تشہد میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے وقت شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا۔ اس طرح کہ ''لَا'' پر انگلی اٹھا کر ''اِلَّا'' پر تمام انگلیوں کے ساتھ قبلہ رخ سیدھی کردے۔

۲۱۔ قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا۔

۲۲۔ سلام پھیرتے وقت امام کا فرشتوں اور مقتدیوں کو سلام کی نیت کرنا جبکہ مقتدیوں کا امام اور فرشتوں کو سلام کی نیت کرنا۔

۲۳۔ قعدۂ اخیرہ میں تشہد و درود شریف کے بعد دعا پڑھنا۔

۲۴۔ سلام کے وقت پورے منہ کا دائیں اور بائیں کندھے کی جانب پھیرنا۔ اس طرح کہ نگاہ کندھے پر رہے۔

۲۵۔ امام کو پہلے سلام کی نسبت دوسرے سلام کو آہستہ کہنا۔

۲۶۔ ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ'' کے الفاظ سے سلام پھیرنا۔

(درالمختار، شامی، عالمگیری ماخوذ از رکن دین)

مستحباتِ نماز

۱۔ مرد کو تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ آستینوں سے باہر نکال لینا۔

۲۔ دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلیوں کے برابر فاصلہ رکھنا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۳۔منفرد(اکیلے نماز پڑھنے والے) کو رکوع اور سجدہ میں تین بار سے زیادہ تسبیح کہنا۔

۴۔قیام کے وقت اپنی سجدہ گاہ پر اور رکوع میں دونوں پاؤں کی پیٹھ پر اور سجدے میں ناک کے سرے پر اور قعود(بیٹھنے) میں اپنی گود پر اور پہلے سلام میں اپنے داہنے شانہ پر اور دوسرے سلام میں بائیں شانہ پر نظر رکھنا۔

۵۔جمائی کے وقت منہ بند رکھنا۔

۶۔جہاں تک ممکن ہو کھانسی والے کا کھانسی کو روکنا

(بحوالہ رکن دین، شامی، درمختار)

مفسداتِ نماز

یعنی وہ امور جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔نماز میں قصداً (جان بوجھ کر) یا بھول کر بات کر لینا۔

۲۔نماز میں کسی کو سلام کرنا یا زبان سے سلام کا جواب دینا۔

۳۔چھینکنے والے کا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کہنا یا اسکے جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰہُ کہنا۔

۴۔نماز سے باہر کوئی شخص دعا کر رہا ہے اس پر آمین کہنا۔

۵۔موت، بیماری یا کوئی اور بری خبر سن کر ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' یا کوئی اور دعا پڑھنا۔

۶۔کوئی خوشی کی بات سن کر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' یا کوئی اور کلمہ کہنا۔

۷۔تعجب کی بات پر سُبْحَانَ اللّٰہِ یا کوئی اور کلمہ کہنا۔

۸۔درد یا تکلیف یا رنج کی وجہ سے ہائے، اف یا آہ آہ کرنا۔

(اگر دوزخ یا جنت یا عذاب وغیرہ کے خیال سے اُف یا آہ نکل گئی تو اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔)

۹۔نماز سے باہر کسی قرآن پڑھنے والے کولقمہ دینا۔

۱۰۔ دیکھ کر قرآن پڑھنا۔

۱۱۔کسی کتاب یا کسی لکھی ہوئی چیز پر نگاہ پڑی اس کو زبان سے پڑھ لینا (اگر صرف دل میں اس کا مطلب سمجھ لیا،تو نماز نہیں ٹوٹی۔لیکن ایسا بھی نہ کرنا چاہیے۔)

۱۲۔عمل کثیر۔ یعنی ایسا کام کرنا جس سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔مثلاً دونوں ہاتھ سے نماز میں بدن کھجانا یا کپڑا وغیرہ درست کرتے رہنا۔

۱۳۔بغیر کسی ضرورت کے زور سے کھانسنا یا گلا صاف کرنا۔

۱۴۔قصداً یا بھول کر کوئی چیز کھا لینا یا پی لینا۔

۱۵۔ قرآن پڑھنے میں سخت غلطی کرنا۔ یعنی ایسی غلطی کرنا کہ معنی بدل جائیں۔مثلاً بڑی ''ح'' کے بجائے چھوٹی ''ہ'' سے پڑھ دیا یا ''صِرَاطَ الَّذِیْنَ'' میں ''ص'' کو ''س'' سے پڑھ دینا وغیرہ۔

۱۶۔ چار پانچ قدم نماز کے اندر چلنا۔

۱۷۔قبلہ کی طرف سے قصداً دوسری طرف پورا منہ پھیر لینا۔

۱۸۔ چوتھائی ستر کا اتنی دیر کے لیے کھل جانا جتنی دیر میں ایک سجدہ یا رکوع کیا جاتا ہے۔

۱۹۔خدا سے ایسی چیز مانگنا جو بندوں سے بھی مانگی جاتی ہے مثلاً کھانا پانی وغیرہ۔

۲۰۔ درد یا رنج کی وجہ سے اس طرح رونا کہ آواز میں کوئی حرف پیدا ہوجائے۔مثلاً ہائے اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۲۱۔نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲۲۔امام سے پہلے پورا رکوع یا سجدہ کر لینا یا اس سے آگے بڑھ جانا۔

۲۳۔ایک ہی نماز میں مرد کا عورت سے مل کر کھڑا ہو جانا۔(یہ کھڑا ہونا کم سے کم اتنی دیر ہو جتنی دیر میں ایک سجدہ کیا جاتا ہے)

۲۴۔تیمم کرنے والے کا پانی پا لینا۔

۲۵۔نماز کی حالت میں عورت کا بچے کو دودھ پلانا۔

(اسلامی فقہ،نورالایضاح،مجمع الاطہر، ردالمختار)

مکروہاتِ نماز:

شریعت نے جن چیزوں کو نماز میں پسند نہیں کیا۔ان کی وجہ سے نماز میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے گو کہ نماز لوٹانا ضروری نہیں ہوتی۔ چند مکروہات یہ ہیں۔

۱۔کپڑے یا ڈاڑھی یا بدن کے ساتھ کھیلنا، کپڑا سمیٹنا، مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھا لینا اگرچہ گرد سے بچانے کے لیے کیا ہو اور اگر بلا وجہ ہو تو زیادہ مکروہ ہے، کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں یہ سب مکروہ تحریمی ہے۔

۲۔رومال یا شال یا رضائی یا چادر کے کنارے دونوں مونڈھوں سے لٹکتے ہوں یہ ممنوع و مکروہ تحریمی ہے اور ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے تو حرج نہیں اور اگر ایک ہی مونڈھے پر ڈالا اس طرح کہ ایک کنارہ پیٹھ پر لٹک رہا ہے دوسرا پیٹ پر جیسے عموماً اس زمانہ میں مونڈھوں پر رومال رکھنے کا طریقہ ہے تو یہ بھی مکروہ ہے۔

۳۔کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی ہو یا دامن سمیٹے نماز (پڑھی جارہی ہو تو یہ) بھی مکروہ تحریمی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۴۔ انگلیاں چٹکانا، انگلیوں کی قینچی باندھنا یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا مکروہ تحریمی ہے۔

۵۔ کمر پر ہاتھ رکھنا بھی مکروہ تحریمی ہے نماز کے علاوہ بھی کمر پر ہاتھ نہ رکھنا چاہیے۔

۶۔ ادھر اُدھر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے کل چہرہ پھر گیا ہو یا بعض اور اگر منہ نہ پھیرے صرف کنکھیوں سے اِدھر اُدھر بلا حاجت دیکھے تو کراہت تنزیہی ہے اور نادراً کسی غرض صحیح سے ہو تو اصلاً حرج نہیں۔(یعنی کبھی کبھار کوئی مجبوری ہو تو کوئی حرج نہیں۔)

۷۔ تشہد یا سجدوں کے درمیان کتے کی طرح بیٹھنا یعنی گھٹنوں کو سینہ سے ملا کر دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر سرین کے بل بیٹھنا۔ مرد کا سجدہ میں کلائیوں کو بچھانا، کسی شخص کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ یونہی دوسرے شخص کو نمازی کی طرف منہ کرنا بھی ناجائز و گناہ ہے۔

۸۔ کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہو مکروہ تحریمی ہے علاوہ نماز کے بھی بے ضرورت اس طرح کپڑے میں لپٹنا نہ چاہیے اور خطرہ کی جگہ سخت ممنوع ہے۔

۹۔ ناک اور منہ کو چھپانا اور بے ضرورت کھنکار نکالنا یہ سب مکروہ تحریمی ہے۔

۱۰۔ نماز میں بالقصد جماہی لینا مکروہ تحریمی ہے۔

۱۱۔ جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو اسے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا ناجائز ہے۔ یونہی مصلی (نمازی) کے سر پر یعنی چھت میں ہو یا معلق ہو یا محل سجود (سجدہ کی جگہ) میں ہو کہ اس پر سجدہ واقع

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوتو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ یونہی مصلی کے آگے یا داھنے یا بائیں تصویر کا ہونا مکروہ تحریمی ہے اور پس پشت (پیٹھ پیچھے) ہونا بھی مکروہ ہے۔ اگرچہ ان تینوں صورتوں سے کم اور ان چاروں صورتوں میں کراہت اس وقت ہے کہ تصویر آگے پیچھے، دائیں بائیں معلق ہو یا نصب ہو یا دیوار وغیرہ میں منقوش ہو۔ اگر فرش میں ہے اور اس پر سجدہ نہیں تو کراہت نہیں۔ اگر تصویر غیر جاندار کی ہے جیسے دریا، پہاڑ وغیرہ کی تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

۱۲۔ اگر تصویر ذلت کی جگہ ہو مثلاً جوتیاں اتارنے کی جگہ یا اور کسی جگہ فرش پر کہ لوگ اسے روندتے ہوں یا تکیے پر کہ زانو وغیرہ کے نیچے رکھا جاتا ہوتو ایسی تصویر مکان میں ہونے سے کراہت نہیں، نہ اس سے نماز میں کراہت آئے جبکہ سجدہ اس پر نہ ہو۔

۱۳۔ جس تکیہ پر تصویر ہو اسے منصوب کرنا، (لٹکانا) پڑا ہوا نہ رکھنا اعزاز تصویر میں داخل ہوگا اور اس طرح ہونا نماز کو بھی مکروہ کر دے گا۔

۱۴۔ تھیلی یا جیب میں تصویر چھپی ہوئی ہوتو نماز میں کراہت نہیں۔

۱۵۔ الٹا قرآن مجید پڑھنا، کسی واجب کو ترک کرنا مکروہ تحریمی ہے مثلاً رکوع وسجود میں پیٹھ سیدھی نہ کرنا، یونہی قومہ اور جلسہ میں سیدھے ہونے سے پہلے سجدہ کو چلا جانا، قیام کے علاوہ اور کسی موقع پر قرآن مجید پڑھنا یا رکوع میں قرأت ختم کرنا، امام سے پہلے مقتدی کا رکوع وسجود وغیرہ میں جانا یا اس سے پہلے سر اٹھانا۔

۱۶۔ صرف پاجامہ یا تہبند پہن کر نماز پڑھی اور کرتا یا چادر موجود ہے تو نماز مکروہ تحریمی ہے اور جو دوسرا کپڑا نہیں تو معافی ہے۔

۱۷۔ امام کو کسی آنے والے کی خاطر نماز کا طول دینا مکروہ تحریمی ہے اگر اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کو پہچانتا ہو اور اس کی خاطر مدنظر ہو اور اگر نماز پر اس کی اعانت کے لیے بقدر ایک دو تسبیح کے طول دیا تو کراہت نہیں۔

۱۸۔ جلدی میں صف کے پیچھے ہی سے اللہ اکبر کہہ کر شامل ہوگیا پھر صف میں داخل ہوا یہ مکروہ تحریمی ہے۔

یہ چند مکروہات تحریمی کا تذکرہ تھا بعض مکروہات تنزیہہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۹۔ کام کاج کے کپڑوں سے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے جبکہ اس کے پاس اور کپڑے ہوں ورنہ کراہت نہیں۔

۲۰۔ سستی سے ننگے سر نماز پڑھنا یعنی ٹوپی پہننا بوجھ معلوم ہوتا ہو یا گرمی معلوم ہوتی ہو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر تحقیر نماز مقصود ہے تو یہ کفر ہے۔

۲۱۔ نماز میں انگلیوں پر آیتوں اور سورتوں اور تسبیحات کا گننا مکروہ ہے نماز فرض ہو خواہ نفل اور دل میں شمار رکھنا پوروں کو دبانے سے تعداد محفوظ رکھنا اور سب انگلیاں بطور مسنون اپنی جگہ پر ہوں اس میں کچھ حرج نہیں مگر خلافِ اولیٰ ہے اور زبان سے گننا مفسد نماز ہے۔

۲۲۔ نماز میں بغیر عذر چار زانو بیٹھنا مکروہ ہے اور عذر ہو تو حرج نہیں۔

۲۳۔ انگڑائی لینا اور بالقصد کھانسنا، یا کھنکارنا مکروہ ہے یونہی مقتدی کو صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے جبکہ صف میں جگہ موجود ہو اور اگر صف میں جگہ نہ ہو تو حرج نہیں۔

۲۴۔ فرض کی ایک رکعت میں کسی آیت کو بار بار پڑھنا حالت اختیار میں مکروہ ہے اور عذر سے ہو تو حرج نہیں۔ یونہی ایک سورت کو بار بار پڑھنا بھی مکروہ ہے۔

۲۵۔ ثنا، تعوذ، تسمیہ اور آمین زور سے کہنا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲۶۔ دائیں بائیں جھومنا مکروہ ہے۔

۲۷۔ امام کو تنہا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

۲۸۔ مسجد میں کوئی جگہ اپنے لیے خاص کر لینا کہ وہیں نماز پڑھے یہ مکروہ ہے۔

۲۹۔ ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھنا جو دل کو مشغول رکھے مکروہ ہے مثلاً آئینہ اور نقش ونگار اور لہو ولعب وغیرہ۔

(بہارِ شریعت ج ا، حصہ سوم، صفحہ ۲۳۷ تا ۲۴۲)

اللہ رب العزت ہمیں اسلامی تعلیمات و احکامات کو سیکھنے، سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

باجماعت نماز کی فضیلت

ہم میں سے بہت سے لوگ نمازیں تو بڑی پابندی سے ادا کرتے ہیں لیکن جماعت کے ساتھ پڑھنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ حالانکہ جماعت کے ساتھ پڑھنے کی سخت تاکید کی گئی ہے اور بغیر عذرِ شرعی، باجماعت نماز کے ترک کرنے پر سخت عتاب بیان کیا گیا ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے:

''مَامِنْ ثَلَاثَةٍ فِيْ قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَاتُقَامُ فِيْهِمُ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ اِلَّااسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ، فَاِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةِ۔'' (مسند احمد ابو داؤد النسائی و مستدرک حاکم)

''جس شہر یا دیہی آبادی میں تین شخص رہتے ہوں اور ان میں جماعت کا انتظام نہ ہو تو ان پر شیطان غالب آجاتا ہے، لہٰذا جماعت قائم کرو کیونکہ بھیڑ یا ریوڑ میں سے الگ رہنے والی (بھیڑ/بکری) کو کھا جاتا ہے۔''

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے:

''وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ يُحْتَطَبُ ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنُ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَئُومُّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ لَايَشْهَدُوْنَ الصَّلَاةَ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ۔'' (صحیح بخاری)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں نے ارادہ کیا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، ادھر نماز کے لیے اذان کہی جائے، پھر ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور پھر ان لوگوں کا رخ کروں جو جماعت میں شریک نہیں ہوئے، پس ان سمیت ان کے گھروں کو جلا دوں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ یَمْنَعْهُ مِنْ اِتِّبَاعِهِ عُذْرٌ، قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ؟ قَالَ خَوْفٌ اَوْمَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلّٰی۔'' (رواہ ابو داؤد ابن حبان فی صحیحہ)

''نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر (شرعی) کے نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھ لے) تو نماز قبول نہیں ہوتی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کوئی خوف یا مرض ہو۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی ایک جماعت کے نزدیک ان حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بلا عذر جماعت کا چھوڑنا حرام ہے اور جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے، حتیٰ کہ بہت سے علماء کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں۔ جبکہ احناف کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جاتی ہے فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا مگر جماعت کے چھوڑنے کا گناہ ہوگا۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ الْجَفَا کُلُّ الْجَفَاءِ وَالْکُفْرُ وَالنِّفَاقُ مَنْ سَمِعَ مُنَادِیَ اللّٰہِ یُنَادِیْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَلَا یُجِیْبُهٗ۔'' (رواہ احمد والطبرانی)

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شخص کا فعل جو اللہ کے منادی (یعنی مؤذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔''

اس حدیث میں باجماعت نماز ترک کرنے کو کافروں اور منافقوں کا فعل بتایا گیا ہے۔

''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ) اَنَّہٗ سُئِلَ عَنْ رَّجُلٍ یَصُوْمُ النَّھَارَ وَیَقُوْمُ اللَّیْلَ وَلاَ یَشْھَدُ الْجَمَاعَۃَ وَلاَالْجُمُعَۃَ فَقَالَ ھٰذَا فِی النَّارِ۔'' (رواہ الترمذی)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نفل نمازیں پڑھتا ہے مگر جماعت اور جمعہ میں شریک نہیں ہوتا (اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا کہ یہ شخص جہنمی ہے۔''

بعض لوگ وظائف اور نوافل تو پابندی کے ساتھ پڑھتے ہیں اور ان پر زور بھی دیتے ہیں کہ پڑھے جائیں، لیکن وہ نماز باجماعت کی تاکید نہیں کرتے اور نہ ہی خود اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کی اہمیت نوافل و وظائف سے کہیں زیادہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا شخص (صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ) حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے مسجد تک پہنچانے والا کوئی نہیں ہے، اُن صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ درخواست اس لیے کی تھی کہ انہیں گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت مل جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔ جب وہ واپس جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلایا اور فرمایا کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر تم ضرور آؤ۔ (صحیح مسلم۔ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''لَقَدْ رَأَيْنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهٗ اَوْ مَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الْمَرِيْضُ لَيَمْشِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتّٰى يَأْتِيَ الصَّلٰوةَ۔''

(صحیح مسلم۔باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ)

ہم سمجھتے تھے کہ جماعت چھوڑنے والا شخص یا تو منافق ہوتا تھا جس کا نفاق معروف ہو۔ یا بیمار بلکہ بیمار بھی دو شخصوں کے کاندھوں کا سہارا لے کر مسجد میں نماز پڑھنے آتا تھا۔ مقام غور ہے کہ آج ہم صحت مند ہوتے ہوئے بھی نماز باجماعت کو ترک کر دیتے ہیں۔

حضرت ابوشَعْثَا کہتے ہیں کہ ہم مسجد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت مؤذن نے اذان دی اور ایک شخص مسجد سے اٹھ کر جانے لگا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شخص نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔ (صحیح مسلم)

احادیثِ مبارکہ میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بے شمار فضائل بیان کیے گئے ہیں ان میں سے چند پیش خدمت ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

''عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمِيْعِ تَزِيْدُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَصَلٰوةٍ فِيْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً فَأَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَاَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيْدُ اِلَّا الصَّلٰوةَ لَمْ يَخْطِ خَطْوَةً اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً اَوْحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِيْ صَلٰوةٍ مَا كَانَتْ تَحْبِسُهٗ وَتُصَلِّيَ الْمَلَائِكَةُ عَلَيْهِ مَادَامَ فِيْ مَجْلِسِهِ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ مَالَمْ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

يُؤْذِ يُحْدِثْ فِيْهِ۔'' (بخاری باب الصلوۃ فی مسجد السوق وصلّٰے ابن عون ج۱، ص۶۹)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے گھر میں یا اپنے بازار میں تنہا نماز پڑھنے کی بہ نسبت جماعت سے نماز پڑھنے پر پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔ جب تم وضو کرو اور اچھی طرح وضو کرو اور مسجد آؤ اور صرف نماز ہی کے ارادہ سے آؤ تو ہر قدم پر اللہ تعالی ایک درجہ بلند فرمائے گا۔ یا اس کا ایک گناہ مٹائے گا یہاں تک کہ وہ مسجد میں آجائے۔ اور جب مسجد میں آگیا تو جب تک مسجد میں رہے گا، نماز میں رہے گا، فرشتے اس کے لیے دعائے خیر کرتے رہیں گے۔ جب تک وہ وہاں بیٹھا رہے گا کہ اے اللہ! اسے بخش دے اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ جب تک کہ ایذا نہ دے، حدث نہ کرے (وضو نہ توڑے)''

ایک جگہ ارشادِ مبارکہ ہے کہ:

''صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔''

(صحیح بخاری ومسلم)

''جماعت کے ساتھ نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ (ثواب رکھتی) ہے۔''

پس اگر دو آدمی بھی ہوں تو ان کو چاہیے کہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کریں اسی کو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''صَلٰوةُ الرَّجُلِ أَزْكٰى مِنْ صَلَاتِهٖ وَحْدَهٗ، وَصَلَاتُهٗ مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَزْكٰى مِنْ صَلَاتِهٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا كَانَ أَكْثَرَ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى۔''

(مسند احمد۔ ابو داؤد۔ نسائی)

''اکیلے نماز سے دوسرے آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے اور دو کے ساتھ نماز پڑھنا ایک کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ جماعت میں جتنی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زیادہ تعداد ہوگی اتنا ہی اللہ کو پسند ہے۔''

حدیث پاک میں ہے کہ (جو لوگ کثرت سے مسجد میں جمع رہتے ہوں وہ) مسجد کے کھونٹے (کیل) ہیں فرشتے ان کے ہم نشین ہوتے ہیں۔ اگر وہ بیمار ہوتے ہیں تو فرشتے ان کی عیادت کرتے ہیں اور کسی کام کو جائیں۔ تو فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔ (حاکم)

ایک حدیث میں ہے:

''عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تَزِيْدُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ وَحْدَهٗ سَبْعًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔'' (مسلم)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی شخص کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔''

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں آئے اور تنہا بیٹھ گئے، میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا انھوں نے فرمایا اے بھتیجے!

''سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهٗ۔'' (مسلم)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے نماز عشاء با جماعت ادا کی، گویا اس نے نصف رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز باجماعت پڑھی تو گویا اس نے تمام رات قیام کیا (یعنی نوافل پڑھتے ہوئے رات گزاری)''

''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلَّى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى كُتِبَ لَهٗ بَرَائَتَانِ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

النِّفَاقِ۔'' (رواہ الترمذی)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ اس طرح نماز پڑھے کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو تو اس کو دو پروانے ملتے ہیں ایک پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا۔ دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد میں نماز کے لیے جائے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ نماز ہو چکی ہے تو بھی اس کو جماعت کا ثواب ہوگا اور اس ثواب کی وجہ سے ان لوگوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھی ہے۔''
(رواہ ابو داؤد و النسائی)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محض اس وسوسہ کی وجہ سے کہ جماعت ہو چکی ہوگی، مسجد جانے سے نہیں رکنا چاہیے۔ کیونکہ اگر جماعت ہو بھی چکی ہوگی تب بھی اس کو تو پورا ثواب ملے گا۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَشِّرِ الْمَشَّائِیْنَ فِی الظُّلَمِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔'' (رواہ ابن ماجہ)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو لوگ اندھیرے میں مسجدوں میں بکثرت جاتے رہتے ہیں ان کو قیامت کے دن کے پورے پورے نور کی خوشخبری سنا دو۔''

یعنی صبح سویرے اٹھ کر جماعت کے لیے جانے کی قدر و قیمت اس وقت معلوم ہوگی جب قیامت کے دن ایک چمکتا ہوا نور ان کے ساتھ ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے تو اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو۔ (جامع الصغیر)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک حدیث مبارکہ ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر لوگوں کو ان کا ثواب معلوم ہوجائے تو لڑائیوں سے ان کو حاصل کیا جائے ایک اذان کہنا، دوسری جماعت کی نماز کے لیے دوپہر کے وقت جانا، تیسری پہلی صف میں نماز پڑھنا۔

(جامع الصغیر)

باجماعت نماز کی اس قدر اہمیت کی بنا پر احناف اور شوافع کے نزدیک اگر کسی بستی کے لوگ باجماعت نماز نہ پڑھیں تو ان سے قتال کیا جائے گا۔

(شرح صحیح مسلم ج۲،ص ۲۸۳)

اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں نماز باجماعت کا لازماً اہتمام رکھنا چاہیئے۔ اور بغیر کسی عذر شرعی کے اس کو بالکل ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

اللہ رب العزت ہمیں ہمیشہ پنج وقتہ نماز باجماعت، تکبیر اولیٰ کے ساتھ، پہلی صف میں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مسئلہ اقامت۔ جماعت کیلئے کب کھڑا ہوا جائے؟

فقہ حنفی میں جماعت کے لیے کھڑے ہونے کی تین صورتیں ہیں جبکہ تکبیر کہنے والا غیر امام (امام کے علاوہ) ہو۔

۱۔ امام ومقتدی مسجد میں موجود ہوں۔

۲۔ امام صاحب مسجد میں نہ ہوں اور (صفوں کے) پیچھے سے آئیں۔

۳۔ امام صاحب مسجد میں موجود نہ ہوں اور صفوں کے سامنے سے آئیں۔

ان تینوں صورتوں کی تفصیل احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ محدثین وفقہاً کی روشنی میں مندرجہ ذیل ہے۔

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ قَدْ خَرَجْتُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

(مشکوٰۃ شریف)

''حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب اقامت کہی جائے تو مت کھڑے ہوا کرو، یہاں تک کہ مجھ کو (حجرۂ مبارکہ سے) نکلتا ہوا دیکھ لو۔''

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں یہ طریقہ تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صف بنا کر بیٹھ جاتے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ میں رونق افروز ہوتے۔ مکبّر (تکبیر کہنے والا) کھڑے ہوکر تکبیر شروع کرتا۔ جب ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاح'' پر پہنچتا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرے سے باہر تشریف لاتے اور صحابہ کرام کو نظر آتے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ)

صحیح مسلم شریف میں اسی حدیث کے تحت شارح صحیح مسلم علامہ یحییٰ نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ علمائے سَلَف و خَلَف نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ لوگ نماز کے لیے کب کھڑے ہوں؟ اور امام تکبیر تحریمہ کب کہے؟ امام شافعی علیہ الرحمہ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہ کھڑا ہو جب تک کہ مکبّر تکبیر سے فارغ نہ ہوجائے اور قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے امام مالک اور عام علماً سے نقل کیا ہے کہ اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے جب مکبّر اقامت شروع کرے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مکبّر ''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ'' کہتا اور یہی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور علمائے کوفہ نے فرمایا کہ لوگ صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب مکبّر ''حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ'' کہے اور جب ''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ'' کہے تو امام ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہہ کر نماز شروع کردے اور جمہور علمائے سَلَف و خَلف نے فرمایا کہ امام تکبیرِ تحریمہ نہ کہے، یہاں تک کہ مکبر تکبیر سے فارغ ہوجائے۔

(شرح صحیح مسلم (نووی) جلد ا صفحہ ۲۲۱)

علامہ بدر الدین عینی حنفی اپنی کتاب ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' میں اس حدیث کی طویل بحث میں لکھتے ہیں کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَفِي الْمُصَنَّفِ كَرِهَ هِشَامُ يَعْنِي ابْنَ عُرْوَةَ اَنْ يَّقُوْمَ حَتّٰى يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۰۶ حدیث ابی قتادہ)

''مصنف (عبد الرزّاق) میں ہے کہ ہشام یعنی ابن عروہ رضی اللہ عنہ قیام کو مکروہ جانتے تھے یہاں تک کہ مکبر قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ کہے۔''

علامہ ابو الفضل احمد بن علی حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وَذَهَبَ الْاَكْثَرُوْنَ اِلٰى اَنَّهُمْ اِذَا كَانَ الْاِمَامُ مَعَهُمْ فِي الْمَسْجِدِ لَمْ يَقُوْمُوْا حَتّٰى يَفْرُغَ الْاِقَامَةَ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْمُ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ۔ (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۹۹)

''اکثر علمائے کرام کا مذہب یہ ہے کہ جب امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہو (اور مکبّر تکبیر کہے) تو لوگ نہ کھڑے ہوں، یہاں تک کہ مکبّر تکبیر سے فارغ ہوجائے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مکبّر ''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ'' کہتا تھا۔''

محدثین کرام کی ان تشریحات کی روشنی میں فقہائے کرام نے اس مسئلے کی وضاحت اس طرح کی ہے۔

۱۔ مکبّر غیر امام ہو اور امام و مقتدی سب مسجد میں موجود ہوں تو فقہائے کرام کے نزدیک امام و مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مکبّر ''حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ'' یا ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاح'' پر پہنچے۔

چنانچہ شامی میں ہے کہ:

يُكْرَهُ لَهُ الْاِنْتِظَارُ قَآئِمًا وَلٰكِنْ يَّقْعُدُ ثُمَّ يَقُوْمُ اِذَا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ۔ (شامی جلد اول صفحہ ۲۶۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ پھر جب مؤذن حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے تو اٹھے۔''

عالمگیری میں ہے کہ:

یَقُوْمُ الْاِمَامُ وَالْقَوْمُ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ وَھُوَ صَحِیْحٌ۔ (فتاوٰی عالمگیری جلد اوّل)

''امام اور مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مکبّر حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے اور یہی صحیح ہے۔''

کنز الدقائق میں ہے کہ:

''وَالْقِیَامُ حِیْنَ قِیْلَ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ''

''اور قیام کرنا اس وقت ہے جب حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہا جائے۔''

۲۔ امام مسجد میں موجود نہ ہو اور سامنے سے مسجد میں آئے تو مقتدی امام کو دیکھتے ہی فوراً کھڑے ہوجائیں۔ چنانچہ درِّ مختار میں ہے۔

''امام اگر سامنے سے داخل ہوتو مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب امام پر نظر پڑے۔''

عینی شرح کنز الدقائق میں ہے:

وَاِنْ دَخَلَ مِنْ قُدَّامٍ یَقُوْمُوْنَ حِیْنَ یَقَعُ بَصَرُھُمْ عَلَیْہِ۔

''امام اگر سامنے سے آئے تو مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب ان کی نظر امام پر پڑے۔''

۳۔ جب امام پیچھے سے آئے تو جس صف سے گزرتا جائے، اس صف کے مقتدی کھڑے ہوتے جائیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح صفحہ ۱۲۱ میں ہے:

وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ حَاضِرًا یَقُوْمُ کُلُّ صَفٍّ حِیْنَ یَنْتَھِی اِلَیْہِ الْاِمَامُ فِی الْاَظْھَرِ وَفِیْ عِبَارَۃٍ بَعْضِھِمْ فَلَمَّا جَاوَزَ صَفًّا قَامَ ذَالِکَ الصَّفُّ۔

''امام اگر مسجد میں موجود نہ ہوتو وہ امام جس صف تک پہنچے، وہ صف کھڑی ہوتی جائے اور یہی واضح بات ہے اور بعض فقہاً کی عبارت میں اس طرح ہے کہ امام جس صف سے آگے بڑھے، وہ صف کھڑی ہوجائے۔''

(۴) جب مکبّر خود امام ہی ہوتو اس کی دوصورتیں ہیں۔

۱۔ امام مسجد میں ہو اور خود تکبیر کہے، اس صورت میں حکم یہ ہے کہ مقتدی اس وقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک کہ امام تکبیر سے فارغ نہ ہوجائے۔

۲۔ امام مسجد میں نہ ہو اور مسجد کے باہر تکبیر کہے۔ اس صورت میں حکم یہ ہے کہ مقتدی اس وقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک کہ امام مسجد میں داخل نہ ہوجائے۔ (فتاوٰی عالمگیری جلد ا صفحہ ۷۷)

مفتی وقارالدین قادری رضوی رحمہ اللہ اپنے ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ ہمارے فقہاء نے اقامت میں کھڑے ہونے کے بارے میں تین صورتیں بیان کی ہیں۔ ان کا جاننا ضروری ہے تاکہ محلِّ اختلاف متعین ہوجائے۔

۱۔ امام محراب یا اس کے قریب موجود نہ ہو اور وقتِ اقامت جانبِ محراب سے آئے۔

۲۔ امام پیچھے سے یا کنارے سے آئے۔

۳۔ امام ومقتدی وقتِ اقامت مسجد میں موجود ہوں۔

اختلاف.... صرف تیسری صورت میں ہے پہلی دونوں صورتوں کا حکم یہ ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کہ جب تک مقتدی امام کو نہ دیکھیں، اس وقت تک کھڑے نہ ہوں۔

(ایک اہم فتویٰ بابت مسئلہ اقامت، صفحہ ۹)

مذکورہ تمام تفصیل سے واضح ہوگیا کہ امام و مقتدی جب مسجد میں موجود ہوں تو حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ یا حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر کھڑے ہوں اور جب امام موجود نہ ہوتو سامنے سے آنے کی صورت میں مقتدی امام کو دیکھتے ہی کھڑے ہوجائیں اور اگر امام پیچھے سے آئے تو جس صف سے امام گزرتا جائے وہ لوگ کھڑے ہوتے جائیں۔

یہاں یہ مسئلہ بھی سمجھ لیا جائے کہ بعض ائمہ کرام مسجد میں عین اقامت شروع ہونے کے وقت آکر مصلے پر بیٹھ جاتے ہیں یا اسی طرح بروز جمعہ خطبے کے بعد امام صاحب منبر سے اتر کر مصلّے پر بیٹھ جاتے ہیں۔

اگر اقامت کہنے میں کوئی کام حائل ہے جس کی وجہ سے اقامت تاخیر سے کہی جانی ہے تب تو کوئی حرج نہیں، لیکن اگر ایسا نہیں بلکہ فوراً اقامت شروع ہوجاتی ہے تو پھر بیٹھنا مناسب نہیں۔

چنانچہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''جو شخص اقامت کے وقت ہی مسجد میں داخل ہوا یا اقامت سے تھوڑا پہلے آیا تو اس کا بیٹھ جانا ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کے وقت قیام (کرنا) اس امر کو لازم نہیں کہ جلوس اختیار کرے (یعنی بیٹھ جائے) خاص طور پر اس شخص کے لیے جو اقامت سے تھوڑا سا پہلے مسجد میں داخل ہوا اور نماز کے انتظار کے لیے پہلے بیٹھا ہی نہ تھا تو ایسے شخص کا بیٹھ جانا نہایت تعجب کی بات ہے۔''

(انوار قمریہ، حصہ دوم صفحہ ۱۴۲)

اللہ رب العزت ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرما کر اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زکوٰۃ

ارکان اسلام میں نماز کے بعد اہم ترین رکن زکوٰۃ ہے۔ قرآنِ حکیم میں تقریباً بیاسی مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم یکجا وارد ہوا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سرزمینِ عرب میں جب ہر طرف فتنے سر اٹھانے لگے تو اپنی سنگینی کے اعتبار سے سب سے بڑا چیلنج منکرینِ زکوٰۃ کا تھا۔ چنانچہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اعلانِ جہاد کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کوئی نماز اور زکوٰۃ میں کسی قسم کی تفریق اور امتیاز روا رکھے گا، میں اس کے خلاف جہاد کروں گا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کی سرکوبی تک ان کے خلاف جہاد فرمایا۔

زکوٰۃ کے لغوی اور اصطلاحی معنی

زکوٰۃ کے لغوی معنی پاکیزگی، بڑھنا، برکت اور مدح ہے اور ان میں سے ہر معنی قرآن وحدیث میں استعمال ہوئے ہیں۔ (نہایہ ج ۲، ص ۳۰۷)

علامہ عینی زکوٰۃ کے شرعی اور اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''سال گزرنے کے بعد نصابِ معین (مقررہ نصاب) سے ایک حصہ غیر ہاشمی فقیر کو نیتِ زکوٰۃ سے دینا۔'' (عمدۃ القاری ج ۸، ص ۲۲۳، شرح صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۷۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور بعض نے شرعی یا اصطلاحی تعریف میں لکھا ہے کہ ''خالصتاً اللہ کی خوشنودی کے لیے شارع کے حکم کے مطابق ایک مقررہ اور متعین مال کسی مستحق مسلمان کو مالک بنا کر دینے کا نام زکوٰۃ ہے۔''

(درِمختار باب الزکوٰۃ جلد دوم، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج۱،ص۹۵۰)

اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ اس کے عوض میں زکوٰۃ دینے والا زکوٰۃ پانے والے سے کوئی فائدہ نہ اٹھائے، اگر وہ کسی طرح کا فائدہ اٹھائے گا یا اس کی امید رکھے گا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔شریعت میں اس مالی عبادت کو زکوٰۃ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سے آدمی کا بقیہ مال پاک ہو جاتا ہے اور اس کے ذریعے اس کی نیکیوں میں زیادتی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ آخرت میں عذابِ دوزخ سے بچتا ہے اور اس کے ذریعہ بہت سے غریبوں کے پاس مال آجاتا ہے جس سے وہ اپنا فقر و فاقہ دور کر لیتے ہیں۔

فضائلِ زکوٰۃ

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''حَصِّنُوْا اَمْوَالَكُمْ بِالزَّكٰوةِ وَدَاوُوْا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ''

''اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کرلو زکوٰۃ دیکر۔اور اپنے بیماروں کا علاج کرو خیرات سے۔''(جامع الاحادیث ج ۳ ص ۱۵۸ المعجم الکبیر للطبرانی ۱۰/۵۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ اَدّٰى زَكٰوةَ مَالَهٗ فَقَدْ أَذْهَبَ اللّٰهُ شَرَّهٗ''

''جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی، بیشک اللہ تعالیٰ نے اس مال کا شر اس سے دور فرمادیا۔'' (جامع الاحادیث ج ۳ ص ۱۵۷، مستدرک للحاکم ۱/۳۹۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک روایت ہے کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:

''مَا تَلَفَ مَالٌ فِیْ بَرٍّ وَّ لَا بَحْرٍ اِلَّا بِحَبْسِ الزَّکٰوۃِ''

''خشکی وتری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے ہی سے تلف ہوتا ہے۔''

(جامع الاحادیث ج۳ص۱۵۷،مجمع الزوائد۲/۶۳)

زکوٰۃ نہ دینے پر وعید

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا! جس کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اسکی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی صورت میں کردیا جائے گا ،جس کے دو پھُن (سر) ہونگے اور اسکے گلے میں ڈال دیا جائے گا پھر وہ اژدھا اس کا منہ اپنے پھن میں لیکر کہے گا، میں تیرا مال ہوں ، میں تیرا خزانہ ہوں۔(جامع الاحادیث ج ۳ ص ۱۶۴، بخاری/اثم مانع الزکوٰۃ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن ملعون ہے زبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ (جامع الاحادیث ج ۳ ص ۱۶۵،مستدرک للحاکم ۱/۳۸۸)

حدیثِ مبارکہ ہے کہ:

''اَوَّلُ ثَلٰثَۃٍ یَدْخُلُوْنَ النَّارَ فَأَمِیْرٌ مُسَلَّطٌ وَذُوْ ثَرْوَۃٍ مِنْ مَالٍ لَا یُؤَدِّیْ حَقَّ اللّٰہِ فِیْ مَالِہٖ، وَفَقِیْرٌ فُجُوْرٌ۔''

''جہنم میں پہلے داخل ہونے والے تین لوگ ہیں۔''

(۱) زبردستی حکم بننے والا

(۲) زکوٰۃ نہ دینے والا مالدار

(۳) اور نادار بدکار (جامع الاحادیث ج ۳ ص ۱۶۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زکوٰۃ کا حکم

ہر سال اس عاقل و بالغ مسلمان پر زکوٰۃ فرض ہے جو صاحبِ نصاب ہو اور اس مال پر پورا سال گزر گیا ہو، اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر، اور فرض جانتے ہوئے اس کا ادا نہ کرنے والا فاسق اور سخت گناہ گار ہوگا۔ اور اسلامی حکومت میں اس کو سخت سزا دی جائے گی۔

جیسا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔''اگر یہ لوگ ایک بکری کا بچہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیتے تھے مجھے دینے سے انکار کریں گے، تو میں ان سے جنگ کروں گا۔'' (صحیح بخاری)

نصابِ زکوٰۃ

سونا چاندی یا مال و اسباب کی وہ مقدار جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اس کو شریعت میں ''نصاب'' کہتے ہیں اور جس کے پاس یہ مقدار ہوتی ہے اس کو ''صاحبِ نصاب'' کہتے ہیں۔ مثلاً کسی کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا یا کچھ چاندی اور سونا یا روپیہ پیسہ وغیرہ ملا کر کل مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہوجائے، تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور اس کو اس کا چالیسواں حصہ نکالنا ہوگا۔ اب چاندی اور سونے کی اس مقدار کو ''زکوٰۃ کا نصاب'' اور جس کے پاس وہ ہے اسے ''صاحبِ نصاب'' کہیں گے۔

جن چیزوں پر زکوٰۃ فرض ہے

وہ چیزیں جن پر زکوٰۃ فرض ہے، چھ قسم کی ہیں۔

(۱) چاندی سونا اور ان کی بنی ہوئی تمام چیزیں مثلاً زیورات، برتن، سکّے وغیرہ۔ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ (ستاسی گرام سینتیس پوائنٹ ہے اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چاندی ساڑھے باون تولہ (چھ سو گیارہ گرام باسٹھ پوائنٹ ہے ساڑھے سات تولہ سونے پر سوا دو ماشہ سونا (دوگرام اٹھارہ پوائنٹ) زکوٰۃ بنتی ہے،جبکہ ساڑھے باون تولہ چاندی پر تین ماشہ چھ رتی (چاندی)(پندرہ گرام انتیس پوائنٹ) دینا واجب ہے۔(۲)ہر قسم کا مالِ تجارت۔سونے چاندی کے علاوہ تجارت کی جو بھی چیز ہو جس کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچے تو اس چیز کی قیمت کا چالیسواں حصّہ زکوٰۃ واجب ہے۔(۳)نقد روپے،خواہ روپے کی شکل میں ہوں یا نوٹ، پاؤنڈ،ڈالر، سیونگ سرٹیفکیٹ، بانڈ اور سرکاری سند کی شکل میں ہوں۔ (۴)زمین کی پیدا وار غلہ ہو یا پھل یا ترکاری وغیرہ۔ زمین بارانی ہے۔ یا چشموں کے پانی سے سیراب ہوتی ہے اور پانی پر کوئی خرچ نہیں آتا،تو اس کی کل پیداوار پر دسواں حصّہ عشر (۱/۱۰)فرض ہے۔ اگر سیراب کرنے کیلئے پیسے خرچ ہوتے ہیں مثلاً نہری پانی پر آبیانہ، یا ٹیوب ویل کا خرچہ تو ایسی زمین کی پیداوار پر نصف عشر یعنی بیسواں حصّہ (۱/۲۰)عشر فرض ہے۔ یہ عشر ہر فصل پر لازم ہے، خواہ سال میں ایک بار ہو یا دو یا زیادہ، پھل، سبزیاں اور غلے وغیرہ کا ایک ہی حکم ہے۔ (منہاج الفتاوٰی ج ۲ ص ۴۴۱،۴۵۵)

(۵)مویشی جو تجارت کی غرض سے پالے جائیں یا نسل بڑھانے یا دودھ حاصل کرنے کی غرض سے رکھے گئے ہوں۔ اگر ان میں تجارت کی نیت ہو تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۶)رکاز اور معدن۔(رکاز''رکز'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی گاڑنے کے ہیں، اب وہ چاہے بندوں کی گاڑی ہوئی چیز ہو یا زمین کے اندر اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہوں اور''معدن'' زمین میں پائی جانے والی چیزیں۔ جیسے سونا، چاندی، تیل، قدرتی گیس،نمک،کوئلہ،تانبااور لوہا وغیرہ چونکہ ان کے حصول میں زمین کے مالک کا کوئی دخل اور خاص محنت نہیں ہوتی بلکہ یہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

محض عطیۂ الٰہی ہے۔ اس لیئے ان پر شرح زکوٰۃ سب سے زیادہ رکھی اور خمس پانچواں حصّہ (۵/۱) مقرر فرمایا۔

(شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۸۰)

فقہائے احناف کے نزدیک اس میں خمس (بیس فیصد) ہے۔

(اسلامی جلد فقہ اول قانونِ شریعت ملخصاً)

رکاز یہ ہے کہ کسی کو زمین یا گھر میں مدفون (دفن کیا ہوا) خزانہ مل جائے اور معدن جیسے کانیں سونا، چاندی، لوہا، تانبا اور بارود وغیرہ کی کان۔ ان میں زکوٰۃ کے لیے سال گزر جانے کی شرط نہیں، بلکہ جب ملے اس میں سے خمس (بیس فیصد) زکوٰۃ نکال لی جائے گی۔

زکوٰۃ کے مصارف (مستحقین زکوٰۃ)

زکوٰۃ کے آٹھ مصرف ہیں، جو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں ذکر کیے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶۰''

(التوبۃ ۹/۶۰)

''صدقات (واجبہ یعنی زکوٰۃ وغیرہ) فقراً، مساکین، زکوٰۃ وعشر وصول کرنے والوں، جن کے دلوں کی تالیف مطلوب ہو، گردنوں کے چھڑانے (غلام آزاد کرنے) میں، مقروض کا قرض ادا کرنے میں، اللہ کے راستے میں اور مسافروں کے لیے صرف ہونا چاہئیں۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے فرض ہوا ہے اور اللہ بڑا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں مذکورہ مصارفِ زکوٰہ کی مختصر تشریح حسبِ ذیل ہے:

(۱) فقراً

جن کے پاس اتنا مال نہیں ہوتا کہ وہ اپنے عیال کی ضروریات، خوراک، پانی، لباس اور رہائش پوری کر سکیں۔

(۲) مساکین

مسکین احتیاج (حاجت وضرورت) میں کبھی فقیر سے کم تر ہوتا ہے اور کبھی زیادہ، مگر ہر معاملہ میں ان کے احکام ایک ہی ہیں۔

(۳) عاملین

زکوٰۃ وصول کرنے والے یا اکھٹی کرنے والے، وہ لوگ جو امام وقت کی طرف سے زکوٰۃ اور صدقات وصول کرنے کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں۔ ان کی تنخواہیں بھی اسی مد سے دی جا سکتی ہیں۔

(۴) جن کے دلوں کی تالیف مطلوب ہو

یعنی لوگوں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔

اس کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ کفار کے رئیسوں کو اس غرض سے دینا کہ وہ غریب مسلمانوں کو خود بھی اذیت نہ پہنچائیں اور دوسروں کو بھی اذیت پہنچانے سے روکیں۔

۲۔ کفار کو اسلام قبول کرنے کی طرف مائل کرنے کی رغبت دلانے کے لیے مالی امداد دینا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۳۔نومسلموں کی خاطر داری کے لیے ان کی مدد کرنا تا کہ وہ پھر کفر کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔

(۵) الرقاب

مسلمان غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے زکوٰۃ کی رقم سے خرچ کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح مسلمان جنگی قیدیوں کو رہا کرانے کے لیے بھی یہ رقم دی جاسکتی ہے۔

(۶) مقروض

وہ مقروض جن کے پاس قرض ادا کرنے کے لیے کچھ نہیں، ان کی امداد بھی زکوٰۃ کے فنڈ سے کی جا سکتی ہے۔لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ یہ قرض اس نے کسی برے کام کے لیے نہ لیا ہو اور نہ ہی فضول خرچی کی وجہ سے مقروض ہوا ہو۔ (جیسے آج کل شادیوں میں نا جائز کاموں ڈھول باجے، ویڈیو فلمیں وغیرہ بنانے کے لیے قرض لیے جاتے ہیں، یہ سب برے اور فضول کام ہیں۔)

(۷) فی سبیل اللہ

ہر وہ نیک کام فی سبیل اللہ میں داخل ہے جس سے قرب الٰہی حاصل ہو سکے، اسی طرح ہر وہ کام جس میں عامۃ المسلمین (عام مسلمانوں) کا فائدہ ہو وہ فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔مثلاً مدارسِ دینیہ، یتیموں کے لیے پناہ گاہیں، مجاہدین، غازیوں اور مبلغینِ اسلام کو تیار کر کے تبلیغ دین کے لیے بھیجنا اور ان کی مالی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے زکوٰۃ کی رقم سے پیسہ دینا۔

ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء امت اس پر متفق ہیں کہ زکوٰۃ کی رقم کو مساجد یا مدارس یا شفاخانوں اور یتیم خانوں کی تعمیر میں یا ان کی دوسری ضروریات میں صرف کرنا جائز نہیں۔ (اسلامی فقہ ج ۱، ص ۴۶۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۸) مسافر

جو اپنے شہر سے دور ہو، سفر کی حالت میں زادِ راہ ختم ہوجائے تو سفر میں ضروریات پوری کرنے کے لیے اس کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، چاہے وہ اپنے علاقے میں غنی (دولت مند) ہو۔ بشرطیکہ وہ سفر کسی گناہ کی نیت سے نہ ہو۔

ان چیزوں پر زکوٰۃ نہیں

جن چیزوں میں ترقی اور نشوونما کی صلاحیت نہیں ان پر زکوٰۃ مقرر نہیں فرمائی جیسے مصنوعات بنانے کے آلات (Production Machinery) مکان (جو کاروبار کی غرض سے نہ لیا ہو) لباس، استعمال میں آنے والے سازوسامان اور اسباب، سواریاں (ذاتی استعمال کی گاڑی وغیرہ) اور قیمتی پتھر (جو تجارت کی غرض سے نہ ہوں) ان چیزوں پر کسی قسم کی زکوٰۃ مقرر نہیں فرمائی۔

(شرح صحیح مسلم۔ ج۔۲ کتاب الزکوٰۃ، ص۸۷۹)

☆ غلاموں میں زکوٰۃ نہیں۔

☆ جو مال نصاب سے کم ہو، اس میں بھی زکوٰۃ نہیں۔

(منہاج المسلم مترجم صفحہ ۴۲۱/۴۲۲)

کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں؟

ان لوگوں کو اگر زکوٰۃ دی گئی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

۱۔ جن کے پاس بقدرِ نصاب مال ہو یا سامان۔

۲۔ سادات، اس میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو اپنے آپ کو سید کہتے ہیں جیسے حسنی، حسینی، علوی، جعفری وغیرہ۔

۳۔ اپنے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی اور ان کے اوپر مثلاً پردادا پردادی،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پرنانا پرنانی وغیرہ۔

۴۔ بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسہ نواسی، یا ان کے نیچے مثلاً پر پوتا پر پوتی، پرنواسہ پر نواسی۔

۵۔شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔

۶۔غیر مسلم کو (کسی بھی غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا منع ہے حتیٰ کہ مؤلفۃ القلوب کو بھی نہیں دے سکتے امام ابوحنیفہ کا مذہب یہی ہے۔ (انوار تبیان القرآن ص ۳۱۲)

۷۔مالدار آدمی کی نابالغ اولاد کو۔

۸۔مسجد کی تعمیر زکوٰۃ کے روپے سے نہیں کی جا سکتی۔اسی طرح مردے کا کفن، مردے کا قرض وغیرہ زکوٰۃ کے روپے سے نہیں دیا جا سکتا۔

(شرح وقایہ۔ ج۔۱،ص ۲۹۸،اسلامی فقہ ج۔۱،ص ۴۷۱)

زکوٰۃ کا مال مسجد یا مدرسہ یا مہمان خانہ کی عمارت میں لگانا، یا میت کے کفن دفن میں لگانا یا کنواں بنوا دینا، یا کتابیں خرید کر کسی مدرسہ میں وقف کر دینا، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، جب تک کسی ایسے آدمی کو مالِ زکوٰۃ کا مالک نہ بنا دیں جو زکوٰۃ کا اہل ہے، اس وقت تک زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی۔

(عالمگیری ج۱،ص ۱۷۶ بحوالہ جنتی زیور ۲۵۴ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ)

قابل توجہ تنبیہ

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ:

آج کل عام طور پر دینی مدارس میں یہ چلن ہے کہ عطیات، صدقات و خیرات، چرم قربانی (قربانی کے جانور کی کھال) اور زکوٰۃ کی سب رقمیں متولی یا ناظم کے پاس جمع کی جاتی ہیں اور ناظم و متولی ان سب رقموں کو ملا کر رکھتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور اسی رقم میں سے طلبہ کا مطبخ (باورچی خانہ) بھی چلاتے ہیں اور مدرسے و ملازمین کی تنخواہیں بھی دیتے ہیں اور مسجد و مدرسہ کی عمارت بھی بنواتے ہیں اور واعظین و ممتحنین کا نذرانہ بھی دیتے ہیں اور اپنے مصارف میں بھی لاتے ہیں۔ یاد رکھو! کہ اس طرح نہ تو زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہوتی ہے، نہ ان کاموں میں زکوٰۃ کی رقموں کو لگانا جائز ہے اور یہ متولیوں اور ناظموں کی بہت بڑی خیانت ہے کہ وہ لوگوں کی زکوٰۃ کے مالوں کو صحیح مصرف میں صرف نہیں کرتے اور گنہگار ہوتے ہیں۔ لہٰذا علمأ کرام پر شرعاً لازم ہے کہ متولیوں اور ناظموں کو یہ مسئلہ بتا دیں کہ مدارس میں جتنی رقمیں زکوٰۃ کی آتی ہیں، پہلے ان رقموں کا ''حیلۂ شرعیہ'' کر لینا ضروری ہے تاکہ زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے اور پھر ان رقموں کو مدرسہ کی جس مد میں چاہیں خرچ کر سکیں۔

مسئلہ

حیلۂ شرعیہ کا طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقموں کو الگ کر کے کسی (مستحق) طالب علم کو جو غریب ہو، دے دیں اور ان رقموں کا اس طالب علم کو مالک بنا دیں اور پھر وہ طالب علم اپنی طرف سے وہ ساری رقم مدرسہ کو اپنی خوشی سے دیدے (اگر اس سے زبردستی یا ڈرا دھمکا کر لیا تو وہ پیسہ جائز نہ ہوگا) اس طرح کر لینے سے زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور پھر وہ رقم مدرسہ کی ہر مد میں خرچ کی جا سکے گی۔ (جنتی زیور ص ۲۵۴)

متفرق مسائلِ زکوٰۃ

☆ حاجتِ اصلیہ یعنی جس کی طرف زندگی بسر کرنے میں آدمی کو ضرورت ہے، اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ جیسے رہنے کا مکان، جاڑے (سردیوں)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گرمیوں میں پہننے کے کپڑے، خانہ داری کا سامان، سواری کے جانور، خدمت کے لیے لونڈی غلام، آلاتِ حرب (جنگ) کا ساز وسامان، پیشہ وروں کے اوزار، اہلِ علم کے لیے حاجت (مطالعہ وغیرہ) کی کتابیں، کھانے کے لیے غلہ وغیرہ۔
(ہدایہ، عالمگیری، ردالمحتار)

☆عطر فروش نے عطر بیچنے کے لیے شیشیاں خریدیں، ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔
(ردالمختار)

☆ بیچنے کے لیے خریدی گئی تمام چیزوں کا یہی حکم ہے۔

☆شروع سال اور آخر سال میں نصاب کامل (پورا) ہے مگر درمیان میں نصاب کی کمی ہوگئی (مثلاً ایک شخص پندرہ رمضان کو زکوٰۃ ادا کرتا ہے، زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھی وہ صاحبِ نصاب ہے۔ چند مہینوں بعد وہ صاحبِ نصاب نہیں رہا پیسہ وغیرہ کسی طرح ختم ہوگیا لیکن سال پورا ہونے پر یعنی اگلے پندرہ رمضان کو وہ صاحبِ نصاب ہوگیا تو یہ (سال کے دوران کی) کمی کچھ اثر نہیں رکھتی، زکوٰۃ واجب ہے۔ (عالمگیری)

☆جو شخص مالکِ نصاب ہے، اگر درمیان سال میں اس نے کچھ اور مال اسی جنس کا حاصل کیا، تو اس نئے مال کا جدا سال نہیں، بلکہ پہلے مال کا ختم سال اس کے لیے بھی سالِ تمام ہے۔ اگرچہ سالِ تمام (سال پورا ہونے) سے ایک ہی منٹ پہلے حاصل کیا ہو، خواہ وہ مال اس کے پہلے مال سے حاصل ہوا ہو، یا میراث وہبہ یا اور کسی جائز ذریعے سے ملا ہو۔ (جوھرہ، بہارِ شریعت)

☆ زکوٰۃ دیتے وقت یا زکوٰۃ کے لیے مال علیحدہ کرتے وقت نیتِ زکوٰۃ شرط ہے۔ نیت کے یہ معنی ہیں کہ اگر پوچھا جائے تو بلا تامل بتا سکے کہ زکوٰۃ ہے۔
(عالمگیری، بہارِ شریعت)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

☆زکوٰۃ دیتے وقت اس کی ضرورت نہیں کہ فقیر کو زکوٰۃ کہہ کر دے بلکہ صرف (دل میں) نیتِ زکوٰۃ کافی ہے، یہاں تک کہ اگر ہبہ یا قرض کہہ کر دے اور نیت زکوٰۃ کی ہو، تو ادا ہوگئی۔ (عالمگیری)

☆ یونہی نذر یا ہدیہ یا بچوں کی مٹھائی کھانے یا عیدی کے نام سے دی، ادا ہوگئی۔ بعض محتاج ضرورت مند زکوٰۃ کا روپیہ لینا نہیں چاہتے، انھیں زکوٰۃ کہہ کر دیا جائے تو نہیں لیں گے، لہٰذا زکوٰۃ کا لفظ نہ کہے (دل میں زکوٰۃ کا ارادہ رکھے) (بہارِ شریعت)

☆بہت سے لوگ زکوٰۃ کا مال اسلامی مدارس میں بھیج دیتے ہیں ان کو چاہیے کہ متولّی مدرسہ کو اطلاع دیں کہ یہ مالِ زکوٰۃ ہے تاکہ متولّی اس مال کو جدا رکھے اور کسی دوسرے مال میں نہ ملائے اور غریب طلبہ پر صرف کرے، کسی کام کی اجرت میں نہ دے۔ ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ (بہارِ شریعت)

☆ عورت کو ماں باپ کے ہاں سے جو جہیز ملتا ہے اس کی مالک عورت ہی ہے اس میں دو طرح کی چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک حاجت کی جیسے خانہ داری کا سامان، پہننے کے کپڑے، استعمال کے برتن وغیرہ۔ اس قسم کی چیزیں کتنی ہی قیمت کی ہوں، ان کی وجہ سے عورت غنی نہیں۔ دوسری وہ چیزیں ہیں جو حاجتِ اصلیہ سے زائد ہیں۔زینت کے لیے دی جاتی ہیں جیسے زیور اور حاجت کے علاوہ اسباب اور برتن اور آنے جانے کے بیش قیمت بھاری جوڑے (یہ ضرورت یعنی حاجتِ اصلیہ میں شامل نہیں ہیں) ان چیزوں کی قیمت اگر بقدرِ نصاب ہے تو عورت غنی ہے، زکوٰۃ نہیں لے سکتی۔ (ردالمحتار، بہارِ شریعت)

☆زکوٰۃ وصدقات وغیرہ میں افضل یہ ہے کہ پہلے اپنے بھائیوں بہنوں (یعنی اگر مستحق ہوں تو ان) کو دے، پھر ان کی اولاد کو، پھر ''ذوی الارحام'' یعنی رشتہ والوں کو، پھر پڑوسیوں کو، پھر اپنے پیشہ والوں کو، پھر اپنے شہر یا گاؤں کے رہنے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

والوں کو دے۔ (جوھرہ، عالمگیری، بہارِشریعت)

☆ذمی کافر کو نہ زکوٰۃ دے سکتے ہیں، نہ کوئی صدقہ واجبہ جیسے نذر و کفارہ، صدقۂ فطر اور حربی (جن کے ساتھ جنگ جاری ہو) کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں۔ نہ واجب نہ نفل اگرچہ وہ دارالسلام میں بادشاہِ اسلام سے امان لے کر آیا ہو۔

(درمختار، بہارِشریعت)

☆ زکوٰۃ کی مد سے غریبوں کے لیے یا فسادات وغیرہ میں تباہ حال مسلمانوں کے لیے مکانات بنوا کر ان کو دے دیئے جائیں (یعنی ان کو مالک بنا دیا جائے) یا سلے، بے سلے کپڑے یا دوسری چیزیں خرید کر ان میں تقسیم کردی جائیں، تو جائز ہے۔ (اسلامی فقہ جلداوّل)

☆بینک میں جمع شدہ رقم، اسی طرح فکس ڈیپازٹ میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہے۔

☆جس پر زکوٰۃ واجب تھی اس نے وہی روپیہ کسی کو قرض دے دیا تو اس کی زکوٰۃ بھی دینا واجب ہے یا اسی طرح کوئی تجارتی سامان بیچا ہے اور قیمت خریدار کے ذمّہ باقی ہے تو اس کی زکوٰۃ بھی دینی پڑے گی۔ (اسلامی فقہ)

☆اگر روپیہ پیسہ، سامانِ تجارت یا جانور ہوں تو سال پورا ہوتے ہی اور غلّہ ہو تو فصل کٹتے ہی عشر و زکوٰۃ کا نکال دینا فرض ہے، ورنہ گناہ گار ہوگا۔

☆جس پیداوار میں عشر (دسواں حصہ) دینا واجب ہے، اس کو استعمال کرنے سے پہلے عشر نکال دینا ضروری ہے، اگر بغیر عشر نکالے استعمال کرے گا تو یہ اس کے لیے ناجائز ہوگا۔ البتہ اگر نکالنے کا ارادہ ہو تو پھر اس کا استعمال ناجائز نہیں۔

(الجوھرالنیرہ)

☆ کرایہ وغیرہ پر چلنے والی چیزوں سے جو فائدہ ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ واجب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے،لیکن کرایہ پر چلنے والے سامان پر زکوٰۃ نہیں (بدایۃ المجتہد ج ا،صفحہ ۲۵۱)

☆ عورتوں کے زیورات پر، اسی طرح اگر کسی کپڑے پر خالص چاندی یا سونے کے لچکے لگے ہوں اور وہ مقدارِ نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے یونہی اگر چاندی یا سونے کی گھڑی کا کیس ہو یا اس کی زنجیر ہو تو اگر وہ مقدارِ نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب ہے۔ البتہ اگر صرف سونے چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہو،تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔ (بدائع الصنائع ج ۲،صفحہ ۱۶)

☆ اگر کسی کے پاس تجارتی یا صنعتی سامان ہو تو اس کی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ جیسے، کپڑا، کتابیں، کاغذ، میوہ، مسالہ، لوہا، تانبا، پلاسٹک، یا کسی چیز کی دُکان، کارخانہ ہے اس میں کوئی سامان تیار ہوتا ہے، جیسے ریڈیو، موٹر سائیکل، جہاز وغیرہ۔تو ان بنے ہوئے سامانوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہے اور ان کے پرزوں پر بھی۔ (الجوھرۃ النیرہ صفحہ ۱۲۹،اسلامی فقہ ج ا،صفحہ ۴۳۸)

☆اگر کوئی روپیہ کسی مشترک تجارت یا کسی کارخانہ میں لگا ہوا ہو یعنی اس نے اس کے حصے(شیئرز) خریدے ہوں اور سال بہ سال اس کا منافع ملتا ہو تو اصل سرمایہ اور منافع دونوں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (اسلامی فقہ ج۔ا،ص ۴۳۷)

☆ اگر نوٹ، بانڈ، سیونگ سرٹیفکیٹ یا چاندی، سونے کے علاوہ کسی اور چیز کے سکے اتنی تعداد میں کسی کے پاس جمع ہو جائیں جتنے میں ساڑھے باون تولہ چاندی ملتی ہے تو ان کا چالیسواں حصہ (۱/۴۰) زکوٰۃ میں نکال دینا واجب ہے۔
(اسلامی فقہ ج ا،صفحہ ۴۳۴)

خلاصۂ کلام

عبادت کی دو قسمیں ہیں۔ایک بدنی، دوسری مالی۔ مالی عبادت کو بدنی عبادت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پر فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ مالی عبادت سے دوسرا شخص بھی نفع حاصل کرتا ہے۔

موجودہ وقت میں لوگ طرح طرح کے حیلے بہانے کر کے زکوٰۃ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ بروز قیامت یہ حیلے بہانے ان کے لیے وبالِ جان بنے ہوئے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کے ظاہر و باطن کو نیک اور ایک بنا دے اور احکامات شرعیہ پر عمل کی توفیق سے نوازے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

روزہ

روزہ ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے۔عربی زبان میں اس کے لیے ''صوم'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔لغت عرب میں ''صوم'' کسی چیز سے رکنے اور چھوڑ دینے کو کہتے ہیں اور روزہ دار کو ''صائم'' اس لیے کہتے ہیں کہ وہ کھانے، پینے اور عمل تزویج (جماع) سے اپنے آپ کو روک لیتا ہے اور ان تینوں چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے۔اس کے علاوہ جو شخص بات کرنا چھوڑ دے اس کو بھی صائم کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

''اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا ''

(مریم ۲۶/۱۹)

''میں نے رحمان کے لیے بات نہ کرنے کی نذر مان لی ہے۔''

(لسان العرب ج ۱۲،ص ۳۵۱،شرح صحیح مسلم (سعیدی) ج ۳،ص ۳۵)

علامہ خوارزمی روزے کے شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اہلِ عبادت کا عبادت کی نیت سے طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے، پینے اور جماع کرنے سے رُکے رہنے کو شریعت میں (صوم) روزہ کہتے ہیں۔'' (الکفایہ مع فتح القدیر ج ۲،ص ۲۳۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ '' (البقرہ۲/۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزہ اس طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا۔''

اس آیتِ مقدسہ سے معلوم ہوا کہ اسلام سے پہلے مذاہب میں بھی روزہ رکھا جاتا تھا۔ تورات اور انجیل سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ قریشِ مکہ ایامِ جاہلیت میں دسویں محرم کو اس لیے روزہ رکھتے تھے کہ اس دن خانۂ کعبہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا۔ اور مدینے میں یہودی اس دن اس لیے روزہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کو اس دن فرعون سے نجات دی تھی۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ غارِ حرا میں جن دنوں پہلی وحی نازل ہوئی، وہ رمضان کا مہینہ تھا اور قیاس یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دنوں روزہ رکھتے تھے۔ کیونکہ حدیث میں غارِ حرا کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کا ذکر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ ہجرت کے بعد روزہ فرض کیا جائے، چنانچہ جب مسلمان توحید، نماز اور دیگر احکامِ قرآن پر عمل کرنے کے خوگر (عادی) ہو گئے تو ہجرت کے ۱۸ ماہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کر دیا۔

(شرح صحیح مسلم (سعیدی) ج ۳، ص ۳۶)

روزہ کی فضیلت و اہمیت (احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

''اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ مِّنَ النَّارِ کَجُنَّۃِ أَحَدِکُمْ مِّنَ الْقِتَالِ'' (مسند احمد)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''روزہ جہنم سے ڈھال ہے جس طرح تمہارے ایک کی لڑائی سے بچانے والی ڈھال ہوتی ہے۔''

اور فرمایا:

''مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ زَحْزَحَ اللهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ بِذٰلِكَ الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔''

(صحیح بخاری و مسلم کتاب الصیام باب فضل الصیام فی سبیل اللہ)

''جو شخص اللہ رب العزت کے راستے میں ایک دن روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو اس دن کے عوض جہنم سے ستر سال دور کر دے گا۔''

نیز ارشاد مبارک ہے کہ:

''جنت میں آٹھ دروازے ہیں، ان میں ایک دروازے کا نام ''رَیّان'' ہے اس دروازے سے وہی جائیں گے جو روزہ رکھتے ہیں۔'' (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اگر کسی نے ایک دن نفل روزہ رکھا، زمین بھر اسے سونا دیا جائے گا جب بھی اس کا ثواب پورا نہ ہوگا، اس کا ثواب قیامت ہی کے دن ملے گا۔''

(ابو یعلیٰ و طبرانی، بہار شریعت ج ۱، حصہ پنجم، ص ۴۰۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

''قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّيَامَ هُوَ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلْفَةُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ'' (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام)

''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ابنِ آدم (انسان) نے روزے کے سوا ہر عمل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اپنے لیے کیا اور روزہ بالخصوص میرے لیے رکھا،اور اس کی خصوصی جزا میں دوں گا۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بُو مشک سے زیادہ خوشبو دار ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''جس نے مکۃ المکرمہ میں ماہ رمضان پایا اور روزہ رکھا اور رات میں جتنا میسر آیا قیام کیا،تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اور جگہ کے ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھے گا اور ہر دن ایک گردن غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر رات ایک گردن غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر روز جہاد میں گھوڑے پر سوار کر دینے کا ثواب اور ہر دن میں حسنہ (نیکی) اور ہر رات میں حسنہ لکھے گا۔''

(بہارِ شریعت ج۱، حصہ پنجم، ص۴۰۱)

روزہ کے فوائد وثمرات

روزے کے بے شمار روحانی، اجتماعی اور طبی فوائد ہیں۔

روحانی فوائد: روحانی فوائد میں سے ''تقویٰ اور مقامِ صبر'' ہے کہ روزہ اپنے آپ پر کنٹرول کرنا سکھاتا ہے اور اس میں معاون بنتا ہے، اسی طرح نفس و روح میں تقویٰ پیدا کرتا ہے اور اس کو بڑھاتا ہے۔

روزے کی حالت میں انسان بھوک اور پیاس کی تکلیف سے گزرتا ہے تو لامحالہ اس کے دل میں ایثار، بے نفسی اور قربانی کا جذبہ تقویت پکڑتا ہے اور وہ عملاً اس کیفیت سے گزرتا ہے جس کا سامنا انسانی معاشرہ کے مسکین و نادار اور دو وقت کے کھانے سے بھی محروم لوگ کرتے ہیں، ان کے کرب و تکلیف سے آگاہ ہو جاتا ہے اور اس احساس کا بیدار ہو جانا روزے کی روح کا لازمی تقاضہ ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

روزہ انسان کے نفس اور قلب و باطن کو ہر قسم کی آلودگی اور کثافت سے پاک و صاف کر دیتا ہے۔ روزہ جسم کو اپنا پابند بنا کر مادی قوتوں کو لگام دیتا ہے جس سے روح لطیف اور قوی تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ جوں جوں روزے کی بدولت بندہ خواہشاتِ نفسانی کے چنگل سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے، اس کی روح غالب و توانا اور جسم مغلوب و کمزور ہوجاتا ہے۔ مسلسل روزے کے عمل اور مجاہدے سے تزکیۂ نفس کا عمل تیز ہونے لگتا ہے۔ اور سب سے بڑی چیز یہ کہ روزے کی وجہ سے ربِ کائنات کی رضا وخوشنودی حاصل ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔'' یعنی یہ عمل ایسا ہے جو استثنائی حیثیت رکھتا ہے، اسے کسی میزان اور پیمانے سے ناپا ہی نہیں جا سکتا۔ اس کے اجر و جزا کا معاملہ رب اور بندے کے درمیان چھوڑ دیا گیا ہے کہ اس کی رضا حدوحساب کے تعین سے ماوراء ہے۔

اجتماعی فوائد: روزے کے اجتماعی فوائد میں سے یہ ہے کہ اس سے امت میں نظم ونسق اور اتحاد کی عادت پیدا ہوتی ہے، عدل و مساوات سے محبت بڑھتی ہے اور اہلِ ایمان میں ''جذبۂ ترحم'' اور ایک دوسرے پر احسان کرنے کی عادات پیدا ہوتی ہیں اور اس طرح روزہ معاشرے کو مفاسد اور خرابیوں سے بچاتا ہے۔

طبی فوائد: طبی فوائد میں سے یہ ہے کہ اس سے آنتیں درست ہوتی ہیں، معدہ کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ جسم فضلات اور بے کار اجزاء سے پاک و صاف ہوجاتا ہے اور اسی طرح یہ موٹاپے اور پیٹ کی چربی کے بوجھ میں کمی کا موجب بنتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ:

''صُوْمُوْا تَصِحُّوْا'' (رواہ ابن السنی وأبو نعیم وحسنہ السیوطی)

''روزہ رکھو، تندرست ہو جاؤ گے۔''

روزہ کی اقسام

روزہ کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) فرض (۲) واجب (۳) نفل (۴) مکروہِ تنزیہی (۵) مکروہِ تحریمی۔

(۱) فرض: فرض کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ فرض معین ۲۔ فرض غیر معین

۱۔ فرضِ معین: رمضان کے روزے فرضِ معین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان میں ان روزوں کا رکھنا فرض قرار دیا ہے۔ کوئی دوسرا مہینہ اس کا بدل نہیں ہوسکتا۔

۲۔ فرضِ غیر معین: رمضان کا کوئی روزہ اگر چھوٹ جائے تو اس کی قضا فرض غیر معین ہے۔ یعنی اگلے رمضان سے پہلے کسی بھی وقت وہ اپنے اس فرض کو ادا کر سکتا ہے۔ اسی طرح کفارے کے روزے کسی وقت بھی ادا کیے جا سکتے ہیں۔ کوئی خاص وقت ان کے لیے معین و مقرر نہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ وہ ممنوع ایام نہ ہوں۔

(۲) واجب: واجب کی بھی دو قسمیں ہیں ۱۔ واجبِ معین ۲۔ واجبِ غیر معین

۱۔ واجبِ معین: کوئی شخص خاص مہینہ اور دن یا جگہ وغیرہ معین و مقرر کر کے نذر مان لے تو وہ ''واجب معین'' ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ نذر مانے کہ میں اللہ کے لیے ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو روزہ رکھنا اپنے اوپر لازم کرتا ہوں اب اس شخص پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔ اور یہ نذر معین واجب ہے۔

۲۔ واجبِ غیر معین: جیسے کہ نذر مطلق ہے مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ اگر میرا یہ کام ہو جائے تو مجھ پر اللہ کے لیے نذر کا ایک روزہ ہے۔ اس نے یہ معین نہیں کیا کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

روزہ کون سے مہینے کی کون سی تاریخ کا ہے۔تو یہ نذر واجب غیر معین ہے۔

(۳)نفل: نفل دو ہیں۔ ا۔نفلِ مسنون ۲۔نفلِ مستحب

جیسے عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ اور اس کے ساتھ نویں محرم کا بھی، اور ہر مہینے میں تیرہویں، چودہویں، پندرہویں اور عرفہ کا روزہ، پیر اور جمعرات کا روزہ، عید کے چھ روزے (یعنی عید الفطر کے بعد شوال میں) صومِ داؤد علیہ السلام یعنی ایک دن روزہ، ایک دن افطار اور ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں روزے رکھنا۔

(۴) مکروہِ تنزیہی: جیسے صرف ہفتے کے دن روزہ رکھنا صومِ دھر (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا)،صومِ سکوت (یعنی ایسا روزہ جس میں کچھ بات نہ کرے)،صومِ وصال یعنی روزہ رکھ کر افطار نہ کرے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھے، میدانِ عرفات میں ٹھہرنے والے حاجیوں کے لیے عرفہ کا روزہ رکھنا اور صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا، حدیث شریف میں ہے"جمعہ کا دن تمہارے لیے عید ہے اس دن روزہ نہ رکھو" (مسند بزار وسندہ جید)

(۵)مکروہِ تحریمی: جیسے عیدین اور ایامِ تشریق میں سے (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ) کے روزے رکھنا یہ مکروہِ تحریمی ہیں۔(بحوالہ عالمگیری، درمختار وردالمختار، بہارِ شریعت ج۔ا حصہ پنجم، صفحہ ۴۰۲)

روزے کے اسباب

روزہ کب، کن وجوہات و اسباب کی وجہ سے فرض ہوتا ہے؟ اس کے مختلف اسباب ہیں۔

(۱) رمضان کے روزے کا سبب ماہ رمضان کا آنا ہے۔

(۲) روزۂ نذر کا سبب منت ماننا ہے۔

(۳) روزۂ کفارہ کا سبب قسم توڑنا، قتل کرنا یا ظہار وغیرہ ہیں۔

(عالمگیری، بہارِ شریعت ج۔ا حصہ پنجم، صفحہ ۴۰۲)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

روزہ کے مکروہات

درج ذیل امور کی بنا پر روزہ ٹوٹتا نہیں مگر مکروہ ہوجاتا ہے، ان سے حتی الامکان بچنا ضروری ہے۔

☆ روزے کی حالت میں جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بیہودہ باتیں کرنا، کسی کو تکلیف دینا کہ یہ چیزیں ویسے بھی ناجائز اور حرام ہیں، روزے میں اور زیادہ حرام، اور ان کی وجہ سے روزے میں کراہت آتی ہے۔ بلاعذر کسی چیز کا چکھنا یا چبانا، عورت کا بوسہ لینا، گلے لگانا، بدن چھونا، اس کے ہونٹ اور زبان چوسنا، یونہی مباشرت فاحشہ کرنا، زینت کے لیے سرمہ یا تیل لگانا، کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا، روزہ دار کو استنجے میں مبالغہ کرنا، منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا، سحری میں اتنی تاخیر کرنا کہ صبح ہونے کا شک ہوجائے، یہ سب کام مکروہ ہیں۔ (بہارِ شریعت حصہ پنجم، ص ۴۱۵، ۴۱۶)

☆ کوئلہ چبا کر منجن وغیرہ سے دانت صاف کرنا، ٹوتھ پیسٹ کرنا، (دنداسہ لگانا) بھی مکروہ ہے۔ (اسلامی فقہ جلد اوّل)

☆ بیوی کی طرف شہوت سے دیکھتے ہی رہنا۔

☆ مجامعت (جماع) کے بارے میں لگاتار سوچ بچار، وضو کے علاوہ بلاضرورت کلی کرنا بھی مکروہات میں سے ہے۔ (منہاج المسلم مترجم صفحہ ۴۵۳)

روزہ توڑنے والی چیزیں

درج ذیل صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

☆ قصداً کھا پی لیا، جماع کر لیا، حقہ، سگار، سگریٹ، چرس وغیرہ پی لی، شکر وغیرہ گھلنے والی چیزیں منہ میں رکھی اور تھوک نگل لیا، یونہی دانتوں کے درمیان کوئی چیز

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چنے کے برابر یا زیادہ تھی اسے کھا گیا، یا کم تھی مگر منہ سے نکال کر پھر کھا لی، یا دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اترا اور خون تھوک سے زیادہ یا برابر یا کم تھا مگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا، نتھنوں سے دوا چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا یا تیل چلا گیا، کلی کرتے وقت بغیر ارادہ کے پانی حلق سے اُتر گیا یا ناک میں پانی چڑھایا اور دماغ کو چڑھ گیا، کسی نے کوئی چیز روزہ دار کی طرف پھینکی اور وہ اس کے حلق میں چلی گئی، دوسرے کا تھوک یا اپنا ہی تھوک ہاتھ پر لے کر نگل لیا، آنسو یا پسینہ قطرہ دو قطرہ سے زیادہ تھا نگل لیا اور اس کی نمکینی پورے منہ میں محسوس کی، جان بوجھ کر کھانے، صفراء یا خون کی قے کی، ان سب صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (بہارِ شریعت حصہ پنجم)

☆ کوئی مائع چیز، ناک کے ذریعے یا آنکھ اور کان میں قطرے ڈالنے سے یا اگلے اور پچھلے مقام کے راستے سے معدہ میں پہنچ جائے۔

☆ بھول کر کھا پی لینے کے بعد یہ سمجھ کر کھا پی لینا کہ اب روزہ ٹوٹ گیا ہے۔
(منہاج المسلم مترجم ۴۵۴)

☆ منہ میں ذرا سی قے آئی اور اس کو نگل گیا، روزہ ٹوٹ گیا۔
(اسلامی فقہ ج ا، ص ۳۹۰)

☆ انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ خواہ وہ انجیکشن گوشت میں لگوایا جائے یا رگ میں۔ (شرح صحیح مسلم ج۔ ۳ کتاب الصیام، صفحہ ۱۰۷)

روزہ قضاء ہونے کی صورتیں

قضا کے معنی پورا کرنے کے ہیں، روزہ قضا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اگر کسی کا ایک یا کئی روزے چھوٹ گئے تو اس کو صرف ایک یا جتنے روزے چھوٹ گئے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہیں، رمضان کے بعد اتنے ہی پورے کر لینے چاہئیں۔

درج ذیل صورتیں وہ ہیں جن میں صرف قضا ضروری ہے۔

۱۔ کسی نے زبردستی روزے دار کے منہ میں کچھ ڈال دیا اور وہ حلق سے اُتر گیا یا یہ گمان تھا کہ صبح نہیں ہوئی اور کھا پی لیا یا جماع کرلیا، بعد میں معلوم ہوا کہ صبح ہوچکی تھی تو صرف قضا لازم ہے۔ یعنی اس روزے کے بدلے میں ایک روزہ رکھنا پڑے گا۔ (درمختار وغیرہ)

۲۔ بھول کر کھا پی لیا یا جماع کیا یا نظر کرنے سے انزال ہوا یا احتلام ہوا یا قے ہوئی، ان سب صورتوں میں یہ گمان کر کے کہ روزہ ٹوٹ گیا، اب جان بوجھ کر کھا لیا تو صرف قضا فرض ہے۔ (درمختار، بہار شریعت حصہ پنجم جلد اوّل)

۳۔ روزہ یاد تھا مگر کلی کرتے وقت ارادہ کے بغیر بے احتیاطی میں پانی حلق سے نیچے اتر گیا۔

۴۔ جان بوجھ کر منہ بھر قے کر لی یا منہ میں ذرا سی قے آئی اور اس کو نگل گیا۔

۵۔ جو چیزیں کھائی نہیں جاتیں مثلاً کاغذ، کنکری، مٹی، کوئلہ وغیرہ، ان کو جان بوجھ کر نگل گیا۔ (الجوھرۃ النیرہ ص ۱۴۵)

۶۔ دانتوں میں روٹی کا ٹکڑا یا گوشت کا ریشہ رہ گیا اور صبح کے بعد اس نے خلال کیا اور وہ حلق سے نیچے چلا گیا، اگر یہ ٹکڑا چنے کے برابر یا اس سے بڑا ہے تو روزہ ٹوٹ گیا اور ٹکڑا اگر چنے سے چھوٹا ہو یا بڑا، منہ سے نکال کر پھر اس کو کسی نے نگل لیا تو روزہ کی قضا ضروری ہے۔ (عالمگیری)

۷۔ کان میں تیل ڈالا یا ناک سے کوئی چیز سُڑک لی اور وہ حلق سے نیچے اتر گئی، دانت سے نکلے ہوئے خون کو اگر وہ تھوک سے زیادہ ہو نگل لیا، غروبِ آفتاب سے پہلے اس خیال سے روزہ افطار کر لیا کہ سورج ڈوب چکا ہے، رمضان شریف

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے علاوہ کسی نفل یا واجب روزے کو جان بوجھ کر توڑ دیا اور دوپہر کے بعد روزے کی نیت کی، ان تمام صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کے بدلے میں ایک روزہ رکھنا ضروری ہے۔ (شرح وقایہ ج۱،ص۳۱۰،۳۱۱)

☆روزہ کی حالت میں انجیکشن لگوا لیا تو صرف روزہ کی قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ (شرح صحیح مسلم ج۳،ص۱۱۵۸)

قضا اور کفارہ دونوں لازم ہونے کی صورتیں

''کفارہ'' کے معنی چھپانے کے ہیں اور شریعت میں کسی گناہ کو چھپانے یا مٹانے کے لیے جو حکم دیا گیا ہے اس کو کفارہ کہتے ہیں۔

درج ذیل صورتوں میں قضا اور کفارہ واجب ہوتا ہے۔

رمضان کا روزہ رکھ کر جانتے بوجھتے کوئی ایسا کام کیا جس کا کرنا روزہ میں منع ہے۔ جیسے: کھانا، پینا، جماع کرنا وغیرہ تو ان تمام صورتوں میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔

روزہ توڑ دینے کا کفارہ

رمضان کے روزہ کو جان بوجھ کر توڑ دینے کا کفارہ ادا کرنے کی صورتیں یہ ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا:

''میں نے جان بوجھ کر روزہ افطار کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے غلام آزاد کرنے، یا دو ماہ لگاتار روزے رکھنے، یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا''
(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

ا۔ ایک روزے کے بدلے مسلسل دو مہینے کے روزے رکھنا فرض ہیں۔ اگر دو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مہینے کے درمیان میں ایک روزہ بھی چھوٹ گیا تو پھر سے روزہ رکھنا ہوگا، اس لیے کفارہ کا روزہ ایسے وقت شروع کرنا چاہیے جب آدمی خوب تندرست ہو اور آگے کوئی ایسا دن نہ آنے والا ہو جن میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

۲۔ کفارہ کے روزے رکھنے کے درمیان اگر عورت کو حیض آجائے تو حیض کی مدت ختم کر کے فوراً روزہ شروع کر دینا چاہیے، کیونکہ یہ قدرتی اور دائمی عذر ہے۔ اس لیے ان کو اتنی اجازت دی گئی ہے۔ البتہ نفاس کی وجہ سے روزے چھوٹ جائیں تو کفارہ صحیح نہیں ہوگا، اسے پھر سے روزہ رکھنا ہوگا، کیونکہ یہ عذر ہر مہینے پیش نہیں آتا۔ (درمختار ج۱،ص۱۰۵)

۳۔ اگر کسی میں لگاتار دو مہینے روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا پھر صدقہ فطر میں جتنا غلہ دیا جاتا ہے اتنا غلہ یا اس کی قیمت ان کو دیدے۔ (غلام آزاد کرنے کی صورت اب باقی نہیں رہی)

اگر اکٹھا ساٹھ مسکینوں کو کھانا نہیں کھلا سکتا، یا وہ نہ مل سکیں تو ایک کو ساٹھ دن کھانا کھلا دے یا ساٹھ دنوں تک روزانہ ایک دن کا غلہ دے دیا کرے، تب بھی جائز ہے۔

مگر ایک ہی آدمی کو ساٹھ دنوں کا اکٹھا غلہ یا اکٹھی قیمت ایک ہی دن دے دی، تو کفارہ ادا نہیں ہوا۔ بلکہ ایک آدمی کو ایک دن کا غلہ دینا چاہیے۔ اگر ایک ہی رمضان کے تین چار روزے چھوٹ گئے، تب بھی ایک ہی کفارہ واجب ہے۔ لیکن اگر یہ روزے دو رمضان کے ہوں تو دو کفارے دینا ہوں گے۔ (اسلامی فقہ جلد اوّل)

شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا (یا مریض) جس کی عمر ایسی ہوگئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جائے گا، جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے نہ آئندہ اس میں طاقت آنے کی امید ہے کہ روزہ رکھ سکے گا اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزہ کے بدلے میں فدیہ یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پر واجب ہے۔ یا ہر روزہ کے بدلے میں صدقۂ فطر کی مقدار مسکین کو دے دے۔ اور اگر ایسا بوڑھا (یا مریض) گرمیوں میں گرمی کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو اور سردیوں میں رکھ سکتا ہو تو اب افطار کرلے اور اسکے بدلے سردیوں میں روزے رکھنا فرض ہے۔ نیز اگر فدیہ دینے کے بعد اتنی طاقت آگئی کہ روزہ رکھ سکے گا تو فدیہ، صدقۂ نفل ہو کر رہ جائے گا، ان روزوں کی قضا ضروری ہے۔

قسم وغیرہ کے کفارے کا روزہ اگر بڑھاپے کی وجہ سے نہ رکھ سکے تو اس روزہ کا فدیہ نہیں اور روزہ توڑنے یا ظہار کا کفارہ ہے اور اگر روزہ نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔

اسی طرح اگر کوئی ہمیشہ روزہ رکھنے کی منت مان لے اور برابر روزے رکھے تو کوئی کام نہیں کرسکتا جس سے بسر اوقات ہو تو اُسے بقدرِ ضرورت افطار کی اجازت ہے اور ہر روزے کے بدلے میں فدیہ دے اور اسکی بھی قوت نہ ہو تو توبہ استغفار کرے۔

(بہارِ شریعت ج ا ص ۴۱۹-۴۲۰ ملخص)

اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کی تعلیمات کو صحیح معنوں میں سیکھنے، سمجھنے، ان پر عمل پیرا ہونے اور ان کو دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حج

اسلامی عبادتیں دو طرح کی ہیں، ایک جسمانی جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔ دوسرے مالی جیسے زکوٰۃ، مگر ان دونوں طرح کی عبادتوں سے مل کر ایک تیسری عبادت بھی اسلام میں فرض ہے اور وہ ہے حج۔ یعنی اس میں آدمی کو جسمانی مشقت بھی اٹھانی پڑتی ہے اور مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے۔

حج کے لغوی اور شرعی معنی

لغت میں حج، ارادہ اور زیارت کرنے کو کہتے ہیں۔ اصطلاحِ شرع میں عبادت کے لیے بیت اللہ کے ارادے کو حج کہتے ہیں۔

(المفردات صفحہ ۱۰۷)

مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حج نام ہے احرام باندھ کر نویں ذوالحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبہ معظّمہ کے طواف کا اور اس کے لیے ایک خاص وقت مقرر ہے کہ اس میں یہ افعال کیے جائیں تو حج ہے۔''

(بہارِ شریعت حصہ ششم)

حج کا حکم

حج ہر اس مسلمان مرد اور عورت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے، جو اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی طرف راستے کی طاقت رکھتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ

(اٰلِ عمران ۳/۹۷)

''اور لوگوں پر اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج ہے، جو شخص بہ اعتبار راستہ کے اس کی طاقت رکھے۔''

اور حدیثِ مبارکہ میں ہے:

''بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔'' (صحیح بخاری و مسلم)

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) حج بیت اللہ کرنا (۵) رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔''

حج زندگی میں ایک بار فرض ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اَلْحَجُّ مَرَّةً فَمَنْ زَادَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ۔'' (ابوداؤد، مسند احمد، مستدرک حاکم)

''حج ایک بار ہے، جو اس سے زائد کرے گا تو یہ نفل ہے۔''

یہ اسلام کا ایسا رکن ہے کہ اس کا منکر کافر اور فرض ہونے کے باوجود ادا نہ کرنے والا فاسق اور سخت گنہگار ہے۔

حج اور عمرہ کی حکمت وثواب

حج وعمرہ کے نتیجے میں انسان کا نفس گناہوں کے اثرات سے پاک ہوجاتا ہے اور دارِ آخرت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اعزازات حاصل کرنے کا اہل اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مستحق بن جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

''مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَ لَمْ يَفْسُقْ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَّلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔'' (صحیح مسلم)

''جس شخص نے اس گھر کا حج کیا اور بیہودہ باتوں میں انہماک اور نافرمانی سے اجتناب کیا، وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہو گیا، جیسا کہ وہ اس دن تھا جب اس کی ماں نے اس کو جنم دیا۔''

ایک حدیث میں ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''حج وعمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے۔ اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔''

(بہارِ شریعت ج ۱، حصہ ششم، ص ۴۳۶، بحوالہ ترمذی)

حج واجب ہونے کی شرائط

حج واجب ہونے کے لیے آٹھ شرطیں ہیں، جب یہ سب پائی جائیں تب حج فرض ہوگا۔

۱) مسلمان ہونا کیونکہ اعمال کی صحت وقبولیت کے لیے ایمان شرط ہے۔

۲) اگر دارالحرب میں ہے تو فرضیت کا علم ہونا۔

۳) بالغ ہونا۔

۴) عاقل ہونا۔

۵) آزاد ہونا۔ غلام اور باندی وغیرہ پر فرض نہیں۔

۶) تندرست ہونا کہ حج کو جا سکے (لہٰذا اپاہج، اندھا اور جس کے پاؤں کٹے ہوں اور اتنا بوڑھا ہو کہ سواری پر خود نہ بیٹھ سکتا ہو، اس پر فرض نہیں)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۷) سفر کے خرچ کا مالک ہونا اور سواری پر قادر ہونا۔ سفرِ خرچ اور سواری پر قادر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حاجتِ اصلیہ چھوڑ کر اتنا مال ہو کہ سواری پر مکہ معظّمہ جا سکے اور وہاں سے سواری پر واپس آ سکے اور جانے سے لے کر واپس آنے تک اپنے خرچ اور عیال کے خرچ کے لیے کافی ہو۔

۸) وقتِ حج ہونا۔ یعنی حج کے مہینوں میں تمام شرائط پائی جائیں۔

عورت کے لیے محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک سفر حج میں عورت کے ساتھ شوہر یا محرم کا ہونا ضروری ہے چاہے عورت جوان ہو یا بوڑھی۔ محرم وہ لوگ ہیں جن سے کبھی کسی صورت میں بھی نکاح جائز نہ ہو۔ (جیسے بھائی، باپ، بیٹا وغیرہ یا رضاعی باپ، رضاعی بیٹا وغیرہ یا خسر، شوہر کا بیٹا وغیرہ) اور شوہر یا محرم جس کے ساتھ سفر کر سکتی ہے، اس کا عاقل، بالغ، غیر فاسق ہونا شرط ہے۔ اگر دوسری وجوہ اور شرائط کے اعتبار سے کسی عورت پر حج فرض ہے مگر وہ محرم کو ساتھ لے جانے سے قاصر ہے، تو اس پر حج فرض نہ ہوگا۔ اگر کسی عورت کو تاحیات محرم نہ ملے تو کسی دوسرے کو حج کی وصیت کر دے، لیکن بغیر محرم کے خود حج نہ کرے، اگر ایسا کیا تو گنہگار ہوگی۔

☆عورت کے حج پر جانے کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ وہ عدت میں نہ ہو۔ عدت چاہے طلاق کی ہو یا موت کی، عدت کے دوران جانا منع ہے۔

حج کے چھوڑنے پر وعید

آقائے دوجہاں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج نہ کرنے اور اس بارے میں سستی روا رکھنے سے ڈرایا ہے: ارشاد مبارک ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''مَنْ لَمْ تَحْبِسْهُ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ، اَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ، اَوْمَنْعٌ مِنْ سُلْطَانٍ جَائِرٍ، وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ اِنْ شَاءَ يَهُوْدِيًّا اَوْنَصْرَانِيًّا۔''

(مسند احمد، وسنن بیہقی)

''جس شخص کو بہت ضروری حاجت، بیماری یا ظالم حکومت کی رکاوٹ بھی نہیں پھر بھی وہ حج نہیں کرتا، چاہے تو یہودی ہوکر مرے یا نصرانی۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ''جس شخص کے پاس بیت اللہ تک جانے کا زادِ راہ اور سواری ہے اور وہ حج نہ کرے تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔'' (سنن ترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے ارادہ کیا کہ شہروں میں اپنے آدمی بھیجوں کہ وہ ان لوگوں کو دیکھیں جن کے پاس وسعت ہے، مگر انہوں نے حج نہیں کیا، تاکہ ان پر جزیہ لاگو (مقرر) کردیں، اس لیے کہ یہ مسلمان نہیں، مسلمان نہیں۔'' (منہاج المسلم مترجم ص ۴۶۱، بحوالہ سنن بیہقی)

حج کی اقسام

حج کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ حج افراد: وہ طریقہ ہے کہ جس میں حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔ حاجی اس میں عمرہ نہیں کرتا، بلکہ وہ صرف حج ہی کرتا ہے اس میں احرام باندھنے سے حج کے اختتام تک حاجی کو احرام کی شرائط کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔

۲۔ حج قران: وہ طریقہ ہے جس میں حاجی عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھتا ہے اور مکہ معظّمہ پہنچ کر پہلے عمرہ کرتا ہے اور سر کے بال نہیں منڈواتا اس طرح وہ حج تک احرام کی حالت میں رہتا ہے اور اسی احرام سے وہ حج کرتا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر حج کرنے میں مہینہ یا پندرہ دن کی دیر ہے اور اس دوران احرام کا کپڑا گندہ ہوجائے، یا ناپاک ہو جائے تو احرام کی چادروں کو تبدیل تو کرسکتا ہے مگر اس پر احرام کی تمام پابندیاں حج کرنے تک برقرار رہتی ہیں۔

۳۔ حج تمتع: وہ طریقہ ہے جس میں دو رکعت نماز نفل پڑھ کر پہلے عمرہ کی نیت کی جاتی ہے اور مکہ مکرمہ میں عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کی حالت سے باہر آجاتے ہیں اور روزمرہ کے کپڑے پہن لیے جاتے ہیں۔ اس طرح احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ پھر حج کے ایام شروع ہونے پر آٹھ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ لیتے ہیں اور بجائے عمرہ کے حج کی نیت کرتے ہیں اور حج مکمل کرنے تک احرام کی پابندیاں عائد رہتی ہیں۔ اس میں عمرہ اور حج ایک ہی سفر میں کرنا ضروری ہے۔ اکثر حجاج تمتع ہی کرتے ہیں۔

احرام

حج اور عمرہ کے لیے سب سے پہلا کام احرام باندھنا ہے۔ احرام کے معنی ہیں حرام کرنا، حاجی جب میقات سے نیت اور تلبیہ کے ساتھ احرام باندھ لیتا ہے تو اس پر وقتی طور پر کچھ پابندیاں عائد ہوجاتی ہیں اور چند حلال چیزیں بھی احرام کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں۔ مجازاً ان دو (سفید) چادروں کو احرام کہتے ہیں جن کو حاجی حالتِ احرام میں استعمال کرتے ہیں۔

احرام باندھنے کا مسنون طریقہ

۱۔ احرام باندھنے سے پہلے مستحب ہے کہ حجامت بنوا لی جائے، ناخن کتروا لیے جائیں۔ بغل اور زیرِ ناف بال صاف کر لیے جائیں۔ اس لیے کہ احرام کی حالت میں بال کٹوانا، ناخن کتروانا، یا کسی اور حصہ کے بال تراشنا منع ہیں۔ اس کے بعد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اچھی طرح غسل کیا جائے۔ اگر کوئی عورت حیض و نفاس سے فارغ ہوئی ہے، تو اس کو غسل کرنا واجب ہے۔

۲۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر مردوں کو چاہیے کہ وہ اپنا سلا ہوا کپڑا نہ پہنیں بلکہ بغیر سلی دو چادروں میں سے ایک تہبند کی طرح ناف کے اوپر باندھیں۔ دوسری کو چادر کی طرح اوپر اوڑھ لیں۔ یہ دونوں چادریں سفید اور بالکل نئی ہوں تو بہتر ہے۔ اگر سفید نہ ہوں یا نئی نہ ہوں تو دھلی ہوئی ہوں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کندھے ننگے نہ رکھیں۔ جوتا ایسا پہنیں کہ پاؤں کی اوپر والی ہڈی ننگی رہے۔ انگلیاں اور انگوٹھا چھپ جائے تو مضائقہ نہیں، لیکن اس سے اوپر کا حصہ کھلا رہے۔ احرام کی چادریں پہننے کے بعد دو رکعت نفل پڑھیں ان دونوں رکعتوں میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھنا مسنون ہے۔ اس کے بعد عمرہ یا حج کی نیت کریں۔ اس کے بعد مرد بلند آواز سے اور خواتین ہلکی آواز سے تین مرتبہ تلبیہ پڑھیں:

''لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ'' (بخاری ومسلم)

''حاضر ہوں! اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ بے شک تمام تعریف، فضل و انعام اور بادشاہی تیرے ہی لیے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔''

نیت کے وقت تلبیہ ایک مرتبہ پڑھنا واجب اور تین مرتبہ پڑھنا سنت ہے۔ تلبیہ پڑھتے ہی احرام کی پابندیاں لاگو ہوجاتی ہیں۔ اب ''مفرد و قارن'' اس وقت تک تلبیہ کرتے رہیں جب تک ۱۰ ذوالحجہ کو ''رمی جمرۂ عقبہ'' سے فارغ نہ ہو جائیں۔ نماز کے علاوہ تلبیہ ہر وقت اور ہر موقع پر کہیں۔ اگر متمتع ہے تو وہ عمرہ کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طواف شروع کرنے پر تلبیہ موقوف کردے۔

عورتوں کا احرام

عورتیں بھی ان ہی آداب کے ساتھ احرام کا اہتمام کریں۔ لیکن عورتوں کا احرام یہ ہے کہ وہ سلے ہوئے کپڑے پہنے رہیں اور اپنے سر کے بالوں کو ایک (سوا گز لمبے، سوا گز چوڑے) سفید رومال (اسکارف) سے باندھ لیں۔ کوئی بال ننگا نہ ہو۔ لباس میں خصوصیت کے ساتھ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ یہ شوخ و چست نہ ہو۔ سادہ اور ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنیں اور اوپر ہلکے سفید رنگ کی عبا (چادر) ضرور استعمال کریں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے کپڑے میں کوئی ایسی خوشبو نہ لگی ہو جو دور تک پھیلے۔ چہرے پر کپڑا نہ لگنے دیں، جو خواتین چہرے کا پردہ کرنا چاہتی ہیں وہ اس طرح کپڑا لٹکائیں کہ کپڑا چہرے کو نہ لگے۔ نامحرموں سے بچنے کے لیے گتہ، کتاب یا پنکھا وغیرہ بھی منہ سے بچا کر سامنے رکھ سکتی ہیں۔ جراب، دستانے اور زیور پہننا جائز ہیں، مگر نہ پہننا بہتر ہے۔ عورتیں تلبیہ مردوں کی طرح بلند آواز سے نہ کہیں، تاکہ ان کی آواز نامحرم کے کانوں تک نہ پہنچنے پائے۔ اور نامحرم مردوں سے شرعی پردہ کا اہتمام رکھیں۔ اگر احرام کے وقت کوئی خاتون ناپاک ہوجائے تو وہ وضو یا غسل کر کے احرام باندھ کر عمرہ یا حج کی نیت کرے، البتہ نفل نہ پڑھے۔ تلبیہ پکارے اور ہر وہ عمل کرے جو دوسرے حاجی کرتے ہیں۔ البتہ وہ مسجد حرام میں داخل نہ ہو اور نہ نماز پڑھے اور طواف اس وقت تک نہ کرے، جب تک وہ پاک نہ ہوجائے۔ پاک ہونے پر غسل کرلیں، دوسرے کپڑے پہن لیں، احرام بدستور رہے گا۔ حج یا عمرہ کے اعمال مکمل کریں۔ ان حالات میں پہلا احرام نہیں ٹوٹتا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

احرام میں ممنوع چیزیں

احرام باندھنے کے بعد یہ چیزیں ممنوع وحرام ہو جاتی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا جیسے لڑائی جھگڑا، جھوٹ، غیبت، تہمت، گالی وغیرہ۔ (عام حالات میں بھی منع ہے لیکن احرام کے بعد نافرمانی کرنا زیادہ گناہ کا سبب ہے)

۲۔ قتل (گو کہ یہ احرام کے بغیر بھی سخت حرام ہے)

۳۔ خوشبو کا استعمال کرنا، یا سونگھنا۔

۴۔ مرد کو سلے ہوئے کپڑے پہننا جیسے کرتا، پاجامہ، بنیان اور جسم کی ساخت کے مطابق سِلا ہوا کوئی بھی کپڑا وغیرہ۔

۵۔ ناخن اور بال کاٹنا۔

۶۔ مرد کو ایسا جوتا پہننا جس سے پاؤں کی اوپر کی ہڈی ڈھک جائے، البتہ پاؤں کی انگلیاں اور ایڑی ڈھانپنے میں کوئی حرج نہیں۔

۷۔ جوئیں مارنا یا جوئیں مارنے کے لیے کپڑے دھوپ میں بچھانا۔

۸۔ خشکی کے جانور کا شکار کرنا یا دوسروں کو شکار کی ترغیب دینا۔

۹۔ جماع کرنا یا جماع کی باتیں کرنا یا بوس و کنار وغیرہ کرنا۔

۱۰۔ مرد کو موزے پہننا، عمامہ باندھنا یا ٹوپی پہننا۔

۱۱۔ احرام کی حالت میں کپڑے وغیرہ سے اس انداز سے منہ پونچھنا جائز نہیں کہ اس سے سارا چہرہ یا اس کا بیشتر حصہ چھپ جائے۔ یہ تمام باتیں خواہ قصداً کی جائیں یا بھول کر، بیداری میں کی جائیں یا سونے میں۔ ہر حال میں کفارہ دینا ہوگا۔ بعض کا کفارہ قربانی اور بعض کا صدقہ ہے۔ تفصیل کیلئے بہارِ شریعت حصّہ ۵ (حج) دیکھیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

احرام میں بدن سے میل کچیل دور کرنا، بکھرے ہوئے بالوں کو سنوارنا، سر یا ڈاڑھی کے بالوں میں تیل لگانا یا خضاب و مہندی لگانا اور کنگھی کرنا مکروہات احرام میں شامل ہیں۔

صابن لگا کر غسل کرنا یا ہاتھ منہ دھونا بھی منع ہے۔ البتہ اگر میل کچیل دور کرنے کا ارادہ نہ ہو بلکہ گرمی کی وجہ سے جسم پر پانی ڈالا جائے (اور صابن استعمال نہ کیا جائے) تو کوئی حرج نہیں۔

فرائض احرام

احرام میں دو فرض ہیں:

۱۔ نیت: جس قسم (حج افراد، قران، تمتع، عمرہ) کا احرام باندھا ہے اس کی نیت کرلے۔

۲۔ اللہ کی بڑائی و تعظیم والا کلمہ کہے۔

احرام باندھ کر کوئی ایسا کلمہ کہے جس سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور بڑائی معلوم ہو۔

مثلاً: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ پڑھے یا سُبْحَانَ اللهِ وغیرہ۔ یہ دونوں نہ ہونے کی صورت میں احرام درست نہ ہوگا۔

واجباتِ احرام

احرام میں دو واجبات ہیں۔

۱۔ میقات سے احرام باندھنا۔ ۲۔ ممنوعات (احرام) سے بچنا۔

(دیگر مسائل کو کتب فقہ میں تفصیلاً دیکھا جا سکتا ہے۔)

فرائضِ حج

حج میں تین چیزیں فرض ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۔ احرام باندھنا۔
۲۔ میدانِ عرفات میں کچھ دیر ٹھہرنا (یعنی ۹ ذوالحجہ کو زوالِ آفتاب کے بعد سے دس ذوالحجہ کی صبحِ صادق تک کسی بھی وقت)
۳۔ طوافِ زیارت کرنا، جسے طوافِ افاضہ بھی کہا جاتا ہے۔ (اس کا وقت دس ذوالحجہ کی صبحِ صادق سے بارہ ذوالحجہ غروبِ آفتاب تک ہے) (درمختار)
ان آخری دو فرائض کو ارکانِ حج بھی کہا جاتا ہے۔

ان فرائض میں سے اگر ایک فرض بھی رہ گیا تو حج نہیں ہوگا۔

شرائط حج

حج میں تین فرائض ہیں لیکن ان تینوں فرائض کے ساتھ کچھ اور شرطیں بھی ہیں اگر وہ نہ پائی جائیں گی تو یہ فرائض ادا نہ ہوں گے، وہ یہ ہیں۔
۱۔ ترتیب: یعنی ان تینوں فرائض کے ادا کرنے میں ترتیب قائم رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً پہلے احرام باندھا جائے، پھر عرفات میں وقوف ہو، پھر طوافِ زیارت۔
۲۔ وقت: یعنی ان فرائض کے ادا کرنے کے لیے جو اوقات مقرر ہیں ان کا خیال کرنا ضروری ہے۔

مثلاً: حج کے زمانے میں حج کرنا، میقات پر احرام باندھنا، نویں ذوالحجہ کو عرفات میں ٹھہرنا اور ۱۰ ذوالحجہ کو مزدلفہ جانا، پھر رمی کرنا، اس کے بعد طوافِ زیارت کرنا، اگر ان باتوں کا خیال نہ کیا گیا، تو حج صحیح نہیں ہوگا۔
۳۔ مکان: یعنی حج کے ہر رکن کا، اسی مقام پر ادا کرنا جو اس کے لیے مقرر ہے۔

واجباتِ حج

حج کے واجبات مندرجہ ذیل ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۔ میقات سے احرام باندھنا۔ یعنی میقات سے بغیر احرام نہ گزرنا اور اگر میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لیا تو جائز ہے۔

۲۔ مزدلفہ میں ٹھہرنا۔ (۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق سے طلوع آفتاب کے دورانئے میں)

۳۔ سعی: صفا مروہ کے درمیان دوڑنا۔

۴۔ رمی یعنی جمرات پر کنکریاں مارنا۔ یعنی دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذوالحجہ کے تینوں دن کنکریاں مارنا، دسویں کو صرف جمرۃ العقبہ پر اور گیارھویں، بارھویں کو تینوں پر رمی کرنا، جمرہ عقبہ کی رمی، پہلے دن حلق (بال منڈوانے) سے پہلے ہونا، ہر روز کی رمی کا اسی دن ہونا، واجب ہے۔

۵۔ قران اور تمتع والے کو قربانی کرنا۔ اور اس قربانی کا حرم اور ایامِ نحر میں ہونا۔

۶۔ حلق یا تقصیر: یعنی قربانی کے بعد اپنے بال منڈوا ڈالنا، یا کٹوا لینا اور اس کا ایامِ نحر اور حرم شریف میں ہونا، اگرچہ منٰی میں نہ ہو۔ (مردوں کے لیے منڈوا لینا بہتر ہے، جبکہ عورتوں کو اپنی چٹیا کے سِروں کو انگلی کے ایک پور سے کچھ زیادہ کٹوا لینا چاہیے)

۷۔ طواف صدر کرنا یعنی باہر سے آنے والے جب مکہ سے رخصت ہونے لگیں تو ان کو کعبہ کا طواف کرنا، اس کو طوافِ وداع (رخصتی کا طواف) بھی کہا جاتا ہے۔ اگر حج کرنے والی حیض یا نفاس سے ہے اور پاک ہونے سے پہلے قافلہ روانہ ہو جائے گا تو اس پر طوافِ وداع نہیں۔

۸۔ طواف حطیم کے باہر سے ہونا۔ دائیں طرف سے طواف کرنا یعنی کعبہ معظّمہ طواف کرنے والے کی بائیں جانب ہو۔

۹۔ عذر نہ ہو تو پاؤں سے چل کر طواف کرنا۔

۱۰۔ طوافِ افاضہ کا اکثر حصہ ایامِ نحر میں ہونا۔ عرفات سے واپسی کے بعد جو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طواف کیا جاتا ہے اس کا نام طوافِ افاضہ ہے اور اسے طوافِ زیارت بھی کہتے ہیں۔ طوافِ زیارت کے اکثر حصہ سے جتنا زائد ہے یعنی تین پھیرے ایامِ نحر کے علاوہ ایام میں بھی ہو سکتے ہیں۔ (بہارِ شریعت ج۱، حصہ ششم، ص ۴۴۲)

۱۱۔ کنکریاں مارنے، قربانی کرنے، سر منڈانے یا کتروانے اور طواف میں ترتیب قائم رکھنا۔ طوافِ زیارت اور قربانی ایک دوسرے سے پہلے کیے جاسکتے ہیں لیکن باقی امور میں ترتیب واجب ہے۔ (مسائل ومعلومات حج وعمرہ صفحہ ۹۲، محمد معین الدین احمد)

۱۲۔ وقوفِ عرفہ کے بعد طواف زیارت ادا کر لینے تک جماع نہ کرنا۔

۱۳۔ احرام کے ممنوعات (مثلاً سلا کپڑا پہننے، منہ یا سر چھپانے سے مردوں کو) سے بچنا۔

☆ واجب کے ترک سے دم یعنی کفارہ یا جرمانہ کے طور پر ایک جانور ذبح کرنا لازم آتا ہے۔ خواہ قصداً ترک کیا ہو یا سہواً۔ غلطی کے طور پر ہو یا نسیان کی وجہ سے ہوا ہو۔ وہ شخص اس کا واجب ہونا جانتا ہو یا نہیں۔ ہاں اگر جان بوجھ کر کرے تو گناہ گار بھی ہے، مگر واجب کے ترک سے حج باطل نہ ہوگا۔

(تفصیل کیلئے بہارِ شریعت، حصہ ششم، ج۱، صفحہ ۴۴۳)

سنن حج

۱۔ طوافِ قدوم۔ یعنی میقات کے باہر سے آنے والا مکہ معظّمہ میں حاضر ہوکر سب سے پہلا جو طواف کرتا ہے اسے طوافِ قدوم کہتے ہیں اور یہ مفرد اور قارن کے لیے سنت ہے، حج تمتع کرنے والے کے لیے نہیں۔

۲۔ طواف حجرِ اسود سے شروع کرنا۔

۳۔ طوافِ قدوم یا طوافِ فرض میں رمل کرنا۔

۴۔ صفا و مروہ کے درمیان جو دو میل اخضر (سبز ستون) ہیں ان کے درمیان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دوڑنا۔

۵۔ امام کا مکہ مکرمہ میں ساتویں کو، عرفات میں نویں اور منیٰ میں گیارہویں کو خطبہ پڑھنا۔

۶۔ آٹھویں تاریخ کی فجر کے بعد مکہ سے روانہ ہونا کہ منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھ لی جائیں۔

۷۔ نویں رات منیٰ میں گزارنا۔

۸۔ آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات کی طرف روانہ ہونا۔

۹۔ وقوفِ عرفہ کے لیے غسل کرنا۔

۱۰۔ عرفات سے واپسی میں مزدلفہ میں رات کو رہنا اور آفتاب نکلنے سے پہلے یہاں سے منیٰ کو چلے جانا

۱۱۔ دس اور گیارہ کے بعد جو دونوں راتیں ہیں ان کو منیٰ میں گزارنا اور اگر تیرہویں کو بھی منیٰ میں رہا تو بارہویں کے بعد کی رات کو بھی منیٰ میں رہے۔

۱۲۔ ابطح یعنی وادی محصب میں اترنا، اگرچہ تھوڑی دیر کے لیے ہو۔

(بہارِ شریعت، حصہ ششم)

زیارت مدینہ منورہ و حاضریٔ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جو شخص حج کو جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ زیارتِ مدینہ منورہ کے لیے جائے اور مواجہ شریف پر حاضر ہو کر حضور سرورِ کائنات محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں صلوٰۃ وسلام پیش کرے۔

بیت اللہ شریف کے بعد حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک حدیث میں مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو حج کے لیے آئے اور میری زیارت کو نہ آئے، اس نے مجھ پر ظلم کیا۔''

دوسری حدیث میں ہے کہ:

''جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہے۔''

''مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چالیس نمازیں باجماعت بلاناغہ ادا کرنے والا قیامت کے دن حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا اہل ہوگا۔''

کم سے کم قیام اتنا تو ہو کہ چالیس نمازیں با جماعت حرم شریف میں ادا کر سکے۔ اس سے زیادہ جس کی قسمت میں ہو، وہ خوش نصیب ہے۔

چند اہم اصطلاحات

حج کے حوالے سے چند اہم اصطلاحات اور ان کی مختصر تشریح حسبِ ذیل ہے۔

احصار: احصار کے لغوی معنی روکنے اور باز رکھنے کے ہیں۔ اصطلاحاً احصار کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص حج وعمرہ کی نیت کرلے، پھر وہ اس سے روک دیا جائے۔ ایسے شخص کو محصر کہتے ہیں۔

استلام: استلام کے لغوی معنی چھونا اور بوسہ دینا ہے۔ اصطلاح میں حجرِ اسود کو بوسہ دینا اور رکنِ یمانی کو چھونا ہے۔ طواف کا ہر شوط (چکر) شروع کرتے وقت حجرِ اسود کو بوسہ دینا سنت اور رکنِ یمانی کو چھونا مستحب ہے۔

شوط: شوط کے معنی چکر لگانا ہے۔ اصطلاحاً بیت اللہ شریف کے گرد ایک چکر لگانا ہے۔ طواف میں سات مرتبہ چکر مکمل کرنا یعنی سات شوط ہوتے ہیں۔

اضطباع: احرام کی چادر کو اس طرح اوڑھنا کہ اوپر کا حصہ کاندھوں کے اوپر لینے کے بجائے بغل کے اندر سے نکالا جائے اور داہنا کندھا کھلا رہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یعنی وہ چادر داہنی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالی جائے۔

رمل: طواف کے پہلے تین پھیروں میں اکڑ کر مونڈھے ہلاتے ہوئے طواف کرنا۔ قریب قریب قدم رکھ کر تیز تیز چلنا (یہ اس طواف میں ہے کہ جو حالتِ احرام میں ہو اور جس کے بعد سعی کرنی ہو)

آفاقی: میقات سے باہر کے علاقوں میں رہنے والوں کو اصطلاحاً آفاقی کہتے ہیں۔

میقات: جس مقام سے حدودِ حرم شروع ہو اس کو میقات کہتے ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان سے بحری جہازوں کے ذریعے جانے والے حجاج کے لیے ''یلملم'' میقات ہے، اس سے آگے بغیر احرام نہیں جانا چاہیے، اس سے پہلے احرام باندھنا ضروری ہے۔ ہوائی جہاز سے سفر کرنے والے جہاز میں سوار ہونے سے پہلے یا فوراً بعد احرام باندھ لیں۔

المام: المام کے معنی ہیں اتر پڑنا۔ اصطلاحاً اس سے مراد ہے کہ کوئی شخص عمرے کا احرام کھولنے کے بعد اپنے گھر کے لوگوں میں اتر پڑے یعنی واپس آ کر گھر والوں جیسا ہو جائے۔

یومِ ترویہ: ۸ ذی الحجہ کو یومِ ترویہ کہتے ہیں۔ اس دن سے حج کے اعمال شروع ہوتے ہیں۔ حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔

جنائیت: جنائیت کے لغوی معنی ہیں کوئی برا یا ممنوع کام کرنا۔ اصطلاحاً حج کے سلسلہ میں اس کے معنی ہیں کہ احرام یا قیام حرم کے دوران کوئی ایسا فعل انجام دینا جو احرام میں ممنوع ہو۔ جنائیت یعنی ممنوع کام کرنے والے پر اس کا تاوان قربانی یا صدقہ کی صورت میں ادا کرنا واجب ہے۔ اور یہ قربانی حدودِ حرم میں کرنا لازمی ہے اور اس کے حقدار فقراء ہیں۔ اس قربانی سے خود کھانا جائز نہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چند ضروری احتیاطیں

☆ خواتین اپنے آپ کو مردوں سے بالکل الگ تھلگ رکھیں۔ یہاں احتیاط نہیں کریں گی تو کہاں کریں گی؟ اکثر خواتین حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کو چومنے کے لیے یا کعبۃ اللہ شریف کا قرب پانے کے لیے بے دھڑک مردوں میں جا گھستی ہیں، یہ مناسب نہیں ہے۔

☆ منیٰ اور عرفات دونوں مقاماتِ مقدسہ پر مردوں اور عورتوں کو ساتھ ساتھ رکھا جاتا ہے، عورتوں کے لیے پردوں کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا، نہ حاجی صاحبان اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ حجاج کرام کے لیے لازم ہے کہ اپنے ساتھ کچھ چادریں لیتے جائیں اور کم از کم اپنے گھر کی خواتین کو مردوں کے اختلاط سے بچانے کے لیے منیٰ اور عرفات میں خیمے کے ایک طرف چادروں کے ذریعے حسبِ ضرورت عارضی کمرہ بنالیں۔

☆ مرد کا ستر ناف کے اوپر سے گھٹنوں کے نیچے تک ہے۔ ناف کا نشان اور گھٹنے کی ہڈی ستر میں شامل ہے۔ اس کا چھپانا مرد پر واجب ہے۔ احرام میں چونکہ کُرتا نہیں ہوتا، تو بعض ناواقف لوگ تہبند ناف کے نیچے باندھ لیتے ہیں۔ اس طرح ستر کھلا ہونے کی وجہ سے طواف درست ہی نہیں ہوتا اور نہ ستر کی پابندی ہوتی ہے۔ یہ سخت گناہ کی بات ہے۔ اگر تہبند باندھنے میں ناف کے اوپر باندھنے کا اہتمام نہ کیا گیا تو نماز ہوگی نہ طواف۔

☆ خواتین طواف میں ''رمل اور اضطباع'' نہ کریں یعنی نہ وہ طواف میں اکڑ کر اور بازو پھیلا کر چلیں اور نہ ہی اپنی چادر کو بغل سے نکال کر اوڑھیں۔

☆ خواتین جب سعی کریں تو ''میلین اخضرین'' کے درمیان نہ دوڑیں، بلکہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

معمولی رفتار سے چلیں۔

☆ احرام کی حالت میں کسی جنائیت یعنی جرم کا ارتکاب ہوجائے تو اس کا کفارہ مختلف ہے۔بعض جرائم ایسے ہیں کہ ان کے ارتکاب پر ''بدنہ'' یعنی اونٹ یا گائے کی قربانی کا حرم کی سرزمین پر ذبح کرنا لازم آتا ہے۔ اور کہیں ''دم'' واجب ہوتا ہے۔یعنی بھیڑ بکری وغیرہ کا ذبح کرنا۔ اور کہیں ''صدقہ فطر'' کے برابر صدقہ دینا ضروری ہوتا ہے۔کہیں اس سے بھی کم دینا پڑتا ہے۔

یہاں دو باتیں اہم ہیں، ذہن نشین کرلیں:

۱) جہاں دم کاحکم ہے، وہ جرم اگر بیماری یا سخت گرمی یا شدید سردی یا زخم یا پھوڑے یا جوؤں کے ایذاء کے باعث ہوگا تو اسے ''جرمِ غیر اختیاری'' کہتے ہیں۔ اس میں اختیار ہوگا کہ دم کے بدلے چھ مسکینوں کو ایک ایک صدقہ دے دیں یا تین روزے رکھ لیں اور اگر اس میں صدقہ کا حکم ہے اور مجبوراً کیا، تواختیار ہوگا کہ صدقے کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔

۲) بھول چوک سے یا نیند کی حالت میں یا مجبوری سے جرم صادر ہوگیا تو کفارہ ادا کر کے پاک ہو جائیں، جان بوجھ کر بلاعذر جرم کرنا اور یہ کہنا کہ کفارہ ادا کروں گا۔ اس طرح قصداً حکمِ الٰہی کی مخالفت کرنا سخت گناہ ہے۔ اگرچہ اس صورت میں بھی کفارہ ہی لازم آئے گا۔ والعیاذ باللہ۔

(اسلامی تربیتی نصاب صفحہ ۹۴۱ ج۔۱ بحوالہ فتاوٰی رضویہ وغیرہ)

۳)کمبل یا اونی چادر وغیرہ بغیر سلائی کے اگرچہ دو چار ہوں، اوڑھنے کی اجازت ہے۔ بلکہ سوتے وقت اوپر سے روئی کا لبادہ چہرہ چھوڑ کر بدن پر ڈال لینا یا نیچے بچھالینا بھی ممنوع نہیں۔

(اسلامی تربیتی نصاب صفحہ ۹۴۲ ج۔۱ بحوالہ فتاوٰی رضویہ وغیرہ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۴) جس پر شکرانے یا جنائیت وقصور وغیرہ کی قربانی واجب ہوجائے، اس پر اس کے بدلے خیرات کرنا کافی نہیں۔ نیز قربانی کے لیے حرم کی سرزمین بھی شرط ہے۔
(اسلامی تربیتی نصاب ۹۴۴ ج۔۱ بحوالہ درمختار، فتاوٰی رضویہ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جہاد

معنی و مفہوم

جہاد کے معنی انتھک کوشش کے ہیں، اسلام میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ دین حق کی سربلندی اور فروغ و اشاعت کے لیے، اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے واسطے ہر طرح کی مساعی، کوشش، ایثار و قربانی، جانی و مالی جدو جہد اور اللہ کی بخشی ہوئی جملہ صلاحیتوں سے دین وملت کی بقا اور احیاء کا کام کرنا، انفرادی و اجتماعی تدابیر بروئے کار لانا، اسلام دشمن عناصر کی منفی سرگرمیوں کو ناکام بنانا، زبان وقلم، مال و وقت، مسائل و تکالیف اٹھا کر، جان جوکھم میں ڈال کر اور بوقتِ ضرورت اپنے خون کا آخری قطرہ بہا کر اعلائے کلمۃ الحق میں حصہ لینا ''جہاد'' کہلاتا ہے۔

جہاد کی اقسام

ائمہ اربعہ کے نزدیک جہاد کی دو (بڑی) قسمیں ہیں۔ فرضِ عین اور فرضِ کفایہ۔ اسلام کی تبلیغ کے لیے پہلے کافروں کو اسلام کی دعوت دینا اور اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو پھر ان سے جہاد کرنا فرضِ کفایہ ہے۔ اور اگر کسی اسلامی شہر پر کافر حملہ کریں تو اس شہر کے مسلمانوں پر اپنے شہر کے دفاع کے لیے جہاد کرنا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرضِ عین ہے او راگر اس شہر کے مسلمان اپنا دفاع نہ کرسکیں تو اس کے قریب کے شہر والوں پر جہاد کرنا فرضِ عین ہوگا، اسی طرح اگر ایک اسلامی ملک اپنے دفاع کی استطاعت نہ رکھے تو اس کے قریب کے ملک پر اس ملک کے دفاع کے لیے جہاد کرنا فرض عین ہوگا۔

حضرت شیخ عبدالقادر عیسیٰ الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

جہاد کی تین قسمیں ہیں (۱) ظاہری دشمن کے ساتھ جہاد (۲) شیطان کے ساتھ جہاد (۳) نفس کے خلاف جہاد، یہاں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ نفس کے حوالے سے مختصر تذکرہ کرلیا جائے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے۔

''وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۶۹'' (العنکبوت ۲۹/۶۹)

''اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

''جَاهِدُوْا اَهْوَائَكُمْ كَمَا تُجَاهِدُوْنَ اَعْدَائَكُمْ۔''

(المفردات فی غریب القرآن ص،۱۰۱، راغب اصفہانی)

''اپنی خواہشات کے ساتھ جہاد کرو، جس طرح تم اپنے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرتے ہو۔''

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِي اللّٰهِ۔'' (ترمذی)

''مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کے لیے اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مجاہدۂ نفس سے مراد صفات سیئہ (بُری) کو آہستہ آہستہ صفات حسنہ (اچھی خوبیوں) میں تبدیل کرنا ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اس کو صراط مستقیم کی راہ پر گامزن کرنا ہے۔

انسان اپنی ذات کے لیے غصہ کرے تو اس وقت صفت مذمومہ (بری صفت) میں شمار ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ کے لیے غصّہ کرے تو یہی صفت ممدوح (اچھی خوبی) ہوجاتی ہے۔

اسی طرح تکبر بھی صفت مذمومہ ہے جبکہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی پر تکبر کرے، مگر جب ایک مسلمان متکبر کافر کے مقابلے میں تکبر کرے گا تو یہی صفت ممدوح ہوجائے گی۔ کیونکہ اب یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ اور شرعی حدود کے ضمن میں داخل ہے۔ اسی طرح اکثر صفات مذمومہ مجاہدہ کے ساتھ تبدیل ہوکر ممدوحہ بن جاتی ہیں۔

انسان کا نفس ہی خوشنودیٔ رب کے حصول میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے لیکن یہی نفس اس تک پہنچانے یعنی اس کا قرب حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ بھی ہے۔ رکاوٹ اس وقت ہوتا ہے جب نفس امّارہ (برائی کا حکم دینے والا) ہو۔ اور گناہوں اور حکم الٰہی کی مخالفت سے لطف اندوز ہو۔ لیکن مجاہدہ اور تزکیہ کے بعد یہی نفس راضیہ اور مرضیّہ بن جاتا ہے۔ اب اللہ کی اطاعت اور اس کے حکم کی پیروی اور اس کی ذات سے انس ومحبت کے علاوہ اسے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔

یہ مقام حاصل کرنے کیلئے ابتداً ان گناہوں کو ترک کیا جاتا ہے جن کا تعلق زبان، کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، پیٹ اور شرمگاہ سے ہوتا ہے۔ پھر ان سات اعضاً کو ان عبادات کے ساتھ مزین وآراستہ کرتا ہے جو ان کے لیے مناسب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہیں۔ یہ سات اعضاً دل کی طرف جانے والے سات راستے ہیں۔ اب انسان چاہے تو اس میں گناہ اور معصیت کی تاریکیوں کو داخل کر کے اس کو آلودہ اور بیمار کردے چاہے تو اطاعت اور عبادات کر کے اس کو شفاف اور منور کردے۔

پھر یہ ہی نفس صفات باطنہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ناقص صفات یعنی تکبر، ریأ اور غضب وغیرہ کو صفات کاملہ میں تبدیل کرتا ہے۔ کیونکہ مجاہدہ کا راستہ انتہائی دشوار گزار ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ انسان کسی ایسے مرشد کی صحبت اختیار کرے جو نفس کے عیوب سے باخبر ہو اور اس کے علاج معالجہ کے طریقے جانتا ہو۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مرشد اول اور مزکی اعظم ہیں جنہوں نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت کی اور اپنے حال وقال سے ان کے نفوس کا تزکیہ کیا۔

ابوالعثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جس نے یہ گمان کیا کہ بغیر مجاہدہ کے اس کو مقام حاصل ہوگیا ہے یا اس پر کوئی چیز منکشف ہوئی ہے تو وہ غلطی پر ہے۔''

حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں، اے گروہ جوانان! محنت کرو، قبل اس کے کہ تم میری عمر کو پہنچ جاؤ اور کمزور ہوجاؤ اور تمہارے اعمال میں کمی آجائے، جیسے میں کمزور ہوگیا ہوں اور میرے اعمال میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ حالانکہ اس عمر میں بھی کوئی نوجوان عبادت میں آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔

جو انسان اپنے نفس کو اچھا گمان کرتا ہے وہ اپنے نفس کے عیوب کو نہیں پہچان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سکتا۔ اپنے نفس کے عیوب کو وہی پہچان سکتا ہے جو تمام احوال میں اپنے نفس کو متہم (تہمت لگانے والا) کرتا ہے۔

امام برکوی فرماتے ہیں کہ

''مجاہدہ یہ ہے کہ ہر وقت نفس کی مخالفت کی جائے۔ یہ عابدوں کا سرمایہ، زاہدین کا رأس المال اور نفوس کی درستگی اور اس کی تذلیل کا ذریعہ ہے اور ارواح کی تقویت اور تزکیہ اور اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے کا سبب اور وسیلہ ہے۔''

مجاہدہ سلوک کے تمام مراحل اور منازل میں بنیادی شرط ہے۔ لیکن منازل میں ترقی کے مطابق سالک کے مجاہدہ کی صورت بدلتی رہتی ہے۔ اس کی مثال اس طالبعلم کی سی ہے جو پہلے پرائمری کے درجہ میں داخل ہوتا ہے پھر ترقی کر کے مڈل، ہائی، اور پھر درجہ بدرجہ اوپر تک پہنچ جاتا ہے۔

مجاہدہ صوفیائے کرام کے طریقہ کی اصل ہے۔ اسی لیے انہوں نے فرمایا ہے۔

''جس نے اصل کو اپنایا اس نے مطلوب کو پالیا اور جس نے اصل کو ترک کر دیا، وہ مطلوب سے محروم رہا۔ (تلخیص تصوف کے روشن حقائق صف ۱۰۶۔۱۱۸)

اس کے علاوہ بھی بہت سے کام داخلِ جہاد ہیں جیسے جہاد بالمال یعنی سربلندیٔ حق کے لیے اپنی دولت وثروت سب کچھ داؤ پر لگا دینا۔ جہاد بالمال کی طرح جہاد بالقلم اور جہاد بالعلم بھی لازم ہیں۔ اس دور میں جہادِ بالقلم اور جہادِ باللسان یعنی ذرائع ابلاغ اور میڈیا کے ذریعے جہاد کرنا بے حد ضروری ہے۔ ملک میں معاشی خوشحالی اور معیشت کو بہتر بنانے کے لیے جدو جہد کرنا اور ملک کو قرضوں سے نجات دلا کر خود انحصار آزاد اسلامی ریاست کا قیام کرنا یہ بہت بڑا جہاد ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جہاد کی حکمت

جہاد کی تمام اقسام میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے، ظلم و زیادتی اور برائی کو مٹایا جائے، جانوں اور مالوں کا تحفظ کیا جائے، حق و انصاف کا بول بالا ہو اور خیرات وفضیلت کے کام عام ہوجائیں۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

''وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ''

(الانفال۸/۳۹)

''اور ان (اسلام دشمن قوتوں) سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ فتنہ اور فساد نہ رہے اور دین (یعنی قانون و اطاعت) پورے کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔''

ارکانِ جہاد

شرعی جہاد کے ارکان یہ ہیں:

۱۔نیت کا درست ہونا۔ جہاد میں رضائے الٰہی اصل مقصد ہونا چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ایک شخص حمیت (غیرت) کی بنیاد پر لڑائی کرتا ہے، دوسرا دکھاوے کے لیے، ان میں سے اللہ کے راستے میں لڑنے والا کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ''

(صحیح بخاری و مسلم)

''جو صرف اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا دین بلند ہو، وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔''

۲۔ جہاد کسی مسلمان امام کی زیر قیادت اور اس کی اجازت سے ہو، مسلمانوں کے ہر اس گروہ پر لازم ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد یا کافروں کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گرفت اور غلامی سے آزاد ہونے کا ارادہ رکھتا ہے کہ اپنے میں سے ایک ایسے مرد کو امام (یاامیر) چنے، جس میں امامت کی زیادہ سے زیادہ شرطیں مثلاً علم، تقویٰ اور کفایت و اہلیت وغیرہ پائی جائیں، پھر منظم طریقے سے اتفاق و اتحاد کی فضا قائم کر کے زبان، مال اور ہاتھ سے جہاد کرے۔

۳۔ ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہے تو ان کی رضا حاصل کرنی چاہیے۔ سوائے اس کے کہ دشمن مسلم آبادی پر حملہ آور ہوجائے، یا امام کسی کو متعین کر کے جہاد کا حکم دے تو ماں باپ سے اجازت لینا ساقط ہو جاتا ہے۔

۴۔ پوری قوت صرف کر کے ممکنہ حد تک سامانِ جنگ اور ہتھیاروں سے لیس ایک لشکر جرار تیار رکھنا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ'' (الانفال۸/۶۰)

''اور جہاں تک ہو سکے ان کے لیے قوت تیار رکھو۔''

۵۔ امام کی فرماں برداری اور اطاعت۔ کیونکہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے ''جو اپنے امیر کی کوئی چیز ناپسند کرتا ہے تو اس پر صبر کرے۔

''فَاِنَّهٗ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا فَمَاتَ عَلَيْهِ اِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔'' (متفقٍ علیہ)

''اس لیے کہ جو کوئی اپنے امیر کی اطاعت سے ایک بالشت خارج ہوا، اور مرگیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔''

جہاد کی فضیلت و اہمیت (قرآن و حدیث کی روشنی میں)

جہاد اور راہِ خدا میں جامِ شہادت نوش کرنے کے فضائل میں بہت سی آیات اور احادیثِ صحیحہ وارد ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۟ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔'' الخ (التوبة۹/ ۱۱۱)

''اللہ نے جنت کے بدلے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔ اللہ کا یہ سچا وعدہ تورات، انجیل اور قرآن میں ہے۔ اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ سو تم اس اپنی بیع (تجارت) پر جو تم نے کی ہے، خوش ہوجاؤ، یہ بڑی کامیابی ہے۔''

اور فرمایا: ''اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ'' (الصف۶۱/ ۴)

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صفیں بنا کر لڑتے ہیں، گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔''

نیز ارشاد ہے: ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ'' (آل عمران۳/ ۱۶۹،۱۷۰)

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں انھیں مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس روزی دیئے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے فضل سے عطا فرما رکھا ہے، اس پر خوش ہیں۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ انسانوں میں سے افضل کون ہے؟ تو فرمایا: ''مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، ثُمَّ مُؤْمِنٌ فِيْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ اللهَ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ۔'' (متفق علیہ)

''وہ مومن (افضل) ہے جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ پھر وہ مومن جو کسی پہاڑ کی گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔''

نیز فرمانِ مبارک ہے کہ ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال ایسی ہے'' جیسا کہ (دن کو) روزہ رکھنے والا اور (رات کو) قیام کرنے والا، اور اللہ کو خوب معلوم ہے کہ کون اس کی راہ میں جہاد کر رہا ہے۔ ''مجاہد فی سبیل اللہ'' اللہ کی کفالت (ذمہ) میں ہے کہ اگر اسے موت (یا شہادت) عطا کرے گا تو اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ یا پھر اسے ثواب، سلامتی اور غنیمت کے ساتھ (واپس گھر کی طرف) لوٹا دے گا۔'' (سنن ابن ماجہ)

نیز حدیثِ مبارکہ ہے کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جو کوئی اللہ کے راستے میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوا ہے تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا۔

''وَاللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيْحُ رِيْحُ الْمِسْكِ۔'' (صحیح بخاری)

''کہ اس (کے خون) کا رنگ (شہادت کے) خون کی طرح ہوگا اور مہک کستوری کی سی ہوگی۔''

اور ارشاد مبارک ہے کہ:

''وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُّ اَنْ اُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ثُمَّ اُحْيَا ثُمَّ اُقْتَلَ ثُمَّ اُحْيَا ثُمَّ اُقْتَلَ۔'' (صحیح بخاری)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔''

نیز فرمایا:

''مَا اَغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَمَسَّتْہُ النَّارُ'' (صحیح بخاری)

''جس بندے کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں، اس کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

''رِبَاطُ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ یَوْمٍ فِیْمَا سِوَاہُ مِنَ الْمَنَازِلِ''

(رواہ الترمذی ریاض الصالحین، کتاب الجہاد)

''اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد کی حفاظت کرنا، دیگر مقامات کے ہزار دن کی حفاظت کرنے سے بہتر ہے۔''

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مِنْ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ فُوَاقَ نَاقَۃٍ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ''

(رواہ ابو دائود، الترمذی، ریاض الصالحین کتاب الجہاد)

''جس مسلمان نے اللہ تعالی کے راستے میں اونٹنی کے دو دفعہ دودھ دوہنے کے درمیان جتنا وقت جہاد کیا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یَغْفِرُ اللّٰہُ لِلشَّھِیْدِ شَیْئٍ اِلَّا الدَّیْنَ''

(رواہ مسلم ،ریاض الصالحین کتاب الجہاد)

''اللہ تعالیٰ قرض کے سوا شہید کے باقی تمام گناہ معاف کردے گا۔''

معجم طبرانی اور مستدرک حاکم میں ہے کہ ''اللہ کے راستے میں ایک رات کا پہرہ دینا ان ہزار راتوں سے بہتر ہے جن کی راتوں کو قیام اور دنوں کے روزے رکھے جائیں۔''

جہاد کا حکم

قرآن حکیم میں کئی مقامات پر جہاد کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) ''وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾'' (التوبۃ۹/۳۶)

''اور جنگ کرو تمام مشرکوں سے۔ جس طرح وہ سب تم سے جنگ کرتے ہیں اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔''

(۲) نیز ارشاد ہے: ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾'' (النساء۴/۷۱)

''اے ایمان والو! ہوشیار رہو، پھر (وقت آجائے تو) نکلو ٹولیاں بن کر یا نکلو سب مل کر۔''

(۳) نیز ارشاد ہے: ''وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾'' (النساء ۴/۷۵)

''اور تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں لڑتے نہیں حالانکہ کئی بے بس مرد اور عورتیں اور بچے ایسے بھی ہیں جو (ظلم سے تنگ آ کر) عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! نکال ہمیں اس بستی سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں۔ اور بنادے ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی دوست اور بنادے ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار۔''

(۴) جہاد کی تیاری کے حوالے سے حکم ہے کہ:

''وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ﴿۶۰﴾'' (الانفال ۸/۶۰)

''اور جہاں تک ہو سکے ان کے (مقابلے کے) لیے طاقت تیار کرو اور گھوڑے بھی تیار رکھو اس سے تم اللہ کے اور اپنے دشمن کو ڈرا سکو گے۔''

قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ کئی احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی جہاد کی ترغیب اور حکم موجود ہے جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر کہتے ہوئے سنا:

اور ان (دشمنوں) کے لیے جو قوت مہیا کر سکتے ہو تیار رکھو، سنو!

''اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ'' (صحیح مسلم)

''بے شک قوت تیر اندازی ہے، بے شک قوت تیر اندازی ہے۔''

''رمی'' کا اصل معنی پھینکنا ہے اور اس میں وہ تمام جدید اسلحہ آ جاتا ہے جسے ہدف پر پھینکا جاتا ہے۔

(۲) نیز ارشاد مبارک ہے کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''اِنَّ اللّٰہَ یُدْخِلُ بِالسَّھْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَۃَ نَفَرٍ الْجَنَّۃَ صَانِعَہٗ یَحْتَسِبُ فِیْ صَنْعَتِہِ الْخَیْرَ، وَالرَّامِیْ بِہٖ، وَمُنْبِلَہٗ'' (ریاض الصالحین)

''بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے سبب سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا، تیر بنانے والا جو ثواب (بھلائی) حاصل کرنے کے لیے اسے بنائے، تیر چلانے والا اور تیر (چلانے کے لیے) دینے والا۔''

(۳) نیز فرمایا:

''وَارْمُوْا وَارْکَبُوْا وَاَنْ تَرْمُوْا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ تَرْکَبُوْا''

(ابو داؤد، ریاض الصالحین کتاب الجہاد)

''تیر اندازی اور سواری سیکھو اور سواری سیکھنے سے تیر اندازی سیکھنا مجھے زیادہ پسند ہے۔''

(۴) نیز ارشاد مبارک ہے:

''مَنْ عُلِّمَ الرَّمْیَ ثُمَّ تَرَکَہٗ فَلَیْسَ مِنَّا اَوْ فَقَدْ عَصٰی'' (مسلم)

''جس شخص کو تیر اندازی سکھائی گئی پھر اس نے اسے ترک کر دیا تو وہ ہم میں سے نہیں یا (فرمایا) اس نے نافرمانی کی۔''

تمام مسلمان حکومتوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے اپنے ملک کی حفاظت اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر اپنی فوجوں کو تیار رکھا کریں اور دنیا میں جس انداز کا سامانِ جنگ تیار ہو رہا ہے اس کے مطابق اپنے ملک اور لوگوں کی حفاظت کی تیاری رکھا کریں۔ نیز یاد رہے کہ یہ ایک اسلامی مملکت کی ذمہ داری ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ کوئی گروہ اپنے طور پر جنگی یا فوجی مہم جوئی شروع کر دے بلکہ اس کیلئے جو اسلامی تعلیمات موجود ہیں اس کا خیال رکھا جائے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں: اگر جہاد کے لیے روانہ ہونے کا مسلمانوں کو عام حکم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دیا جائے تو جہاد فرضِ عین ہے اور اگر عام حکم نہ ہو تو جہاد فرضِ کفایہ ہے اور بعض مسلمانوں کے جہاد کرنے سے باقی مسلمانوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج۵،ص ۲۵۲)

جہاد میں ان باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے

مجاہد پر لازم ہے کہ میدانِ کارزار میں داخل ہوتے وقت ان اُمور کو پیشِ نظر رکھے۔

۱۔ جنگ میں ثابت قدم رہنا، اپنی نیت خالص رکھنا، راہِ فرار اختیار نہ کرنا (کیونکہ یہ منع ہے) یہاں تک کہ اپنی جان کی بازی لگا دینا۔ تاہم کسی جنگی تدبیر کے طور پر پیچھے ہٹنا یا مسلم فوج سے تعاون حاصل کرنے کے لیے پیچھے ہٹنا، شکست وفرار میں شامل نہیں۔

۲۔ دل و زبان سے ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا اور اللہ کی طرف سے قوت حاصل کرنے کے لیے اس کے وعدے، وعید اور نیک بندوں کے لیے اس کی دوستی ونصرت کا یقین رکھنا۔

۳۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی سے بچنا اور قرآن وسنت کے احکام پر عمل کرنا۔

۴۔ آپس میں جھگڑے اور باہمی اختلاف سے بچنا کیونکہ میدانِ جنگ میں متحد ہو کر داخل ہونا ضروری ہے، مجاہدین کے دل اور جسم سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ مل کر مضبوط ہونے چاہئیں۔

۵۔ صبر وتلقین کا مظاہرہ کرنا کہ دشمن کو میدان سے بھگانے تک مجاہدین جان کی بازی لگا دیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آداب جہاد

جہاد کے ان آداب کو ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے:

۱۔فوجی راز اور جنگی چالوں کو افشاں نہ کیا جائے۔

۲۔افراد ولشکر رموز و اشارات اور خصوصی علامات (code words) استعمال کریں تا کہ دشمن کے ساتھ اختلاط یا دیگر ایسے مواقع پر ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔

جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر سمجھایا کہ اگر تم پر دشمن اچانک حملہ کر دے تو تمھاری باہمی نشانی ''حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ'' ہے۔ اور ایک دستے کی علامت اَمِتْ اَمِتْ کا لفظ تھا۔ (ترمذی)

۳۔ جنگ شروع ہو جانے پر مکمل خاموشی اختیار کر لی جائے۔

۴۔ جنگ کے لیے مناسب جگہ اور مناسب وقت کا انتخاب کیا جائے۔

۵۔ اعلانِ جنگ سے پہلے کافروں کو اسلام یا صلح کی دعوت دی جائے، دونوں باتوں سے انکار پر لڑائی کا اعلان کر دیا جائے۔

۶۔غنیمت کے مال سے چوری نہ کی جائے اور عورتوں، نابالغ بچوں، بوڑھوں کو قتل نہ کیا جائے۔ بشرطیکہ یہ لڑائی کرنے میں شریک نہ ہوں اگر لڑائی میں شریک ہوں، تو قتل کی اجازت ہے۔

نیز نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کے موقع پر ان چیزوں سے منع فرمایا ہے:

۱۔خیانت نہ کی جائے۔

۲۔کسی کو دھوکا نہ دیا جائے (یعنی اگر کسی مسلمان نے کسی کافر کو اس کی جان کی امان دے دی ہے تو اس کا احترام کیا جائے۔ اور دھوکا نہ کیا جائے)۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۳۔کسی کی لاش کا مثلہ (ناک، کان، ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹنا) نہ کیا جائے۔
۴۔کسی بچے کو قتل نہ کیا جائے۔
۵۔کسی مزدور کو قتل نہ کیا جائے۔
۶۔سرسبز کھیتوں کو برباد نہ کیا جائے۔
۷۔پھلدار درختوں کو نہ کاٹا جائے۔
۸۔عورتوں کو قتل نہ کیا جائے۔
۹۔جو مرد جنگ میں شریک نہیں، نہ رائے دیں ان کو بھی قتل نہ کیا جائے۔
۱۰۔کسی گائے یا بکری کو کھانے کے مقصد کے بغیر ذبح نہ کیا جائے۔
۱۱۔راہبوں (گوشہ نشین) یعنی عبادت میں مشغول لوگوں کو قتل نہ کیا جائے۔
۱۲۔نیز ایک روایت کے مطابق جہاں کوئی مسجد دیکھو یا مؤذن کی آواز سنو، وہاں کسی کو نہ مارو۔

فتح مکہ کے موقع پر آقائے دوجہاں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جان نثاروں کو یہ ہدایات دی تھیں:

۱۔صرف اسی سے مقابلہ کیا جائے جو خود جنگ کی نیت سے آئے۔
۲۔حرم میں خونریزی نہ کی جائے۔
۳۔جو شخص کعبہ کی حدود میں داخل ہو جائے، وہ ہماری پناہ میں ہے۔
۴۔جو ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کے گھر میں داخل ہو جائے، اسے بھی امان ہے۔
۵۔جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرے، وہ بھی پناہ میں ہے۔
۶۔جو بھاگ جائے، اس کا پیچھا نہ کیا جائے۔
۷۔جو ہتھیار پھینک دے، اس کا بھی پیچھا نہ کیا جائے۔
۸۔دشمن کو آگ کے ساتھ نہ جلایا جائے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۹۔ زخمی اور قیدی قتل نہ کیے جائیں (صرف چند اشتہاری مجرم ان قوانین سے مستثنیٰ ہیں)۔

۱۰۔ دشمنانِ اسلام کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا مانگی جائے۔

یہ وہ آداب ہیں جو اسلام نے دورانِ جنگ اپنے چاہنے والوں کو ذہن نشین کروا دیئے ہیں۔ اور ایک مسلمان جب جہاد کرتا ہے تو وہ ان تمام آداب کی پاسداری اپنا فریضہ سمجھتا ہے۔ وہ دشمنانِ اسلام کی طرح غضب وطیش میں آ کر اپنے مخالفین کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے اور خون کی ندیاں بہانے جیسے مکروہ عزائم سے اپنے آپ کو بچائے رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں جہاد کی روح کو سمجھنے اور اسلامی تعلیمات و احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نفلی عبادات

دنیا میں انسان کے لیے فرصت کے لمحات یا فارغ وقت کا مل جانا بہت بڑی نعمت ہے۔ لیکن افسوس کہ اکثر اس نعمت کا استعمال غلط ہوتا ہے۔ یہ دنیا امتحان و آزمائش کی جگہ ہے، جو فرصت کا وقت نصیب ہوجائے اسے غنیمت سمجھتے ہوئے یادِ الٰہی میں بسر کرنا ہی ایک انسان کی فلاح و کامیابی کی ضمانت ہے۔ کیونکہ اس دارِ فانی سے رخصت ہوجانے کے بعد انسان بڑی تمنا کرے گا کہ کاش اسے ''سبحان اللہ'' ''الحمد للہ'' یا دو رکعت نماز پڑھنے کا موقع مل جائے، لیکن اس وقت کی تمنا سوائے حسرت و یاس کے کچھ کام نہ آئے گی۔ دنیا میں جس طرح انسان روپے، پیسے، ڈالر، ریال، یورو اور پاؤنڈ کے پیچھے بھاگتا پھر رہا ہے، دن رات اس کے لیے وقف کر رکھے ہیں، آخرت میں اس سے کہیں زیادہ وہ نیکیاں اپنے پاس جمع کرنے کی خواہش وتمنا کرے گا۔ لیکن وہ اپنی مہلت کے وقت میں جب فائدہ حاصل نہ کر پایا اور نیکیوں کا بینک بیلنس نہ بنا سکا، جبکہ ڈالر اور روپے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی، تو یہ پیسہ وہاں ذرہ بھر بھی کام نہ آسکے گا۔ بلکہ پوچھا جائے گا کہ نیکیوں کا بینک بیلنس کتنا لائے ہو؟ اپنی عمر کا کتنا حصہ یادِ الٰہی میں بسر کیا؟ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی کس حد تک پابندی کی؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اگر ان سوالات کے جوابات معیار پر پورے اترے، جب تو بڑی خوش نصیبی کی بات ہے اور اس کے برعکس ہونے کی صورت میں مشکلات و تکالیف اور جہنم کی سزا اس کے لیے منتظر ہوگی۔

یہاں چند نفلی عبادات کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے ذریعے بے حد و بے حساب اجر و ثواب حاصل کیا جا سکتا ہے۔

نوافل کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

''جس نے میرے کسی ولی (دوست) سے دشمنی کی، اس کے ساتھ میرا اعلانِ جنگ ہے اور میرا بندہ کسی شے سے اس قدر میرا قرب حاصل نہیں کرتا جتنا فرائض سے اسے قربت نصیب ہوتی ہے۔ اور (فرائض کی ادائیگی کے ساتھ) نوافل کے ذریعے سے ہمیشہ قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے میں اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو اسے عطا کرتا ہوں اور پناہ مانگے تو پناہ دیتا ہوں۔''

(رواہ البخاری ج ۲، ص ۹۶۳ کتاب الرقاق، باب التواضع)

دوسرے مقام پر ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

''مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِعَبْدٍ فِيْ شَيْئٍ اَفْضَلَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ يُصَلِّيْهِمَا وَاِنَّ الْبِرَّ لَيُذَرُّ فَوْقَ رَاْسِ الْعَبْدِ مَادَامَ فِيْ صَلَاتِهٖ'' (سنن الترمذی)

''اللہ تعالیٰ نے بندے کو کسی ایسی چیز کی اجازت نہیں دی جو ان دو نوافل سے بہتر ہو، جنہیں وہ ادا کرتا ہے، اور نیکی اس کے سر پر ڈالی جاتی ہے جب تک

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کہ وہ اپنی نماز میں رہتا ہے۔''

ایک شخص نے جنت میں رسول اللہ ﷺ کی معیت کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ'' (صحیح مسلم)

''(اگر تم جنت میں میرا ساتھ چاہتے ہو تو) کثرت سجود (یعنی کثرتِ نوافل) کے ساتھ میری مدد کرو۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ قیامت کے دن (فرض) نماز میں اگر کمی رہ جائے گی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

''أُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَإِنْ كَانَ لَهٗ تَطَوُّعٌ قَالَ: أَتِمُّوْا لِعَبْدِیْ فَرِیْضَةً مِنْ تَطَوُّعِهٖ، ثُمَّ یُؤْخَذُ الْاَعْمَالُ عَلٰی ذَالِكَ''

(رواہ ابوداؤد و احمد و ھو حسن)

''میرے بندے کی نفل نماز دیکھو، اگر نوافل اس کی نماز میں ہوں گے تو فرض کو نفل نماز سے مکمل کر دیا جائے گا اور پھر باقی اعمال بھی اسی طرح دیکھے جائیں گے۔''

نوافل کے ممنوع اوقات

درج ذیل اوقات میں نفل نہیں پڑھے جا سکتے۔

۱۔ طلوعِ فجر کے بعد سے سورج نکلنے تک۔

۲۔ سورج نکلنے سے لے کر ایک نیزہ سورج کے اونچا ہونے تک۔

۳۔ نصف النہار یعنی سورج جب سر کے اوپر ہوتا ہے، زوال تک۔

۴۔ عصر کے بعد سے سورج کے زرد رنگ ہونے تک۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۵۔سورج کے زرد رنگ ہونے سے مغرب تک۔
۶۔جس وقت امام خطبہ جمعہ کے لیے اپنی جگہ سے کھڑا ہو جائے۔
۷۔عین خطبہ کے وقت۔
۸۔نمازِ عیدین سے پہلے خواہ گھر میں پڑھے یا عیدگاہ و مسجد میں۔
۹۔نمازِ عیدین کے بعد جبکہ عیدگاہ یا مسجد میں پڑھے۔گھر میں پڑھنا مکروہ نہیں۔
۱۰۔عرفات میں ''ظہرین'' یعنی ظہر وعصر کے درمیان میں نفل وسنت پڑھنا مکروہ ہے۔
۱۱۔فرض کا وقت جب تنگ ہو۔ (بہارشریعت)

نفل نمازیں

ان اوقات کے علاوہ دن رات کے تمام اوقات میں نفل پڑھے جاسکتے ہیں۔اس سلسلے میں چند نفلی نمازیں درج ذیل ہیں:

تحیۃ الوضو

وضو کے بعد اعضاء خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔
صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور ظاہر و باطن کے ساتھ متوجہ ہو کر دو رکعت (نماز تحیۃ الوضوء) پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہوجاتی ہے۔''
(ردالمختار ج۱،ص۴۵۸)

☆غسل کے بعد بھی دو رکعت نماز مستحب ہے۔ اگر وضو کے بعد فرض (وسنن)وغیرہ پڑھے تو (وہ بھی) قائم مقام ''تحیۃ الوضوء'' کے ہوجائیں گے۔
(بہارشریعت ج۔۱،ص ۲۶۵ حصہ چہارم)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے بلال! اپنے اسلام لانے کے بعد کا کوئی ایسا عمل مجھے بتاؤ جس کی (قبولیت کی) تمہیں زیادہ امید ہو۔ کیونکہ میں نے جنت میں تمھارے جوتوں کی آواز اپنے آگے آگے سنی ہے۔ عرض کیا، میں نے اسلام میں اس سے زیادہ پُر امید عمل نہیں کیا کہ میں رات اور دن میں جس وقت بھی وضو کرتا ہوں، اس سے نماز پڑھتا ہوں جتنا پڑھنا میرے لیے مقدر ہے۔

متفق علیہ (ریاض الصالحین باب ٦٦ استحباب رکعتین بعد الوضو)

تحیۃ المسجد

اس نماز کا ادا کرنا سنت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''اِذَا دَخَلَ اَحَدُ کُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا یَجْلِسْ حَتّٰی یُصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ''

(صحیح بخاری و مسلم)

''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ دو رکعت (نماز تحیۃ المسجد) پڑھے بغیر نہ بیٹھے۔''

اس لیے ہر مسلم کو چاہیے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو حقِ مسجد ادا کرنے کے لیے کم از کم دو رکعت تو ادا کرے۔ بعض ائمہ کرام ''تحیۃ المسجد'' کو واجب کہتے ہیں، اس سے اس کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

اگر کوئی ایسی مجبوری ہے کہ نماز ''تحیۃ المسجد'' نہیں پڑھ سکتا، تو کم از کم یہ ضرور پڑھ لے:

''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ''

(بہار شریعت ج۔ اچھارم، ص۲۶۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مسجد چونکہ اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کی جاتی ہے اس لیے اس کی تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ وہاں داخل ہوتے ہی اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوجائے، یادِ الٰہی کرے۔

نمازِ اشراق

یہ نماز بھی سنت ہے۔ اس نماز کی ادائیگی کے لیے ''فجر'' پڑھ کر درود شریف، تلاوتِ قرآن حکیم، درس و تدریس یا تسبیح وتہلیل وغیرہ میں مصروف ہوجائے، فضول باتوں سے پرہیز کرے اور سورج کے ذرا اونچا ہونے تک کا انتظار کرے یعنی طلوع سورج کو کم از کم بیس منٹ گزر جائیں تو دو رکعت پڑھ لے۔ اس کی بڑی فضیلت ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص فجر کی نماز جماعت سے پڑھ کر ذکرِ الٰہی کرتا رہے یہاں تک کہ سورج بلند ہوجائے پھر دو رکعت (نماز اشراق) پڑھے تو اسے پورے ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔'' (ترمذی ج۱ ص۷۶، مشکوٰۃ ج۱، ص۸۹)

خواتین بھی اس نماز کو اس طریقے سے ادا کرسکتی ہیں کہ گھر میں ایک کونے کو اپنی نماز کے لیے مقرر کرلیں وہیں نماز ادا کرتی رہیں۔ اگر پہلے سے کوئی جگہ مقرر نہیں تو اب کرلیں اور وہیں نماز فجر پڑھ کر ذکر و اذکار، تلاوت یا دینی کتب کے مطالعہ میں مصروف ہوجائیں اور سورج کے نکلنے کے تقریباً بیس منٹ کے بعد دو رکعت نمازِ اشراق پڑھ لیں۔

نمازِ چاشت

اسے ''صلوٰۃ الضحیٰ'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ نماز بھی سنت ہے۔ جب سورج اچھی طرح نکل آئے اور روشنی خوب پھیل جائے۔ دھوپ میں تیزی آنے لگے تو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ وقت نمازِ چاشت کا ہے۔ اسے نصف النہار سے پہلے تک پڑھ سکتے ہیں۔ چاشت کی نماز کم سے کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہے۔ احادیث میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص چاشت کی دو رکعتوں کو ہمیشہ پڑھتا رہے، اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔'' (ترمذی ج ا ص ۶۲، ۶۳)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ہر صحیح و سالم جوڑ یا ہڈی کے عوض ہر روز صبح کو تم پر صدقہ واجب ہوجاتا ہے لہٰذا تمہارا ہر ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' کہنا صدقہ ہے، ہر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کہنا صدقہ ہے، ہر ''اللہ اکبر'' کہنا صدقہ ہے، ہر ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہنا صدقہ ہے، ہر نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، ہر برائی سے روکنا صدقہ ہے۔ اور ان سب کے لیے وہ دو رکعتیں کافی ہوجاتی ہیں جنہیں کوئی شخص چاشت کے وقت پڑھتا ہے۔'' (مسلم، ابوداؤد، احمد)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس نے دو رکعتیں چاشت کی پڑھیں۔ وہ غافلین میں نہیں لکھا جائے گا اور جو چار پڑھے اسے ''عابدین'' میں لکھا جائے گا اور جو چھ پڑھے اس دن اس کی کفایت کی گئی اور جو آٹھ پڑھے اسے ''قانتین'' (فرمانبرداروں) میں لکھا جائے گا اور جو بارہ پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل بنائے گا اور کوئی دن یا رات نہیں جس میں اللہ تعالیٰ بندوں پر احسان و صدقہ نہ کرے، اور اس بندے سے بڑھ کر کسی پر احسان نہ کیا جسے اپنا ذکرِ الہام کیا۔''

(بہار شریعت ج ا، ص ۲۶۵ حصہ چہارم)

ایک حدیث میں ہے کہ چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھنے والے کے لیے اللہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ نے جنت میں سونے کا ایک محل بنایا ہے۔ (جامع ترمذی و ابن ماجہ)

نمازِ اَوّابین

یہ نماز مغرب کے بعد پڑھی جاتی ہے اس کی چھ رکعتیں دو دو کر کے پڑھنا افضل ہے۔ احادیث میں اس نماز کی فضلیت بیان کی گئی ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کہے، تو بارہ برس کی عبادت کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور ایک حدیث میں فرمایا اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔'' (ترمذی وطبرانی)

نماز تہجد

تہجد کی نماز سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی ترغیب فرماتے تھے۔ قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خصوصی تاکید فرمائی گئی ہے اور چونکہ امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کا حکم ہے اس لیے تہجد کی یہ تاکید بالواسطہ ساری امت کے لیے ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ'' (بنی اسرائیل ۱۷/۷۹)

''اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھا کیجیے، یہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے اللہ کا مزید فضل ہے۔''

قرآن حکیم میں تہجد کا اہتمام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے محسن، متقی،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرمانبردار اور اپنا محبوب قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ فرض نماز کے بعد کون سی نماز سب سے بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''آدھی رات کی نماز'' یعنی تہجد۔

(مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم لوگوں کو چاہیے کہ رات کو قیام کرو۔ اس لیے کہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کی عادت ہے، یہ عمل تمہارے لیے اللہ سے قربت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ تمہاری برائیوں کو مٹانے والا اور تمہیں گناہوں سے بچانے والا ہے۔'' (ترمذی)

ترمذی اور ابنِ ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''رات میں جب لوگ سو رہے ہوں تم نماز (یعنی تہجد) پڑھو تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو گے۔''

بیہقی کی ایک روایت حضرت اسماء بنتِ یزید رضی اللہ عنہا سے ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن لوگ ایک میدان میں جمع کیے جائیں گے اور اس وقت منادی (پکارنے والا) پکارے گا، کہاں ہیں وہ لوگ جن کی کروٹیں خوابگاہوں سے جدا ہوتی تھیں؟ وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور تھوڑے ہوں گے، یہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے، پھر اور لوگوں کے لیے حساب کا حکم ہو گا۔''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ:

'' قیام اللیل کو اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ یہ (قیام) بدن سے بیماری دور کرنے والا ہے۔'' (بہارِ شریعت ج۔۱، ص۲۶۶۔۲۶۷ حصہ چہارم)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تہجد کی کم سے کم دو رکعتیں ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے آٹھ رکعتوں تک ثابت ہے۔ اس کا مسنون وقت یہی ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد آدمی سو جائے اور پھر نصف شب کے بعد اُٹھ کر نماز پڑھے۔ عشاء کی نماز کے بعد اگر تھوڑی دیر بھی کوئی سو کر اٹھے تو وہ بھی نماز تہجد ادا کر سکتا ہے۔ اس کا وقت طلوعِ فجر تک ہے۔

صلوٰۃ الحاجۃ

جب بندے کو کوئی حاجت یا ضرورت درپیش ہو، خواہ اس کا تعلق براہِ راست اللہ سے ہو مثلاً کسی امتحان میں کامیابی مطلوب ہو یا کسی مکان یا دوکان کی ضرورت ہے یا کوئی ایسی ضرورت ہے جس کا تعلق دوسرے انسان سے بھی ہو مثلاً ملازمت اور رشتہ وغیرہ، غرض جو بھی جائز حاجت ہو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ آدمی دو رکعت نماز (صلوۃ الحاجت) پڑھے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ تَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يُتِمُّهُمَا أَعْطَاهُ اللهُ مَا سَأَلَ مُعَجَّلًا أَوْ مُؤَخَّرًا۔'' (مسند امام احمد)

''جو شخص پورے اہتمام سے وضو کر کے دو رکعت نماز (حاجت) پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے ہر (جائز) سوال کو دیر سے یا جلدی ضرور پورا کرے گا۔''

(مسند امام احمد)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ یا کسی انسان سے اپنی کوئی حاجت پوری کرانا چاہتا ہو، اسے اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے، پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے کے بعد یہ دعا کرے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَ عَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ، لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔'' (ترمذی)

ائمہ اربعہ کے نزدیک اس دعا کا پڑھنا مستحب ہے۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج۱ ص ۳۳۵)

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی بُردباری اور کرم کرنے والا ہے۔ بڑے عرش کا مالک اللہ پاک ہے۔ حمدوثناء جہانوں کے رب اللہ ہی کے لیے ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ان کاموں کے کرنے کی توفیق چاہتا ہوں، جو تیری رحمت و مغفرت کا باعث ہوں۔ میں تجھ سے تیری اطاعت کرنے اور ہر گناہ سے بچا رہنے کی توفیق چاہتا ہوں۔ میرا جو (بھی) گناہ ہے اسے بخش دے۔ میرے دل میں جو فکر ہے، اسے دور کر دے اور میری ہر حاجت جو تیرے نزدیک پسندیدہ ہے، اسے پورا کردے۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! میری دعا قبول فرما۔''

اسی طرح حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جو نابینا تھے، بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور دعا کر دیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ حکم دیا کہ تم خوب اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ أَتَوَسَّلُ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الرَّحْمَةِ يَارَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِيْ، اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ۔ (ترمذی ج۲ص۱۹۷،مسند احمد ج۴ص۱۳۸،مستدرک ج۱ص۵۲۶)

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ نبیٔ رحمت ہیں ان کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت کے لیے لو لگائی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ میری مراد پوری کرے۔ اے اللہ! اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔''

حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں ''اللہ کی قسم! ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے، ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس بینا ہو کر اس طرح آئے کہ گویا کبھی اندھے تھے ہی نہیں۔''

نمازِ استخارہ

استخارہ کے معنی خیر اور بھلائی چاہنے کے ہیں۔ جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو، مثلاً کہیں نکاح کا پیغام دینا، آئے ہوئے پیغام کو قبول یا رد کرنا، کسی سفر پر روانہ ہونا، کوئی نیا کام (کاروبار وغیرہ) شروع کرنا، کسی سے معاملہ یا معاہدہ کرنا، کسی مکان، دکان یا زمین کو خریدنا یا فروخت کرنا وغیرہ۔ اور ذہن متردّد ہو کہ معلوم نہیں کس پہلو کو اختیار کرنے میں میرے لیے بھلائی اور خیر ہے تو ایسی صورت میں قلب کو کسی ایک پہلو پر مطمئن اور یکسو کرنے کے لیے دو رکعت نفل اور استخارہ کی مسنون دعا پڑھنا مستحب ہے۔ اور استخارے کے بعد جس فیصلے کی طرف قلب کا میلان اور طبیعت کی رغبت محسوس ہو، انشاءاللہ اس کو اختیار کرنے میں کبھی نامرادی نہ ہوگی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ''استخارہ کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہوتا، مشورہ کرنے والا کبھی پشیماں نہیں ہوتا اور کفایت سے کام لینے والا کبھی کسی کا محتاج نہیں رہتا۔''

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''خدا سے استخارہ کرنا، اولادِ آدم کی سعادت ہے اور قضائے الٰہی پر راضی ہوجانا بھی اولادِ آدم کی سعادت ہے اور اولادِ آدم کی بدبختی یہ ہے کہ وہ اللہ سے استخارہ نہ کرے اور اللہ کی قضا پر ناخوش ہو۔''

استخارہ کا طریقہ:

استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی اہم کام درپیش ہو تو ممنوع اور مکروہ اوقات کے علاوہ جب بھی موقع ہو، دو رکعت نماز استخارہ عام نفل نمازوں کی طرح پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ''الحمد'' کے بعد ''قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ'' اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد ''قل ھو اللہ'' پڑھے اس کے بعد اللہ کی حمد و ثناء کرے اور درود پاک پڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی دعائے استخارہ کو پڑھ لے اور دعا کے بعد قبلہ رخ ہو کر (دائیں پہلو پر) سوجائے۔ بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ اسی طرح نماز استخارہ پڑھی جائے، اور پھر جس طرف قلب مائل ہو، اس کو قضائے الٰہی سمجھ کر اختیار کرلیا جائے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ استخارہ کرنے میں اگر خواب میں سبزہ اور سفیدی دیکھے تو اچھا ہے اور اگر سیاہی اور سرخی دیکھے تو برا ہے۔ (ردالمختار ج ۱ ص ۴۶۱)

اگر کسی وجہ سے نماز پڑھنے کا موقع نہ ہو مثلاً جلدی ہو یا کوئی خاتون حیض و نفاس کی حالت میں ہو تو صرف دعا پڑھنے پر اکتفا کرے، اور پھر جس پہلو پر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طبیعت کو اطمینان اور یکسوئی محسوس ہو اس کے مطابق عمل کرے۔

استخارہ کی دعا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جس طرح ہمیں قرآن پاک کی تعلیم دیتے تھے اسی طرح ہر کام میں استخارے کی تعلیم بھی دیتے تھے، فرماتے جب تم میں سے کوئی کسی اہم معاملے میں فکر مند ہو تو دو رکعت نفل پڑھے اور پھر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ، فَأَنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ "هٰذَا الْاَمْرَ" خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ (أَوْقَالَ عَاجِلِ أَمْرِی وَاٰ جِلِهٖ) فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ، وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ "هٰذَا الْاَمْرَ" شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ (أَوْقَالَ عَاجِلِ أَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ) فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ۔

(صحیح بخاری و الترمذی ج۱ ص۶۳)

دونوں جگہ ''هٰذَا الْاَمْرَ'' کے بجائے اپنی ضرورت یا کام کا نام لے۔ مثلاً اگر سفر کے لیے ہے تو پہلی جگہ ''هٰذَا السَّفَرَ خَیْرٌ لِّیْ'' اور دوسری جگہ میں ''هٰذَا السَّفَرَ شَرٌّ لِّیْ'' کہے۔

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کی بنیاد پر خیر کا طلب گار ہوں، اور تیری قدرت کے ذریعے تجھ سے تیرے زبردست فضل و کرم کا سوال کرتا ہوں، اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لیے کہ تو قدرت والا ہے اور مجھے ذرا قدرت نہیں، تو علم والا ہے اور مجھے علم نہیں، اور تو غیب کی ساری باتوں کو خوب جانتا ہے۔ اے اللہ! تیرے علم میں اگر یہ کام میرے لیے بہتر ہے، میرے دین و دنیا کے لحاظ سے اور میرے انجام کے لحاظ سے (اس وقت یا آئندہ کے لحاظ سے) تو میرے لیے اسے مقدر فرما، اور میرے لیے اس کو آسان کر اور میرے لیے اس کو مبارک بنا اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے برا ہے، میرے دین و دنیا اور اس وقت یا آئندہ کے لحاظ سے، تو اس کام کو مجھ سے دور رکھ اور مجھ کو اس سے بچائے رکھ، اور میرے لیے خیر اور بھلائی مقدر فرما جہاں کہیں بھی ہو اور پھر مجھے اس پر راضی بھی فرما دے۔'' (آمین)

صلوٰۃ التسبیح

اس نماز کو صلوٰۃ التسبیح اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی ہر رکعت میں پچھتّر ۷۵ مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔''

اس نماز کا پڑھنا مستحب ہے اور احادیث میں اس کا بڑا اجر و ثواب بتایا گیا ہے۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ اس (نماز) کی بزرگی سن کر اسے صرف وہی ترک کرے گا، جو دین میں سستی کرنے والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے چچا! کیا میں آپ کو عطا نہ کروں، کیا میں تمھارے ساتھ احسان نہ کروں، دس خصلتیں ہیں کہ جب تم کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ اگلے، پچھلے، پرانے، نئے، جو بھول کر کیے اور جو جان بوجھ کر کیے، چھوٹے اور بڑے، پوشیدہ اور ظاہر بخش دے گا، اس کے بعد صلوٰۃ التسبیح کی ترکیب تعلیم فرمائی۔

(بہار شریعت ج ا حصہ چہارم، ص ۲۶۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عالمگیری میں یہ اضافہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اگر اسے (صلوٰۃ التسبیح کو) پڑھو گے تو تمہارے گناہ کف سمندر (سمندر کی جھاگ) کے برابر ہوں گے تو (وہ بھی) اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔

(عالمگیری مترجم ج۔۱،ص۱۷۹ حاشیہ کتاب الصلوۃ، باب نہم نوافل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس نماز کے متعلق فرمایا:

اے میرے چچا! اگر ہو سکے تو ''صلوٰۃ التسبیح'' ہر روز ایک مرتبہ پڑھو، اگر روزانہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک بار پڑھو اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک بار اور یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک بار، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو (پوری) عمر میں ایک بار ضرور پڑھو۔ (رواہ أبوداؤد وغیرہ)

طریقہ صلوٰۃ التسبیح:

اس نماز کی چار رکعتیں ہیں۔ لہٰذا چار رکعت صلوٰۃ التسبیح کی نیت کر کے تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے، ثناء پڑھے، پھر پندرہ مرتبہ یہ تسبیح پڑھے ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔'' پھر ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ'' سورۂ فاتحہ اور کوئی بھی سورت پڑھ کر رکوع سے پہلے دس بار اوپر والی تسبیح پڑھے، پھر رکوع کرے اور ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ'' تین مرتبہ پڑھ کر پھر دس مرتبہ مذکورہ بالا تسبیح پڑھے، پھر رکوع سے سر اٹھائے اور ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ'' اور ''رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ'' پڑھ کر پھر کھڑے کھڑے دس مرتبہ اوپر والی تسبیح پڑھے، پھر سجدہ میں تین مرتبہ ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى'' پڑھ کر پھر دس مرتبہ اوپر والی تسبیح پڑھے، پھر دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر دس مرتبہ اسی تسبیح کو پڑھے، پھر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دوسرے سجدے میں بھی ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' کے بعد اوپر والی تسبیح دس مرتبہ پڑھے۔ اسی طرح چار رکعت پوری کرے اور یہ خیال رکھے کہ کھڑے ہونے کی حالت میں ہر مرتبہ سورۂ فاتحہ سے پہلے پندرہ مرتبہ اوپر والی تسبیح پڑھے اور چار رکعتوں میں تسبیح کی گنتی تین سو مرتبہ ہوگی۔ (مشکوٰۃ ج ا ص ۱۱۷)

بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ''سورۃ التکاثر'' دوسری میں ''سورۃ العصر'' تیسری میں ''الکافرون'' اور چوتھی میں ''سورۃ الاخلاص'' پڑھے اور بعض نے سورۂ حدید اور سورۂ حشر، سورۂ صف اور سورۂ تغابن بھی کہا ہے۔

(بہار شریعت ج ا حصہ چہارم، ص ۲۶۸)

اگر کسی رکن میں تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسری رکعت میں بیس مرتبہ پڑھ لے، بعض روایتوں میں اس تسبیح کے ساتھ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کا اضافہ بھی آیا ہے (ابو داؤد، احیاءالعلوم) اگر ہر رکعت میں ایک بار یہ جملہ بھی کہہ لیا جائے تو سنت ادا ہو جائے گی۔ (اسلامی فقہ ج ا ص ۲۶۰)

صلوۃ التوبہ

انسان سے غلطی و خطا ہو ہی جاتی ہے۔ لیکن قابلِ ستائش و مبارک باد وہ لوگ ہیں جو اپنی غلطی پر نادم و شرمندہ ہونے کے ساتھ اپنے رب کی بارگاہ میں گڑگڑا کر معافی چاہتے ہیں۔ توبہ سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ یہ شیطانی وسوسے ہوتے ہیں کہ توبہ نہ کرو، اگر توبہ کرو گے بھی تو کل پھر تم نے یہ گناہ کرنا ہے۔ نہیں، نہیں شیطان کے ان وسوسوں میں نہیں آنا چاہیے اور جو موقع و فرصت ملی ہے اسی میں توبہ و استغفار کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ کیا معلوم کل نصیب بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ اور اگر نصیب بھی ہوگئی تو توبہ کرنے سے کم از کم پچھلے گناہ تو معاف

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوجائیں گے اور اب جو گناہ ہوگا وہی لکھا جائے گا۔ اس طرح توبہ کرنے میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ مگر اس سے پہلو تہی کرنے میں سوائے نقصان کے کچھ بھی نہیں۔ غلطی و گناہ کے بعد ندامت و شرمندگی کے ساتھ آئندہ گناہ سے باز رہنے کے عزم کو لے کر بارگاہِ ربوبیت میں گڑگڑا کر معافی طلب کرنی چاہیے۔ انشاءاللہ رب رحیم اپنی رحمتوں کی بارش سے گناہوں کو دھو دے گا۔

حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَامِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْباً ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللهَ اِلَّا غَفَرَ اللهُ لَهٗ'' (سنن الترمذی)

''جو آدمی کوئی گناہ کر بیٹھے، پھر وضو کر کے دو رکعت نماز (توبہ) پڑھ کر اللہ سے بخشش و معافی مانگے تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس کو معاف فرما دیتا ہے۔''

پھر نبی پاک ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللهُ ۣ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ (آل عمران ۳/۱۳۵)

''اور ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی ان سے کوئی فحش کام سرزد ہوجاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فوراً انھیں اللہ یاد آجاتا ہے اور اس سے وہ اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کرسکتا ہو؟ اور وہ لوگ دیدہ و دانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔''

نمازِ توبہ کی دو رکعتیں ہیں جن کو عام نفل کی طرح پڑھا جاتا ہے۔ مکروہ و ممنوع اوقات کے علاوہ جب بھی اللہ تعالیٰ یہ توفیق دے تو ضرور دو رکعت نمازِ توبہ پڑھ کر اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے رہنا چاہیے خصوصاً ''شبِ برأت''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شبِ قدر، ذوالحج کے ابتدائی دنوں، شبِ معراج اور عیدین کی راتوں میں اگر اس نماز کو معمول بنا لیا جائے تو بڑی خوش قسمتی کی بات ہے اور گناہوں کی معافی کے لیے اکسیر ہے۔

صلوٰۃ کسوف وخسوف

صلوٰۃِ کسوف یعنی سورج گہن کی نماز سنت مؤکدہ اور صلوٰۃ خسوف یعنی چاند گہن کی نماز مستحب ہے۔ مردوں اور عورتوں سب کو یہ نمازیں پڑھنی چاہئیں۔ کسوف (یعنی سورج گہن) کی نماز (مردوں کے لیے) جماعت سے پڑھنی مستحب ہے اور اکیلے بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اگر جماعت سے پڑھی جائے تو خطبہ کے سوا تمام شرائطِ جمعہ اس کے لیے شرط ہیں، وہی شخص اس کی جماعت قائم کرسکتا ہے جو جمعہ کی نماز پڑھاتا ہو۔ اگر وہ نہ ہو تو لوگ تنہا تنہا پڑھیں، چاہے گھر میں پڑھیں یا مسجد میں۔ (بہارشریعت ج۱ص۳۱۲)

☆ گہن کی نماز عام نفل کی طرح دو رکعت لمبی لمبی سورتوں کے ساتھ پڑھیں پھر اس وقت تک دعا مانگتے رہیں جب تک گہن ختم نہ ہو جائے۔ (اگر جماعت سے پڑھی ہے تو امام جب دعا میں مشغول ہوجائے مقتدی امام کی دعا پر آمین کہتے جائیں۔)

☆ گہن کی نماز میں نہ اذان ہے نہ اقامت۔ نہ بلند آواز سے قرأت۔

(درمختار ج۱ص۵۶۵)

☆ لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنا مقصود ہو تو ''الصلوٰۃ جامعۃ'' ''لوگو! نماز کے لیے جمع ہو جاؤ'' کہا جا سکتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

☆ جن اوقات میں نماز پڑھنا ممنوع ہے ان میں اگر سورج گہن ہو تو نماز

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نہ پڑھی جائے۔ صرف ذکر و تسبیح اور دعا میں مشغول رہا جائے۔ اور فقیروں، محتاجوں کو صدقہ و خیرات دینے کا اہتمام کیا جائے۔ ہاں اگر ان ممنوع اوقات کے بعد بھی گہن باقی رہے تو پھر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

''اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ لَا یَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَیَاتِہٖ، فَاِذَا رَأَیْتُمْ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا۔'' (صحیح بخاری)

''سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، یہ کسی کے مرنے اور جینے پر بے نور نہیں ہوتے، جب تم یہ دیکھو تو (اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو، اللہ کی بڑائی بیان کرو) نماز پڑھو۔''

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گہن کے وقت ہمیں نماز پڑھائی جیسا کہ تم پڑھتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر رکعت میں ایک رکوع کیا اور دو سجدے اور اللہ سے دعا کرتے رہے یہاں تک کہ سورج گہن ختم ہو گیا۔ (احمد، ابو داؤد، نسائی و حاکم)

نماز خسوف یعنی چاند کے بے نور ہونے کے وقت بھی اسی طرح نماز پڑھی جائے جس طرح سورج گہن کے وقت پڑھی جاتی ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''فَاِذَا رَأَیْتُمُوْھَا فَافْزَعُوْا اِلَی الصَّلَاۃِ۔'' (صحیح مسلم)

''جب تم اسے (گرہن کو) دیکھو تو نماز کی طرف جلدی کرو۔''

البتہ یہ نماز جماعت کے ساتھ نہیں، بلکہ تنہا اپنے طور پر دو رکعت پڑھنا مسنون ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ اپنے گھروں میں پڑھی جائے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نماز استسقاء

استسقاء دعا و استغفار کا نام ہے، اس کے لفظی معنی پانی طلب کرنے کے ہیں۔ یعنی جب پانی کی ضرورت ہو اور پانی نہ برس رہا ہو تو ایسے وقت میں دو رکعت نماز (عام نمازوں کی طرح) پڑھ کر اللہ سے پانی کے لیے دعا کرے۔

ابن ماجہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو لوگ ناپ اور تول میں کمی کرتے ہیں وہ قحط، شدت موت اور بادشاہ کے ظلم میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اگر چوپائے نہ ہوتے تو اُن پر بارش نہ ہوتی۔''

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ قحط اسی کا نام نہیں کہ بارش نہ ہو، بڑا قحط تو یہ ہے کہ بارش ہو اور زمین پر (پھر بھی) کچھ نہ اُگے۔''

سنن اربعہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرانے کپڑے پہن کر، تواضع و خشوع اور عاجزی کے ساتھ (نماز) استسقاء کے لیے تشریف لے گئے۔

(بہار شریعت ج۔ا حصہ چہارم، ص ۳۱۴)

نمازِ استسقاء کا مستحب و مسنون طریقہ:

نمازِ استسقاء پڑھنے کی جب ضرورت ہو تو اس کا اعلان کرا دیا جائے اور بہتر یہ ہے کہ تمام لوگ پھٹے پرانے یا پیوند لگے کپڑے پہن کر نہایت ہی عاجزی و انکساری کے ساتھ ننگے سر، پیدل چلیں، اگر پاؤں میں بھی کچھ نہ پہنا ہو تو بہتر ہے۔ اور جانے سے پہلے خیرات کریں، تین دن قبل روزے رکھیں، توبہ و استغفار کریں۔ پھر کسی میدان یا عیدگاہ میں جائیں اور وہاں دل سے توبہ کریں اور جن کے حقوق کسی کے ذمہ ہوں وہ سب ادا کریں یا معاف کرائیں کمزوروں،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بوڑھوں اور بچوں کے وسیلے سے دعا کریں اور سب آمین کہیں۔

کیونکہ بخاری شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تمہیں روزی اور مدد کمزوروں کے ذریعے سے ملتی ہے اور ایک روایت میں ہے۔ اگر جوان عاجزی کرنے والے اور چوپائے چرنے والے اور بوڑھے رکوع کرنے والے اور بچے دودھ پینے والے نہ ہوتے تم پر شدت سے عذاب کی بارش ہوتی۔''

غرض یہ کہ توجہ رحمت الٰہی کے تمام اسباب مہیا کریں اور میدان یا عیدگاہ وغیرہ میں امام دو رکعت نماز جہر کے ساتھ پڑھائے اور بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورۃ الغاشیۃ پڑھے اور نماز کے بعد زمین پر کھڑا ہوکر خطبہ پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک ہی خطبہ اور خطبہ میں دعا و تسبیح و استغفار کرے اور اثنائے خطبہ میں چادر پلٹ دے یعنی اوپر کا کنارہ نیچے اور نیچے کا اوپر کر دے کہ حال بدلنے کی فال ہے (کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح ہماری حالت بدل دے) خطبہ سے فارغ ہوکر لوگوں کی طرف پیٹھ اور قبلہ کو منہ کر کے دعا کرے۔ بہتر یہ ہے کہ احادیث میں مذکور دعائیں کرے اور دعا میں ہاتھوں کو خوب بلند کرے اور ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف رکھے۔

(عالمگیری مترجم ج۱،ص ۲۴۴، انیسواں باب، بہار شریعت ج۱،ص ۳۱۵ حصہ چہارم، درمختار وغیرہ)

☆ استسقاء کے لیے جماعت جائز ہے مگر جماعت اس کے لیے سنت نہیں ہے۔ چاہیں جماعت سے پڑھیں یا تنہا تنہا دونوں طرح درست ہے۔

(درمختار وغیرہ۔ بہار شریعت ج۱،ص ۳۱۵)

☆ اس میں کوئی اذان و اقامت وغیرہ نہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دعا کے الفاظ

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درج ذیل دعائیں استسقاء کے لیے بیان کی گئی ہیں:

''اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مَرِیْئًا مَرِیْعًا طَبَقًا عَاجِلًا غَیْرَ رَائِثٍ نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ'' (سنن ابن ماجه)

''اے اللہ ہمیں موافق آنے والی، خوش حالی والی، ابھی جلدی، نہ کہ دیر سے، مفید اور نقصان نہ دینے والی بارش عطا کر۔''

''اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا الْغَیْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِیْنَ''

(کتاب الأذکار للنووی)

''اے اللہ! ہمیں بارش دے اور ناامید ہونے والوں میں نہ بنا۔''

''اَللّٰھُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَھَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَأَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ'' (ابو داؤد و ابن ماجه)

''اے اللہ! اپنے بندوں اور جانوروں کو پانی دے اور اپنی رحمت پھیلا دے اور اپنے ویران شہر آباد فرما۔''

''اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُّغِیْثًا مَرِیْئًا مَرِیْعًا نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَیْرَ اٰجِلٍ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ○ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ○ اَللّٰھُمَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَآءُ اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ وَاجْعَلْ مَآ اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَّبَلَاغًا اِلٰی حِیْنٍ۔''

(سنن ابو داؤد ص ۱۶۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''اے اللہ! ہمیں ایسی بارش سے سیراب کر جو ہماری ضرورت بھر ہو، جو خشک زمین کو سیراب کر دے اور سوکھی کھیتی کو شاداب کر دے۔ جو نفع دینے والی ہو، نقصان پہنچانے والی نہ ہو، یہ بہت جلد ہو، اس کے ہونے میں دیر نہ ہو۔ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ اے اللہ! تیرے علاوہ کوئی مالک نہیں، تو غنی ہے اور ہم تیرے محتاج ہیں، ہمارے اوپر بارش برسا اور جو بارش تو برسائے وہ ہماری روزی کا سبب ہو اور کچھ دنوں کی ہماری ضروریات کے لیے کافی ہو۔''

نوافل سفر

سفر کے لیے روانہ ہوتے وقت بھی یہ مستحب ہے کہ آدمی گھر سے دو رکعت نفل نماز پڑھ کر نکلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی شخص اپنے گھر میں ان دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز اپنے پیچھے نہیں چھوڑتا، جو سفر پر روانہ ہوتے وقت پڑھی جاتی ہیں۔'' (طبرانی)

اگر مکروہ وممنوع وقت نہ ہو تو سفر پر روانگی سے قبل اسے اپنا معمول بنا لینا چاہیے۔ اسی طرح سفر کے دوران میں بھی اگر آدمی کسی مقام پر ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو یہ مستحب ہے کہ وہاں پہلے دو رکعت نفل نماز ادا کرے۔

نماز واپسی سفر:

سفر سے واپس آنے پر بھی مستحب یہ ہے کہ دو رکعت نفل نماز مسجد میں ادا کرنے کے بعد آدمی گھر میں داخل ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی سفر سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تشریف لاتے تو پہلے مسجد پہنچ کر دو رکعت نفل نماز ادا فرما لیتے تھے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرِهٖ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ۔ (صحیحین)

''نبی کریم ﷺ جب سفر سے واپسی تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور دو رکعتیں پڑھتے تھے۔''

خیال رہے کہ اگر فرض نمازیں باقی ہیں اور اب تک ادا نہیں کیں تو پہلے ان نمازوں کو ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ کیونکہ فرض و واجبات کے بعد نوافل کا درجہ ہے۔ لہٰذا ان اوقات میں اگر فرض و واجب نمازوں کی قضا کی جائے گی۔ اور ان نفل نمازوں کی نیت بھی کر لی جائے تو باری تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی پر ان نوافل کا ثواب بھی عطا فرما دے۔

ان مندرجہ بالا نفل نمازوں کے علاوہ خوف و ہراس، آفات و مصائب اور رنج و الم کے موقع پر بھی نوافل پڑھنا مسنون ہیں۔ مثلاً سخت طوفانی آندھی آجائے، بارش کثرت سے ہونے لگے، زلزلے آنے لگیں، بجلیاں گریں، عام بیماری اور طاعون پھیل جائے، دشمن کا خوف و ہراس ہو، فساد اور تباہی کا اندیشہ ہو، غرض اس طرح کی تمام آفات و حادثات میں نماز پڑھنا مسنون ہے اور یہ نماز اپنے اپنے طور پر تنہا پڑھنی چاہیے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ آسمان پر ابر آتا، برستا یا بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج رسول پاک ﷺ سنتے تو فوراً دعا میں مشغول ہو جاتے۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، احمد والترمذی)

اللہ رب العزت ہم سب کو ایمان پر استقامت کے ساتھ فرائض و واجبات کی ادائیگی اور اعمالِ صالحہ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

باب سوم
حقوق

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حقوق اللہ

اسلام نے اخلاقی تعلیمات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے،ان میں سب سے پہلے حقوق ہیں پھر فضائل ورضائلِ اخلاق اور آداب ہیں۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر انسان پر نہ صرف دوسرے انسانوں کے بلکہ حیوانوں اور بے جان چیزوں تک کے کچھ حقوق عائد ہوتے ہیں جن کی بجا آوری ہر انسان پر ضروری ہے۔ چونکہ زمین کی ہر شے انسان کیلئے پیدا کی گئی ہے لہٰذا انسان کی یہ ذمہ داری ہے کہ جتنا ممکن ہوسکے وہ اپنی نفع والی چیزوں کی حفاظت کرے اوران سے وہی نفع اٹھایا جائے جس کیلئے اللہ نے اسے پیدا کیا ہے اور ان ہی جگہوں پر خرچ کیا جائے جن میں خرچ کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔اور ہر قسم کے نقصان سے اسے بچایا جائے۔ اسی ذمہ داری کا نام ''حق '' ہے جسکو خود سے ادا کرنا ضروری ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَفِيٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾''

(الذاریات۵۱/۱۹)

''اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور محروم لوگوں کا حق ہے''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ'' (بنی اسرائیل ۱۷/۲۶)

''اور رشتہ دار، مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو''

اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو دولت سے نوازہ ہے تو اس دولت کا تقاضا یہ ہے کہ جن کو یہ نہیں دی گئی ان کو اس میں سے دیا جائے، کیوں کہ یہ ان کا حق ہے اوران میں سب سے مقدم رشتہ دار ہیں، پھر غریب اور مسافر۔

اسی طرح دیگر نعمتوں کے متعلق بھی یہی حکم ہے کہ جس نعمت سے اللہ نے کسی کو نوازہ ہے جس کے پاس وہ نعمت نہیں، اس میں سے اُسے بھی کچھ دے جو محروم ہے۔اور اس نعمت کو ضائع نہ کرے کیوں کہ اسکو ضائع کرنا اسکے حق کے خلاف ہے۔حدیثِ مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ ''تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے ملاقاتی (مہمان) کا بھی تجھ پر حق ہے۔'' ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''بیشک تیری جان کا تجھ پر حق ہے'' تیرے بدن کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں حقوق کی فہرست بہت وسیع ہے۔یعنی انسان کا جتنی بھی چیزوں سے تعلق ہے ان کے حقوق ادا کرنا بھی اس پر لازم ہے۔مثلاً جمادات (پتھر وغیرہ) سے انسان کا تعلق ہے، لہٰذا ان کو بھی بے موقع صرف نہ کیا جائے۔نباتات (درخت وغیرہ) کو نشونما اور تربیت کا موقع فراہم کیا جائے، حیوانات کو بلاضرورت تکلیف نہ پہنچائی جائے اور ان کے آرام کا خیال رکھا جائے۔اور انسانوں کی ہر ضرورت میں مدد کی جائے۔ بلکہ اپنے جسم سے حسب طاقت کام لینا جسم کا حق ہے زیادہ بوجھ ڈالنا اس حق کے خلاف ہے۔

غرض یہ کہ اسلام نے تمام حقوق میں ایک خاص ترتیب دی ہے، جس کا درجہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بڑا ہے اس کے ساتھ تعلیمات کی وابستگی بھی اتنی ہی گہری اور مضبوط ہے۔ مثلاً ایک شخص جو ایک وقت میں ایک ہی کی مدد کرسکتا ہے۔ اسکی ایک غریب بیمار ماں ہے، ایک غریب اور بیمار باپ ہے، ایک غریب اور بیمار بھائی ہے ایک اسی طرح اسکا پڑوسی ہے۔۔۔۔۔۔وغیرہ تو اب وہ کس کی مدد کرے؟ یہاں تدریجی تعلقات کی ترتیب کا سوال پیش آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ تعلقات کے دوہرے تہرے حقوق پہلے ماں کے ہیں، پھر باپ کے ہیں، پھر بھائی کے ہیں، پھر پڑوسی کے ہیں اور پھر ہم وطن وغیرہ کے ہیں اور اسی ترتیب سے اس کا ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ اپنی غریب اور بیمار ماں کو چھوڑ کر کوئی اپنے غریب اور بیمار پڑوسی کی خدمت کیلئے آمادہ ہوجائے، یہ ایثار نہیں بلکہ ظلم ہے۔ ہاں یہ کرسکتا ہے کہ خود مشقت برداشت کرتے ہوئے دونوں کے حقوق ادا کرے لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرسکے تو شرعاً وہ معذور ہے۔

اسی فطری ترتیب کو قرآن نے بیان کیا ہے۔

''وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ'' (النساء/۳۶)

''اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو، اور رشتہ داروں کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور رشتہ دار پڑوسی کے ساتھ اور اجنبی پڑوسی کے ساتھ اور ساتھی کے ساتھ اور مسافر کے ساتھ اور لونڈی وغلام کے ساتھ''

جس طرح اکثر مذاہب نے سب سے زیادہ اہمیت ماں باپ کو دی ہے، اسلام میں بھی یہ اہمیت برقرار رکھی گئی ہے بلکہ اسلامی تعلیمات مکمل وجامع ہیں جن میں کسی کمی کا کوئی احتمال نہیں۔ یہ سب حقوق تو مخلوق کے اعتبار سے ہیں۔ لیکن حق اللہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے اعتبار سے سب سے بڑا اور پہلا حق ظاہر ہے کہ اسی رب کا ہے جس نے انسان کو پیدا کیا، اسے بے شمار نعمتوں اور صلاحیتوں سے نوازا، لہٰذا ایک انسان پر اپنے رب کی بندگی، اسکی شکر گزاری اور اسکے حقوق کی ادائیگی اوّلین ذمہ داری ہے۔

یہاں پہلے حقوق اللہ کے حوالے سے ہی گفتگو کی جارہی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مسلمان جانتا ہے کہ ماں کے رحم میں نطفہ کی صورت میں ٹھہرنے سے لے کر تدریجی مراحل طے کر کے اللہ عزّوجل کے ہاں چلے جانے تک اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات اور نعمتیں اس کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے جو اس کی شان کے مطابق ہو اور اپنے اعضاء اس کی اطاعت کے کاموں میں لگائے رکھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۷۸'' (النحل ۱۶/۷۸)

''اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں نکالا ہے تمھاری ماؤں کے شکموں (پیٹوں) سے اس حال میں کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور بنائے تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل تاکہ تم (ان بیش بہا نعمتوں پر) شکر ادا کرو۔''

پھر ارشاد فرمایا:

''وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ'' (طٰہٰ ۲۰/۱۳۲)

''اور حکم دیجئے نماز کا اپنے گھر والوں کو اور خود بھی اسکی پابندی کیجئے۔ ہم تجھ سے روزی کا سوال نہیں کرتے بلکہ تجھے ہم ہی رزق دیتے ہیں۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایمان باللہ

حقوق اللہ میں سب سے پہلے بندے کو اپنے رب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ایمان (اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ) زبان سے اقرار کرنے اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔

اور ایمان باللہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واحد و یکتا ہونے، اس کے خالق و مالک ہونے، اس کے پروردگار اور حاجت روا ہونے کا زبان سے اعتراف کیا جائے اور دل کی گہرائیوں سے اس کی تصدیق کی جائے۔ اور اس کو اس کی ذات وصفات میں یکتا مانا جائے۔ نیز کوئی اس کی مثل ہے، نہ ہوسکتا ہے۔

ایمان باللہ کے تقاضے

زبان کے اقرار و اظہار کے ساتھ ایمان باللہ کے کچھ تقاضے ہیں جن کو پورا کرنے سے تصدیق درست ہوتی ہے۔ اگر ان تقاضوں کو ٹھیک ٹھیک پورا کیا جائے تو ایمان کی تکمیل ہوجاتی ہے اور ان کو نظر انداز کیا جائے تو ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔

محبتِ الٰہی

ایمان باللہ کا سب سے پہلا حق و تقاضہ یہ ہے کہ ربِ کائنات سے ہر چیز سے بڑھ کر محبت کی جائے۔

ارشادِ ربانی ہے:

''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط'' (البقرہ۲/:۱۶۵)

''اور ایمان والے سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرتے ہیں۔''

اس آیتِ مقدسہ میں ایمان والوں کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ ان کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دلوں میں اللہ کی ذات سے بے پناہ محبت اور قلبی تعلق ہوتا ہے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے اور میرے بندوں کے درمیان درحقیقت جو رشتہ ہے وہ محبت اور الفت کا رشتہ ہے۔ میرے مؤمن بندے مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔

بندۂ مؤمن میرے سوا کسی اور کی محبت اپنے دل میں نہیں سموسکتا، اس دل سے ہر محبت اور ہر تعلق حرفِ غلط کی طرح مٹ جاتا ہے۔ بیوی بچوں، بہن بھائیوں، رشتہ داروں اور دوستوں کی محبتیں اس عظیم محبت کی تابعدار ہوجاتی ہیں۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

''مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ۔'' (ابو داؤد)

''جس نے اللہ کے لیے (دوسروں سے) محبت اور دشمنی رکھی، اور اللہ کے لیے کسی کو دیا، یا نہ دیا تو اس نے اپنے ایمان کو کامل کرلیا۔''

محبتِ خداوندی درحقیقت وہ مرکز ہے جس کے گرد سب محبتیں دست بستہ (ہاتھ باندھے) کھڑی ہونی چاہئیں، تبھی ایمان مکمل ہوگا۔

اطاعتِ الٰہی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝۱۵۵''

(الانعام ۶/۱۵۵)

''اور یہ کتاب ہم ہی نے اتاری ہے جو برکت والی ہے، تم اس کی پیروی کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ''

(آل عمران ۳/۳۱)

''(اے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ فرما دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، پھر اللہ تمھیں اپنا محبوب بنا لے گا۔''

سچی اور بے لوث محبت اسی کو کہا جاتا ہے کہ آدمی ہر حال میں اس کام کو کر گزرے جس کو کرنے کا محبوب نے حکم دیا ہے اور اس کام سے رُک جائے جس سے اس نے منع کیا ہے۔ اگر محبوب کی پسند اپنی پسند، اس کی نفرت اپنی نفرت نہ بنے تو محبت کے اس دعوے کو جھوٹ اور ریاکاری (دکھاوا) تو کہا جا سکتا ہے کامل اور حقیقی محبت ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ محبتِ الٰہی کی تکمیل اسی وقت ہو سکتی ہے جب اطاعتِ الٰہی پر پوری طرح توجہ دی جائے۔

حدیث مبارکہ ہے:

''مَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصٰى مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ۔'' (صحیح بخاری)

''جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی اس نے رب کائنات کی اتباع (وتابعداری) کی۔ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی، اس نے خدا کی نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی اچھے اور برے لوگوں کے درمیان امتیاز کا معیار ہے۔''

توکل علی اللہ

ایک بندۂ مومن کے لیے لازم ہے کہ وہ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بھروسہ اور اعتماد رکھے قرآنِ حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول کو اللہ تعالیٰ نے بیان کیا:

''وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ﴿۸۴﴾'' (یونس ۱۰/۸۴)

اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم اسلام رکھتے ہو۔''

یعنی ہر حالت میں انسان اپنے تمام تر اعتماد کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھے۔

توکل اسباب اختیار کرنے کے باوجود ان پر اعتماد نہ کرنے اور فقط اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے کا نام ہے۔ اسلام ہمیں یہ تلقین کرتا ہے کہ ہم اسباب اور وسائل سے ضرور استفادہ کریں۔ انھیں ضروریاتِ زندگی سمجھ کر کام میں لائیں۔ مگر ہمارا آخری بھروسہ اور اعتماد اسباب و وسائل پر نہ ہو، بلکہ ربِ کائنات کی ذات پر ہو۔ مثلاً ایک شخص بیمار ہوجاتا ہے وہ ڈاکٹر کے پاس ضرور جائے، دوا ضرور لے۔ ہاں شفا دینا اللہ کا کام ہے۔ بندے کا کام تھا ذرائع اور اسباب کو استعمال کرنا، اس نے یہ کرلیا، باقی معاملہ اللہ پر چھوڑ دے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

''عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْا خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا۔'' (ریاض الصالحین باب فی الیقین والتوکل)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو جیسا کہ توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمھیں اس طرح رزق دے جس طرح پرندوں کو دیتا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے۔ کہ صبح بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر (پیٹ بھر کر) واپس آتے ہیں۔"

اخلاص

یعنی ہر کام خالصتاً اللہ کی رضا جوئی کے لیے کیا جائے۔ دکھلاوے وریا کاری کے کام بارگاہِ رب العزت میں قابلِ قبول نہیں ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ"

(الحج ۲۲/۳۷)

"اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون، ہاں تمھاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔"

سرکار دو جہاں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَامِكُمْ وَلَآ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ۔" (صحیح مسلم، ریاض الصالحین)

" اللہ تعالیٰ نہ تو تمہارے جسموں کی طرف دیکھتا ہے اور نہ ہی تمہاری صورتوں کی طرف بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے"

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مجھے تمہارے لیے جس چیز کا خوف ہے وہ شرکِ اصغر ہے۔ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا ریا (دکھاوا)۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دیتے وقت فرمائے گا کہ تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کو دنیا میں تم اعمال دکھانے کے لیے کرتے تھے۔ کیا تمھیں ان سے بھلائی مل سکتی ہے؟ (تنبیہ الغافلین ص ۱۷)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نیز ارشاد ہے:

''مَنْ تَزَوَّجَ بِصَدَاقٍ لَا يَنْوِيْ اَدَاءَهٗ فَهُوَ زَانٍ وَمَنْ اَدَانَ دَيْنًا وَهُوَ لَا يَنْوِيْ قَضَاءَهٗ فَهُوَ سَارِقٌ۔'' (مسند احمد ماخوذ از منہاج المسلم ص ۱۳۹)

''جو مہر (مقرر کر) کے نکاح کرتا ہے (اور) اس کی ادائیگی کا ارادہ نہیں رکھتا تو وہ زانی ہے، اور جو قرض لیتا ہے اور ادا نہیں کرنا چاہتا تو وہ چور ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ دل میں اخلاص اگر نہ ہو تو بری نیت اپنی جگہ بنالیتی ہے اور پھر ایک جائز کام بھی بری نیت کی بنا پر ناجائز ہو جاتا ہے۔ سچے ارادہ کا نام نیت ہے۔ جس سے اللہ کی رضا مطلوب ہو اور اس کے احکام کی تعمیل مقصود ہو ریاکاری نہ ہو، یہی اخلاص ہے۔

امید رکھنا

بندۂ مومن ہمیشہ اپنے رب سے امیدِ خیر رکھے اور اسکی ذات پر کامل بھروسہ کرے کہ اسکی ہر طرح کی مشکلوں کو اللہ دور کردے گا، قرآن مجید میں ایک بندۂ مومن کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ اس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا جب وہ نہ مانے تو اس نے کہا

''وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا'' (المؤمن ۴۰/۴۵،۴۴)

''اور میں اپنے کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں بیشک اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس نیک بندے کو ان کی بری تدبیروں سے محفوظ فرمایا۔''

خوف و رجاءٔ (امید) دراصل دو مقاموں کی طرف لے جانے والے دو راستے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہیں ۔خوف علماءؒ کو مقامِ علم کی طرف لے جانے والا راستہ ہےاور رجاءؒ عبادت کرنے والوں کومقام عاملین کی طرف لےجانے والا ایک راستہ ہےامید اور تمنا میں فرق یہ ہے کہ تمنا کرنے والے میں سستی اور کاہلی پیدا ہوتی ہے چناچہ وہ کوشش نہیں کرتا جبکہ امید رکھنے والا ہمیشہ کوشش وسعی میں رہتا ہے۔جولوگ اعمالِ صالح کے ساتھ ساتھ امید رکھتے ہیں انہیں خوف کی وجہ سے امید میں قوت حاصل ہوتی ہے۔جسطرح پرندہ دو بازوؤں کے درمیان ہوتاہےاسطرح ایک مومن ہمیشہ امید اورخوف کے درمیان رہتا ہے۔

(اسلامی تربیتی نصاب ج ۲ ص ۱۱۳۲ تا ۱۱۴ ملخص)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ يَقُوْلُ لَا يَمُوْتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللهِ عَزَّوَجَلَّ۔''

(ریاض الصالحین بحوالہ مسلم)

''انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک سے تین دن پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،تم میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسنِ ظن کے بغیر نہ مرے۔''

حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً۔''

(رواہ الترمذی ماخوذ از ریاض الصالحین باب فضل الرجا)

''اے انسان! اگر تو زمین بھر گناہ کر لے پھر میرے پاس آئے اور مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ تونے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتو میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زمین بھر مغفرت کے ساتھ تجھے ملوں گا۔''

منقول ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا! اللہ سے ایسے خوف کھا کہ تو اسکی گرفت سے بے خوف نہ ہو اور اپنے خوف سے زیادہ اس سے امید رکھ۔ اس نے عرض کیا میں یہ کیونکر کرسکتا ہوں میرا تو ایک ہی دل ہے؟ فرمایا تمہیں خبر نہیں کہ مومن دو دل والے کی طرح ہوتا ہے، ایک کے ساتھ ڈرتا ہے اور دوسرے سے امید رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان کے دو اوصاف ہیں ۔خوف اور امید۔ اور مومن کا دل ان دونوں میں سے کسی ایک سے بھی خالی نہیں ہوتا گویا یہ دو دلوں والے کی طرح ہوا۔ امید اور خوف دونوں ایسے ملے ہوئے ہیں جیسے کہ رات سے دن، کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے۔ (اسلامی تربیتی نصاب ج۲ص۱۱۳۵ بالتغیر)

خوفِ الٰہی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا'' (بنی اسرائیل۱۷/۱۰۹)

''اور روتے ہوئے ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خُطْبَةً مَّا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ فَقَالَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا۔ قَالَ فَغَطّٰى اَصْحٰبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وُجُوْهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ۔ متفق علیہ

(ریاض الصالحین باب فضل البکا من خشیۃ اللہ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ایسا خطبہ دیا جس کی مثل ہم نے کبھی نہیں سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمھیں اس کا علم ہوتا تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔ راوی فرماتے ہیں (یہ سن کر) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا اور رونے لگے۔''

اسحاق بن خلف رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ خائف (ڈرنے والا) وہ نہیں جو روکر اپنی آنکھوں کو پونچھ ڈالے حالانکہ وہ گناہ کا مرتکب ہو، بلکہ خائف وہ ہے جو اپنے رب کے خوف سے گناہ ترک کردے۔

(اولیاء اللہ کے اخلاق، ص ۱۱۱)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خوفِ خدا سے کتنے لرزاں وترساں رہتے تھے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعظ فرمایا، جس سے دل نرم ہوگئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے اُٹھکر جب میں گھر آیا، بیوی بچے آئے اور کچھ دنیا کی باتیں شروع ہوگئیں اور وہ حالت جاتی رہی جو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں تھی اچانک خیال آیا کہ پہلے میں کس حالت میں تھا، اب کیا ہوگیا، میں نے اپنے دل میں کہا تُو تو منافق ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تو وہ حال تھا اور اب گھر میں آکر یہ حالت ہوگئی، میں اس پر افسوس وغم کرتا ہوا اور یہ کہتا ہوا گھر سے نکلا کہ حنظلہ رضی اللہ عنہ تو منافق ہوگیا۔

سامنے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لارہے تھے، میں نے ان سے عرض کیا کہ حنظلہ رضی اللہ عنہ تو منافق ہوگیا، وہ سنکر فرمانے لگے سبحان اللہ! کیا کہہ رہے ہو، ہرگز نہیں۔ پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنظلہ رضی اللہ عنہ تو منافق ہوگیا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہوئی؟ میں نے عرض کیا جب ہم لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت ودوزخ کا ذکرفرماتے ہیں،تب ہم ایسے ہوجاتے ہیں کہ گویا وہ ہمارے سامنے ہےلیکن جب ہم خدمتِ اقدس سے اُٹھکر چلے جاتے ہیں اور جاکر بیوی بچوں اور گھر بار(میں مصروف ہو) جاتے ہیں تو بھول جاتے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے،اگرتمہاری ہر وقت وہی حالت رہےجیسا کہ میرے سامنے ہوتی ہےتو فرشتے تم سے راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں اور تمہارے گھروں اور بستروں پرتمہاری زیارت کریں۔لیکن اے حنظلہ رضی اللہ عنہ گاہے گاہے،آہستہ آہستہ۔ (تنبیہ الغافلین مترجم ص ۳۳۷،توصیف پبلیکیشنزلاہور)

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اکثر راتوں کو مدینہ طیّبہ کی گلیوں میں گشت کیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ دورانِ گشت جب ایک گھر کے پاس سے گزرے تو آواز آئی ،بیٹی دودھ نکالنے کا وقت ہوگیاہے،دودھ نکالواور دودھ میں تھوڑا پانی ملادینا تاکہ زیادہ ہوجائے۔بیٹی نے جواب دیا کہ امّاں امیر المؤمنین نے پانی ملانے سے منع کیاہے۔ماں کہنے لگی ،بیٹی امیر المؤمنین کونسا تجھے دیکھ رہے ہیں،وہ تو اپنے گھرمیں سورہے ہونگےاور انہیں تو تمہارے پانی ملانے کی خبر بھی نہیں ہوگی۔بیٹی نے کہاامّاں جان ٹھیک ہے،ہوسکتاہے کہ امیر المؤمنین کو پتہ نہ چلے لیکن اللہ تو دیکھ رہاہےلہٰذا میں یہ کام نہیں کرسکتی۔سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ یہ سب گفتگوسن رہے تھے،اگلے دن آپ نے اس گھر کے بارے میں معلومات لیں اور ان کے ہاں اپنے صاحبزادے کارشتہ اُس لڑکی کیلئے بھیج دیا،اسطرح اہل خانہ کی رضامندی سے اُس لڑکی کا نکاح آپ کے صاحبزادے سے ہوااور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اُسی لڑکی کی نسل سے بعد میں امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے جنہیں عمرِ ثانی کہا جاتا ہے۔اس واقعہ سے پتہ چلا کہ دل میں خوفِ خدا پیدا ہوجائے تو رات کے اندھیرے اور گھُپ تاریکیاں وتنہائیاں بھی انسان کو راہِ راست سے نہیں بھٹکا سکتیں۔ (۱۰۰منتخب اسلامی حکایات ص۱۷۸،۱۷۹)

حدیثِ قدسی میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ:

''میرے بے شمار بندے ایسے ہیں جو مجھ سے محبت کرتے ہیں، میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ وہ میرے مشتاق رہتے ہیں، میں ان کا مشتاق رہتا ہوں۔ وہ میری ملاقات کے آرزومند رہتے ہیں، میں ان کی ملاقات کا متمنی رہتا ہوں۔ وہ مجھے تکتے رہتے ہیں، میں ان کو تکتا رہتا ہوں۔عرض کیا گیا، کہ ان کی پہچان کیا ہے؟ فرمایا، ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ راتوں کو دن پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس طرح کے دن پر رات کے سائے پھیلنے شروع ہو جاتے ہیں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ملاقات کی گھڑی آن پہنچی ہے۔ وہ رات کی طرف اس طرح کشاں کشاں دوڑتے چلے آتے ہیں جس طرح دن کے تھکے ماندے پرندے رات کو اپنے اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹتے ہیں یا جس طرح ریوڑ اپنے گھروں کو واپس دوڑتے ہیں۔ جب رات پُرسکون ہو جاتی ہے وہ آرام چھوڑ کر، اپنے پہلوؤں کو نرم وگداز بستروں سے محروم کرکے میرے سامنے سجدہ ریز ہوجاتے ہیں۔ پھر وہ تمام شب مجھ سے ہم کلام رہتے ہیں۔ اپنی نگاہ سے مجھے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ میری محبت کا کبھی کوئی گلہ نہیں کرتے۔ وہ کبھی قیام کی حالت میں مجھے پکارتے ہیں، تو کبھی سجدے کی حالت میں۔ ان کی ساری رات اسی طرح بسر ہوجاتی ہے۔ میں ایسے انسانوں کو ان کی عبادت کا صلہ کیا دیتا ہوں؟ میں انھیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ صلہ دیتا ہوں کہ پھر میں ان کے قریب تر ہوجاتا ہوں اور اپنے نور میں سے ایک نورانی شمع ان کے دل میں روشن کردیتا ہوں۔ وہ اس نورانی شمع سے مجھے اس طرح پہچان لیتے ہیں جس طرح میں ان کو پہچان لیتا ہوں۔ میری یاد ان کے دلوں میں گھر کرلیتی ہے۔ پھر میں انھیں اس محبت کے صلے میں وہ مقام اور متاع عطا کرتا ہوں کہ اگر آسمان سے زمین تک، عرش معلیٰ سے تحت الثریٰ تک ساری کائنات ایک پلڑے میں رکھ دی جائے اور دوسرے میں وہ قرب کی دولت رکھ دی جائے جو میرے ساتھ محبت کے صلے میں انھیں نصیب ہوتی ہے تو دوسرا پلڑا جھک جائے گا۔''

(اسلامی تربیتی نصاب ج،۱ص۸)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: جانتے ہو اللہ عزوجل کا حق بندوں پر کیا ہے؟ آپ جواب دیتے ہیں اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اسی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ (ابنِ کثیر)

اللہ رب العزت ہمیں صحیح معنوں میں حقوق اللہ کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی محبت وخوشنودی کی دولت سے مالا مال فرمادے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حقوق الرسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جس طرح حقوق اللہ ہیں اسی طرح ہر مسلمان پر کچھ خصوصی حقوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی ہیں۔اور وہ اتنے اہم ہیں کہ جب تک ان کو ادا نہ کیا جائے اس وقت تک وہ کامل مسلمان نہیں بن سکتا۔قرآن شریف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (الاعراف،۷/۱۵۷)

''پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اور تعظیم کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور امداد کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور پیروی کی اس نور کی جو اُتارا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ، وہی (خوش نصیب) کامیاب اور کامران ہیں۔''

اس آیتِ مبارکہ میں چند حقوق یہ بیان ہوئے ہیں کہ:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا جائے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کی جائے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد وحمایت کی جائے۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو کتاب نازل کی گئی ہے اس کی اتباع و پیروی کی جائے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ سے والہانہ عشق ومحبت جانِ ایمان ہے۔

ایمان بالرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حقوقِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے بنیادی حق، حقِ ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کی جانب سے بھیجا گیا پیغمبر تسلیم کیا جائے۔ اور ان کی ہر بات کو حق اور منجانب اللہ مانا جائے۔ یہ صرف زبان کے اقرار سے کافی نہیں ہوگا بلکہ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ کے مصداق زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کی جائے۔ اگر کوئی شخص صرف زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے، وہ شخص منافق ہے۔ جیسے مدینۂ منورہ میں منافقین زبان سے یہ اقرار کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں لیکن ان کے دل تصدیق سے غافل تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جہنم کے سب سے نچلے حصے کا حقدار ٹھہرایا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رِسالت پر ایمان لانا فرض ہے۔ اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا۔

(فتح ۴۸/ ۱۳)

''اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لایا۔ پس تحقیق ہم نے کافروں کے لیے آگ تیار کی ہوئی ہے۔''

اس آیت میں بتایا دیا گیا ہے جو شخص ایمان باللہ اور ایمان بالرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا جامع نہ ہو، وہ کافر ہے۔ نیز ارشاد ہے:

يَآيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ط (النساء ۴/۱۷۰)

''اے لوگو! تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گیا ہے۔ پس تم اس پر ایمان لے آؤ (اسی میں) تمھاری بھلائی ہے۔''

حدیث مبارکہ میں ہے:

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَيُؤْمِنُوْا بِيْ وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ۔ (ضیاء النبی ﷺ ج۵، ص۹۴۹)

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جنگ کروں یہاں تک کہ وہ اس امر کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میری نبوت پر ایمان لائیں اور جو کتاب مقدس میں اپنے رب کی طرف سے لایا ہوں اس پر بھی ایمان لائیں۔''

تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط (فتح ۴۸/۹)

''اور اس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعظیم و توقیر کرو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کے واجب ہونے کی تعلیم دی ہے۔ (سیرتِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۴۴۲)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

(الحجرات ۴۹/۱)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''اے اہلِ ایمان! (کسی بھی عمل کرنے میں) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہل نہ کرو۔''

نیز ارشاد خداوندی ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ (الحجرات ۲/۴۹)

'' اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ اور ان سے (اس طرح بے تکلفانہ انداز میں) پکار پکار کر بات نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ ایسا کرو گے تو تمھارے سب اعمال غارت (برباد) ہوجائیں گے اور تمھیں خبر بھی نہ ہوگی۔''

اس سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں معمولی سی بے ادبی جو صرف آواز بلند کرنے سے ہوسکتی ہے، ساری زندگی کے نیک اعمال اورعبادات کو برباد کردیتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان دولتِ ایمان سے محروم ہوجاتا ہے۔

نیز اِرشاد ہے کہ:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط

(النور ۲۴/۶۳)

''تم رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس طرح نہ پکارا کرو جیسے ایک دوسرے کو آپس میں پکارتے ہو۔''

یہی وجہ ہے کہ ربِ کائنات نے قرآن حکیم میں جہاں کہیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ نامی لیا ہے۔ وہاں بڑے پیار ومحبت سے پکارا ہے۔کبھی وہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ کہہ کر پکارتا ہے۔ کبھی یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ، کبھی یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ، کبھی یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ، کبھی یٰسٓ، کبھی طٰہٰ، کبھی رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ جبکہ دیگر تمام انبیاء کرام علیہ السلام کو ہمیشہ نام لے کر مخاطب کیا ہے۔ مثلاً یا آدم، یا نوح، یا ابراہیم، یا موسیٰ، یا داود، یا عیسیٰ (علیہم السلام)۔

یہی وجہ ہے کہ عام طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نام لے کر پکارنے کی بجائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے القاب سے پکارنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی میں پاسِ ادب ہے۔ (اسلامی تربیتی نصاب ج۱، ص ۱۰۴)

کہتے ہیں محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے غلام ایاز کے لڑکے کا نام محمد تھا۔ محمود غزنوی جب بھی اس کو بلاتے، نام لے کر محبت سے بلاتے۔ ایک روز نام نہیں لیا اور ''ایاز کے بیٹے'' کہہ کر پکارا۔ ایاز کو کھٹکا ہوا کہ کہیں بادشاہ لڑکے سے کسی وجہ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ وجہ دریافت کرنے پر محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، دراصل بات یہ تھی کہ میرا اس وقت وضو نہیں تھا اور بغیر وضو یہ نام لینا کمال بے ادبی ہے۔

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

ہر مؤمن پر لازم ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرے۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ (التوبۃ ۹/۲۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''(اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ فرما دیجیے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ کاروبار، اندیشہ کرتے ہو جن کے نقصان کا، اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو، زیادہ پیارے ہیں تمہیں اللہ تعالیٰ سے، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو، یہاں تک کہ لے آئے اللہ تعالیٰ اپنا حکم، اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو نافرمان ہے۔''

اس آیتِ طیبہ کے بعد کسی دوسری دلیل کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو ثابت کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے سخت سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ جن کا مال، اہل وعیال اور اولاد، انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ پیارے ہوں گے تو ان کو فرمایا انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے اور تمھیں تہس نہس کردے، پھر ایسی قوم کو فاسق کہا گیا ہے۔ (ضیاء النبی ج۵،ص۹۵۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (صحیح بخاری ج۱ص۷، صحیح مسلم ج۱ص۴۹)

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔''

کیونکہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان بالرسالت کی بنیاد ہے اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس پر محبت کی بیعت کیا کرتے تھے۔ جیسے حضرت صفوان بن قدامہ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اپنا دستِ اقدس میرے آگے کیجیے؟ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس آگے بڑھایا تو انہوں نے بیعت کرتے ہوئے عرض کیا

یَارَسُوْلَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنِّیْ اُحِبُّكَ۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے۔''

قَالَ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ: (الشفاء ج۲ص۲۰)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اُسے محبت ہوگی۔

(اسلامی تربیتی نصاب ج۱،ص ۱۰۲)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ساری عمر مدینہ میں رہے۔ ہمیشہ مدینہ کی گلیوں میں ننگے پاؤں چلتے اور گلیوں کے درمیان نہ چلتے۔ حقیقت حال پوچھی گئی تو فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں جوتا پہن کر چلنا بے ادبی ہے اور گلیوں کے درمیان میں اس لیے نہیں چلتا کہ کہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدمِ مبارک کی جگہ میرا پاؤں نہ آجائے اور بے ادبوں میں نہ شمار ہوجاؤں اور میرے سارے اعمال ضائع نہ ہوجائیں۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن تھے۔ اپنی ساری زندگی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گزار دی۔ کفار کی سختیاں جھیلیں مگر عشق و مستی نے بار بار تپتی ہوئی ریت پر یہی اعلان کیا کہ دنیا بدل سکتی ہے، جان جاسکتی ہے، سب کچھ ہوسکتا ہے، مگر محبت کے معیار میں کمی نہیں ہوسکتی۔ جتنی سزا دو گے، اتنی ہی محبت بڑھے گی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے پانی کو نیچے نہیں گرنے دیتے تھے بلکہ اپنے چہروں پر مَل لیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

موئے (بال) مبارک حاصل کرنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تڑپتے تھے اور ایک موئے مبارک ان کو مل جائے تو، اسے دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر سمجھتے تھے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید نے دعوت دی۔ آپ چیف جسٹس کی حیثیت سے دعوت میں شریک ہوئے۔ ایک شخص بولا مجھے کدّو پسند نہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، جن کے دل میں عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ''تو نے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدہ چیز کے خلاف زبان چلائی ہے، توبہ کر! ورنہ سر قلم کر دوں گا۔'' اس کی توبہ پر معاف کر دیا۔

نصرت وحمایتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَنَصَرُوْهُ (الاعراف/ ۱۵۷)

''اور انھوں نے اس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امداد کی۔''

جو شخص حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور اقرار وتصدیق کرے اس کے لیے لازم ہے کہ اب فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں، دعوت وتبلیغ کی راہِ خار زار میں، حق و باطل کے معرکہ کار زار میں اور جہاد و قتال فی سبیل اللہ میں وہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست و بازو بنے۔

جہاں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک گرے وہاں خون بہانا فخر وسعادت سمجھے، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کی تکمیل کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دے، اس کا مرنا اور جینا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی اشاعت وتبلیغ کے لیے ہو۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قرآنِ حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ (التوبۃ۹/۳۳)

''وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ہدایت اور دینِ حق کو تمام ادیان پر غالب کردے۔''

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو دین عطا فرما کر بھیجا ہے اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرنے کے لیے بھیجا ہے، اب یہ امتِ مسلمہ کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو، پوری دنیا، ہر ملک، ہر کُوچہ وگلی اور ہر گھر میں پہنچائے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً۔

(ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل)

''پہنچاؤ مجھ سے (میری باتوں کو) خواہ ایک ہی آیت ہو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام دوسروں تک پہنچانا ہر مسلم کا فریضہ ہے۔ جو اسے بخوبی سرانجام دینا چاہیے۔

اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرآنِ کریم کی بہت سی آیات میں اللہ نے اپنے بندوں کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا۔ چنانچہ امت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و اتباع واجب ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (انفال ۸/۲۰)

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔''

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ (آلِ عمران ۳/۳۲)

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیجیے! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔''

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء ۴/۸۰)

''جو اطاعت کرے گا رسول (مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تو اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی۔''

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کام سے منع فرماتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ اور اسی کام کا حکم دیتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

(الحشر ۵۹/۷)

''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو (کچھ) تمھیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع فرمائیں، اس سے تم رک جاؤ۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى۔

''میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔''

عرض کی گئی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا: جس نے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا، وہ جہنم کا مستحق ہوا۔ (ضیا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج۵،ص۹۵۱)

تاریخِ اسلامی نے اطاعت و فرمانبرداری کی عجیب مثال محفوظ کی ہے۔ شراب کے حرام ہونے کا حکم آیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منادی (اعلان) کرادی۔ کہتے ہیں کہ اعلان کرنے والا جہاں جہاں پہنچا۔ شراب کا دور جہاں تھا، وہیں رُک گیا۔ مٹکے پھوڑ دیئے۔ جام توڑ دیئے اور مدینہ کی گلیوں میں شراب یوں بہتی تھی جیسے بارش کا پانی بہتا ہو اور اس کے بعد کوئی اس کو ہاتھ تک نہیں لگاتا تھا۔

اِتباعِ قرآن حکیم

حقوقِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی گئی کتاب قرآن حکیم کی اتباع کی جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: کہ

وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ (الاعراف/۱۵۷)

''اور اتباع کیا اس نور کا یعنی قرآن کا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترا۔''

مسلم شریف کی حدیث میں خطبہ حجۃ الوداع کے اختتامی اور آخری الفاظ یہ ہیں:

وَقَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ فَلَنْ تَضِلُّوْا اَبَدًا كِتَابُ اللّٰهِ۔

''اور میں تمھارے درمیان وہ چیز چھوڑے جارہا ہوں جس کو اگر تم مضبوطی سے تھامے رہو گے، تو تا ابد (کبھی) گمراہ نہیں ہوگے، وہ چیز ہے کتاب اللہ۔''

یہی اللہ کی کتاب ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حَبْلُ اللّٰهِ (اللہ کی رسی) سے تعبیر کیا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب تک ہمارے اسلاف نے قرآن کے قانون پر عمل کیا تو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دولت وعزت میں ان کا کوئی ہم پلہ اور ہم سر نہ تھا، اور جب سے اس قانون کی حدود سے ہم نے باہر قدم رکھنا شروع کر دیا ہم ہر لحاظ سے روز بروز گرتے چلے گئے۔

علامہ محمد اقبال (رحمۃ اللہ علیہ) نے کیا خوب فرمایا ہے:

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

ختمِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں یہ اعتقاد ہونا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی خاص علاقہ یا قوم کے لیے تشریف نہیں لائے، بلکہ پوری کائنات کے لیے تشریف لائے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت جس طرح عالمگیر ہے، اسی طرح ہمیشہ کے لیے بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نئے رسول یا نبی کی ضرورت نہیں ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (الاحزاب ۳۳/۴۰)

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ ہاں! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے'' (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی)۔

فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ (مسند احمد و صحیح ابن حبان)

''میں اللہ کا بندہ اور نبیوں (کے سلسلۂ نبوت) کو ختم کرنے والا ہوں۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نیز اِرشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ۔

(مسند احمد وسنن الترمذی)

''سلسلۂ رسالت و نبوت منقطع ہو چکا ہے، چنانچہ میرے بعد کوئی رسول ہے نہ نبی۔''

اللہ رب العزت ہمیں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوقِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی صحیح معنوں میں ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت و تعظیم اور اتباع کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حقوق الوالدین

والدین اولاد کے لیے گراں قدر سرمایہ ہیں۔ کیونکہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ بالکل بے سہارا، لاچار و مجبور ہوتا ہے۔ لیکن یہ ربِ کائنات کی ذات ہی ہے جو والدین اوراس بچہ کے قرابت داروں میں اس بچے کی محبت پیدا کر دیتی ہے۔ اور ماں باپ خصوصاً ماں اپنے آپ کو بھی بھول کر صرف اس بچے کی خدمت میں مصروف ہوجاتی ہے۔ وہ گرمی، سردی، بھوک، پیاس، تکلیف، درد، پریشانی اور ہر طرح کے کاموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے بچے کی حفاظت کرتی ہے۔

وہ اپنی نیند تک اس کے لیے قربان کر دیتی ہے۔ بچے کو تھوڑی سی تکلیف ہو تو وہ تڑپ اٹھتی ہے۔ اسے چین نہیں ملتا، وہ بے سکون ہوجاتی ہے۔ وہ اپنے بچے کو ہر حالت میں خوش دیکھنا چاہتی ہے۔ لیکن یہ اولاد ہے کہ جب بڑی ہوتی ہے تو اپنے والدین کی کچھ پرواہ نہیں کرتی، ان کی نافرمانی کرنے لگتی ہے۔ ان کی خدمت سے بے زار ہوجاتی ہے۔ جبکہ ہمارے دین نے ہمیں والدین کے بارے میں بہت زیادہ تاکید کی ہے اور والدین کی خدمت، عزت، اور اطاعت پر خصوصی توجہ دلائی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قرآنِ حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ (بنی اسرائیل۱۷/ ۲۳،۲۴)

''اور تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اگر ان دونوں میں سے ایک یا دونوں تیرے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انھیں اُف تک نہ کہو اور نہ انھیں جھڑکو اور ان کے ساتھ نرمی سے بات کرو۔ اور ان کے لیے رحمت کا بازو پھیلا دو (یعنی مہربانی کرو اور اپنے رب سے دعا کرو) یہ کہو کہ ''اے رب! ان پر رحم کر جس طرح انھوں نے بچپن میں مجھے شفقت اور محبت سے پالا ہے۔''

ایک جگہ ارشاد ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ (لقمان۳۱/ ۱۴)

''اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں (اچھا سلوک کرنے کی) وصیت کی ہے کہ اس کی ماں نے اسے کمزوریوں میں اُٹھایا اور دو سال تک دودھ پلایا۔ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ (تم کو) میری طرف لوٹنا ہے۔''

ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ (العنکبوت۲۹/ ۸)

''اور ہم نے انسان کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرے اور (اے مخاطب) اگر وہ تجھ پر یہ دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ٹھہرا جس کا تجھے علم نہیں ہے۔ تو تو ان کا کہنا نہ مان۔''

پھر ارشاد فرمایا:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾ (احقاف۴۶/۱۵)

''اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے، اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اسے (پیٹ میں) اُٹھایا اور تکلیف کے ساتھ اسے جنا اور اس کو (پیٹ میں) اُٹھانا اور اس کا دودھ چھوڑنا تیس ماہ میں ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا، اور (اس کے بعد) چالیس برس کا ہوگیا، تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمایا اور اس پر کہ میں تیری پسند کے نیک کام کرتا رہوں، اور میری اولاد میں نیکی رکھ دے، بے شک میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں (تیرے) فرمانبرداروں میں سے ہوں۔''

نمونہ کے طور پر یہ آیات پیش کی ہیں ورنہ بکثرت آیات میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ والدین اپنا سب کچھ بچے پر خرچ کر ڈالتے ہیں، یہاں تک کہ بعض اوقات نادار و مفلس ہوجاتے ہیں۔ اس کی تعلیم، کپڑے، خوراک، شادی، خوشی الغرض اس کی ہر جائز خوشی کے لیے وہ سب کچھ کرنے کو تیار رہتے ہیں لیکن جب اولاد کی باری آتی ہے۔ بچہ برسرِروزگار ہوتا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے اور بچے کے والدین بوڑھے ہوجاتے ہیں۔(پہلے بچہ ماں باپ کا محتاج تھا کہ انھوں نے اپنی طاقت کے مطابق اس کی ضروریات کو پورا کیا لیکن اب ماں باپ اپنے بیٹے کے دستِ نگر ہیں) تو بیٹا بجائے ان کی ضروریات پورا کرنے کے ان کو ایک آنکھ دیکھنا بھی پسند نہ کرے اور کوئی ضرورت اور شکایت ہو تو اُلٹا جھڑکنے بیٹھ جائے تو ان کے دل پر کیا گزرتی ہوگی؟ ان کے دل کو کس قدر صدمہ ہوتا ہوگا؟ کیا اس رویے پر بھی غضبِ الٰہی جوش میں نہیں آئے گا؟ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا (بنی اسرائیل،۱۷/۲۳)

''اے جوان بیٹے! اب والدین کو اُف تک نہ کہہ اور نہ انھیں جھڑک۔''

کیونکہ ان کے دل کو تکلیف پہنچے گی تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَمَنْعَ وَهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ۔

(صحیح بخاری و مسلم)

''بے شک اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، کنجوسی، بھیک اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا حرام قرار دیا ہے اور قیل وقال، سوالات کی کثرت اور مال ضائع کرنے کو ناپسند قرار دیا ہے۔''

ایک حدیث میں فرمایا:

اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ قَالُوْا بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ۔

''کیا میں تمھیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کی، کیوں نہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (کسی کو) اللہ کا شریک بنانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔''

اسی طرح ایک جگہ ارشادِ مبارک ہے کہ ''اولاد اپنے والد کے احسانات پورے نہیں کرسکتی، اِلّا یہ کہ اسے (والد کو) غلام پائیں اور خرید کر آزاد کرا لیں۔'' (صحیح مسلم و بخاری)

ایک انصاری صحابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آئے اور عرض کی ''میرے والدین کی موت کے بعد بھی ان کی اطاعت شعاری میں سے کوئی چیز باقی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! چار باتیں باقی رہتی ہیں:

(۱) ان کے حق میں رحم و کرم اور مغفرت و بخشش کی دعا کرنا

(۲) ان کے وعدے پورے کرنا

(۳) ان کے دوستوں کی عزت کرنا

(۴) ان کی وجہ سے قائم رشتوں کو جوڑنا (ان سے صلہ رحمی کرنا)

والدین کی وفات کے بعد یہ باتیں ابھی تیرے ذمہ باقی ہیں۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَنْ قَبَّلَ بَیْنَ عَیْنَیْ اُمِّہٖ کَانَ لَہٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ۔ (کنز العمال ج۱۶،ص۴۶۲)

''حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس شخص نے اپنی ماں کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا وہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے حجاب ہوگا۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْہِ اَوْ اَحَدُھُمَا فِیْ کُلِّ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ فَقَرَأَ عِنْدَہٗ یُسٓ غُفِرَ لَہٗ۔ (کنز العمال: ج۱۶،ص۴۶۸)

''جو شخص ہر جمعہ کے دن اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زیارت کرے اور وہاں سورۂ یٰس پڑھے تو اس شخص کی مغفرت ہوجائے گی۔''

ایک روایت میں ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن اللہ کے سامنے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام اور ماں باپ کے سامنے جمعہ کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔وہ اپنے (متعلقین کی) نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی سفیدی اور چمک زیادہ ہو جاتی ہے۔سوتم اللہ سے ڈرو اور اپنے فوت شدہ لوگوں کو اذیت نہ دو۔ (کنزالعمال ج ۱۶،ص ۴۶۹)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَامِنْ رَجُلٍ یَنْظُرُ اِلٰی وَجْہِ وَالِدَیْہِ نَظْرَۃً رَّحْمَۃٍ اِلَّا کُتِبَ لَہٗ بِھَا حَجَّۃً مَقْبُوْلَۃً مَبْرُوْرَۃً۔

(کنز العمال ج ۱۶،ص ۴۶۹)

''جو شخص اپنے ماں باپ کے چہرے کی طرف محبت سے ایک نظر دیکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ایک مقبول حج کا ثواب عطا فرماتا ہے۔''

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ رَغِمَ اَنْفُہٗ رَغِمَ اَنْفُہٗ رَغِمَ اَنْفُہٗ قِیْلَ مَنْ یَّارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ؟

قَالَ مَنْ اَدْرَکَ وَالِدَیْہِ عِنْدَ الْکِبَرِ اَحَدَھُمَا اَوْ کِلَاھُمَا ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ۔ (صحیح مسلم)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کی ناک خاک آلود ہو (یعنی ذلیل ہو) اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو۔ پوچھا گیا کس کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا ان دونوں میں سے ایک کو یا دونوں کو پھر (ان کی خدمت کرکے) جنت میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

داخل نہ ہوا''۔

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے:

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِھِمَا قَالَ ھُمَا جَنَّتُکَ وَنَارُکَ۔ (ابن ماجہ)

''ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! والدین کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا کہ وہی تمھاری جنت و دوزخ ہیں۔''

یعنی والدین کی خدمت و اطاعت کر کے جنت حاصل کی جاسکتی ہے۔جبکہ اُن کی نافرمانی و ناراضگی عذابِ دوزخ کا سبب بن سکتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی ثواب کی نیت سے زیارت کی تو اُس کو ایک حجِ مقبول کا ثواب ہوگا اور جو شخص ماں باپ کی زیارت کرے گا۔فرشتے اس کی قبر کی زیارت کریں گے۔ (کنزالعمال ج۱۶،ص ۴۷۹)

حضرت بَہْز بن حکیم ان کے والد،ان کے جد امجد کا بیان ہے کہ: قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَنْ اَبَرُّ؟ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟

قَالَ اُمُّکَ—فرمایا، اپنی ماں کے ساتھ۔

قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟—میں نے عرض کی، پھر کس کے ساتھ؟

قَالَ اُمُّکَ—فرمایا، اپنی ماں کے ساتھ۔

قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟—میں نے عرض کی، پھر کس کے ساتھ؟

قَالَ اُمُّکَ—فرمایا، اپنی ماں کے ساتھ۔

قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟—میں نے عرض کی، پھر کس کے ساتھ؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قَالَ اَبَاكَ — فرمایا، اپنے باپ کے ساتھ۔
ثُمَّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ پھر جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہو۔

(جامع ترمذی۔ ابوداؤد)

اس حدیثِ بالا میں ماں کا مرتبہ و مقام بیان کیا گیا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے۔ کیونکہ نبی پاک ﷺ نے تین مرتبہ پوچھنے پر ماں کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا اور چوتھی مرتبہ باپ کے ساتھ نیکی کا ارشاد فرمایا۔

چونکہ باپ کی نسبت ماں زیادہ تکالیف برداشت کرتی ہے، اس لیے اس کا حق بھی زیادہ ہے۔

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے:

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ۔ (کنز العمال ج۱۶، ص۴۶۱)

''جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔''

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اگر اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں احترامِ والدین کا حکم نہ بھی فرماتا تو بھی اصحابِ عقل والدین کے احترام کو واجب جانتے۔

اور عقلمند پر واجب ہے کہ وہ والدین کے احترام کو جانے اور ان کا حقِ خدمت ادا کرے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام کتابوں میں خدمت اور احترامِ والدین کا حکم فرمایا ہے۔ نیز والدین کے احترام اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے لیے انبیا علیہم السلام کو بذریعہ وحی وصیت فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو والدین کی رضا پر رکھا ہے۔ اور ان کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی فرمایا ہے۔

(تنبیہ الغافلین ص ۱۴۸، ۱۴۹)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانے میں علقمہ نامی ایک جوان تھا۔ وہ بڑا محنتی اور صدقہ و خیرات کرنے والا تھا۔ وہ بہت سخت بیمار ہوگیا تو اس کی بیوی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ میرا شوہر حالت نزع میں ہے۔ میں نے چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع کردوں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال، حضرت علی، حضرت سلمان اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم علقمہ کے پاس جاؤ اور دیکھو اس کا کیا حال ہے یہ حضرات تشریف لائے اور علقمہ سے کلمہ شریف پڑھنے کو کہا، اس کی زبان نہ چل سکی ان کو یقین ہوگیا کہ یہ قریب المرگ ہے، تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا گیا تاکہ وہ علقمہ کے حالات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اس کے والدین حیات ہیں؟ عرض کیا گیا کہ اس کے والد تو فوت ہو چکے ہیں۔ البتہ ضعیف العمر والدہ حیات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا علقمہ کی والدہ کے پاس جاؤ اور میرا سلام دے کر کہنا اگر وہ چل سکتی ہے تو میرے پاس آجائے، ورنہ میں خود اس کے پاس آجاتا ہوں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس کو جب اطلاع دی تو کہنے لگی، میری جان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینا میرا حق ہے۔ پھر عصا لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام عرض کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب دیا، پس وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور بیٹھ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے سچ بتا اگر جھوٹ بولا تو میرے پاس وحیٔ الٰہی آجائے گی۔ علقمہ کیا کرتا ہے؟ عرض کرنے لگی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ بہت نمازی تھا اور اتنے روزے رکھتا تھا اور بے حد و حساب صدقہ دیا کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیرا اور اس کا معاملہ کیا تھا؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اس سے سخت ناراض ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کس لیے؟ کہنے لگی، وہ اپنی بیوی کو مجھ پر فوقیت دیتا تھا۔ ہر معاملہ میں اس کی بات مانتا تھا، اور میری نافرمانی کرتا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی والدہ کی ناراضگی نے اس کی زبان کو کلمۂ شہادت پڑھنے سے روک دیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ بہت ساری لکڑیاں چن لاؤ تاکہ میں اس کو آگ میں جلادوں۔ کہنے لگی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ میرے بیٹے، میرے دل کے ٹکڑے کو آگ میں جلا رہے ہیں اور وہ بھی میرے سامنے۔ میں اپنے دل میں کیسے برداشت کروں گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا! اے اُمِ علقمہ! عذابِ الٰہی اس سے بھی سخت اور دیرپا ہے۔ پس اگر تو چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے تو پھر تو اس سے راضی ہوجا۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک تو اس پر ناراض رہے گی۔ نماز و روزہ اس کو کوئی فائدہ نہ دے گا۔ پھر بڑھیا نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آسمان پر موجود اللہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہاں پر موجود حضرات کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میں نے علقمہ کو معاف کردیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ اور دیکھو کہ کیا وہ (علقمہ) کلمہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہے؟ ہوسکتا ہے علقمہ کی ماں نے مجھ سے حیا کرتے ہوئے کہہ دیا ہو، اور دل سے نہ کہا ہو، حضرت بلال رضی اللہ عنہ دروازے تک گئے تو حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کو کلمہ پڑھتے سنا۔ پھر اندر جاکر فرمایا: لوگو! والدہ کی ناراضگی نے علقمہ کی زبان کو کلمہ پڑھنے سے روک رکھا تھا۔ جیسے ہی وہ راضی ہوئیں تو ان کی زبان پر بھی کلمہ جاری ہوگیا۔ پھر علقمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور غسل و تکفین کا حکم فرمایا اور پھر نمازِ جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں اس کی قبر کے کنارے پر کھڑے ہوکر فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ مَنْ فَضَّلَ زَوْجَتَهٗ عَلٰى اُمِّهٖ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَتِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (تنبیہ الغافلین: ص۱۵۰)

''اے گروہِ مہاجرین و انصار! جس نے اپنی بیوی کو اپنی ماں پر فضیلت و برتری دی، اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت ہے۔'' (اس کے فرائض اور نوافل نامقبول ہوں گے۔)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تورات کا عمدہ قاری تھا کہ بہت سے لوگ اس کی قرأت سننے کے لیے جمع ہوجاتے تھے، لیکن وہ شرابی تھا۔ اس کی ماں اسے شراب پینے سے روکتی تھی۔ چنانچہ ایک رات اس نے شراب پی اور مستی کی حالت میں توریت پڑھنے لگا۔ لوگ سن کر جمع ہوگئے تو ماں نے اسے اُٹھ کر وضو کرنے کی ہدایت کی، تو اس نے ماں کے چہرہ پر ایسی ضرب ماری کہ ماں کی ایک آنکھ اور کئی دانت نکل گئے۔ ماں نے اسے اسی رنج میں بد دعا دی کہ خدا تجھ سے راضی نہ ہو۔ صبح جب وہ ہوش میں آیا تو بہت نادم ہوا اور اس ارادہ سے گھر سے نکل کھڑا ہوا کہ ساری عمر اللہ کی عبادت میں گزار دے گا۔ لیکن ماں نے کہا تو جہاں بھی جائے، خدا تجھ سے راضی نہ ہو۔ چنانچہ وہ ایک پہاڑ پر چڑھ کر چالیس سال تک عبادتِ الٰہی میں ایسا مشغول ہوا کہ سوکھ کر کانٹا ہوگیا اور پھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں عرض کی کہ اے خدا تو نے مجھے بخش دیا یا نہیں؟ تو غیب سے آواز آئی کہ چونکہ تیری ماں نے تجھے بددعا دی تھی کہ خدا تجھ سے راضی نہ ہو۔ تو جب تک تیری ماں راضی نہ ہوگی خدا راضی نہ ہوگا۔ یہ سن کر وہ گھر واپس آیا اور اپنی ماں کو پکارا کہ ''اے جنت کی کنجی!

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اگر تو زندہ ہے تو خوشی کا مقام ہے لیکن اگر تو فوت ہوگئی تو میں ہلاک ہوگیا۔''

چنانچہ اس کی ماں نے کہا کہ خدا تجھ سے راضی نہ ہو تو اس نے اپنی ماں کے پاس جا کر پہلے اپنے ہاتھ کو کاٹا اور کہا کہ اس نے تیری آنکھ نکالی تھی، میں اسے دیکھنا نہیں چاہتا۔ اور پھر دوستوں سے کہا کہ لکڑیاں اکٹھی کرو اور آگ جلائی اور اس میں کود گیا۔ لوگوں نے اس کی ماں سے جا کر کہا، تو پکار اٹھی! اے میری آنکھ کی ٹھنڈک! تو کہاں ہے۔ خدا تجھ سے راضی ہو۔ ماں کا راضی ہونا تھا کہ خالق برحق بھی راضی ہوگیا۔ اور اللہ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام آئے اور اپنا پَر مَل کر بڑھیا کو بھی تندرست کیا اور جوان کا ہاتھ بھی صحیح ہوگیا۔

(مواعظ رضویہ حصہ دوئم: ص ۱۱۰، نزہت المجالس)

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو بلند مرتبہ ملا ہے وہ صرف ماں کی خدمت کی بناء پر ملا ہے اور یہ وہ تابعی ہیں جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (دنیا میں ظاہری) دورِ مبارک میں موجود تھے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر شرفِ صحابیت سے صرف اس لیے سرفراز نہ ہو سکے کہ ماں کی خدمت میں کمی آجائے گی اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا تھا کہ جب تم قرنی سے ملو تو اپنی بخشش کی دُعا کروانا۔

(صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابہ)

اللہ رب العزت ہمیں قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق والدین کی خدمت و اطاعت اور ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور انھیں ہم سے راضی اور خوش کردے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حقوق الاولاد

جس طرح والدین کے حقوق اولاد پر ہیں اسی طرح اولاد کے حقوق والدین پر بھی ہیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ والدین اولاد کے حقوق کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے اور صرف اپنے ہی حقوق کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں والدین کو بھی اولاد کے حقوق ادا کرنے کا حکم ہے۔

اولاد کے اپنے والد پر کچھ حقوق ہیں، جن کی ادائیگی اس کے لیے ضروری ہے۔مثلاً ان کی والدہ (یعنی اپنی بیوی) کا انتخاب اچھا کرے، بچے کا بہتر اور بامعنی نام رکھے، ساتویں دن عقیقہ اور ختنہ کرے، اپنی اولاد کے ساتھ نرمی اور شفقت کے ساتھ پیش آئے، ان کے لیے خرچ کرے، اچھی تربیت اور تادیب و تعلیم کا انتظام کرے۔ انھیں اسلامی احکام، فرائض کی ادائیگی اور سنن و آداب کے ملحوظ رکھنے کی مشق کرائے اور جب بالغ و جواں ہوجائیں تو نکاح کر دے اور پھر انھیں اختیار دیدے، چاہے باپ کے ساتھ رہیں، چاہے الگ سے اپنا گھر بسائیں۔ (منہاج المسلم الشیخ ابوبکر جابر الجزائری)

قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ ''
(الفرقان۲۵/۷۴)

''اور (رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔'' (آمین)

اس آیت میں حصولِ اولاد کیلئے اللہ کے حضور التجا کا طریقہ بتایا گیا ہے اور اسی اولاد کو حاصل کرنے کے لیے اللہ کے جلیل القدر پیغمبروں نے اللہ کے حضور دعائیں کیں اور اللہ نے قبول فرما کر اولاد کی نعمت سے نوازا۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''اولاد اگر صحت مند، ذہین وفطین، پاک سیرت اور نیک بخت ہوگی تو بھی والدین کی آنکھوں کو ایسا قرار نصیب ہوگا کہ وہ دوسروں کی طرف حسرت آمیز نگاہوں سے دیکھنے کی کوشش ہی نہیں کریں گے۔ (ضیاء القرآن جلد ۳،ص ۳۷۸)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ (البقرہ۲/۲۳۳)

''اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں (یہ حکم اس کے لیے ہے) جو پوری مدت دودھ پلانا چاہے اور باپ پر ان (ماؤں) کو دستور کے مطابق روٹی اور کپڑا دینا ہے۔''

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اولاد کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ ماں بچے کو دودھ پلائے۔ لیکن آج کل اکثر ہماری خواتین خصوصاً شہروں میں بلا کسی عذر کے بچوں کو دودھ پلانے سے دور بھاگتی ہیں۔

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ نیکی کس کے ساتھ کرنا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چاہیے؟ تو حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ۔ اس نے عرض کی کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ تو فرمایا کہ اپنی اولاد کے ساتھ، کیونکہ دونوں کے حقوق تجھ پر برابر ہیں۔ اور اپنی سخت مزاجی سے اولاد کو عاق نہ کرنا چاہیے۔ خداوند عالم ایسے آدمی پر رحمت کرتا ہے، جو اپنے بیٹے کو نافرمان نہیں بناتا۔

(کیمیائے سعادت ص ۳۳۲)

قرآن و حدیث میں بیان کردہ اولاد کے حقوق درج ذیل ہیں:

حفاظتِ جان

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ط'' (بنی اسرائیل ۱۷/۳۱)

''اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو فقر کے خوف سے۔''

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے بڑے گناہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ کہ تو کسی کو اللہ کے برابر بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔''

وَأَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ۔ (صحیح بخاری و مسلم)

''اور یہ کہ تو اس ڈر سے کہ تیری اولاد تیرے ساتھ کھائے گی، اسے قتل کر دے۔''

قتلِ اولاد سے منع کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ شفقت اور نرمی کا برتاؤ کیا جائے اور ان کے جسم، عقل اور روح کی درستی کی حفاظت کی جائے۔ اور اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ہمارے معاشرے میں جو خاندانی منصوبہ بندی کا مرض پھیل چکا ہے، یہ بھی جائز نہیں ہے۔ اِلّا یہ کہ کوئی شرعی عذر ہو اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اولاد کا سب سے پہلا حق اس کی جان کی حفاظت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرنا ہے۔

پیدائش پر اظہارِ تشکر

یعنی بچے کی پیدائش پر والدین کو چاہیے کہ اظہارِ شکر کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد کی نعمت سے نوازا۔ اور دوسرے لوگوں کو چاہیے کہ وہ والدین کو بچے کی پیدائش پر مبارکباد دیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جو بچہ / بچی دیا ہے اس میں تمہارے لیے برکت دی جائے اور تمہیں اللہ کے شکر کی توفیق نصیب ہو اور وہ (بچہ / بچی) نیک و پارسا بنے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اسے صحت مند رکھے اور اس کی عمر دراز ہو۔

بچے کے کان میں اذان

جب بچہ پیدا ہوتو اُسکے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے گھر میں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہے۔تو وہ بچہ ''ام الصبیان'' بیماری سے محفوظ رہے گا۔(بیہقی)

اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ پر نومولود بچہ کا حق یہ ہے کہ اس کے کانوں کو اور کانوں کے ذریعہ اس کے دل و دماغ کو اللہ تعالیٰ اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے نام اور شہادتِ توحید و رسالت اور ایمان و نماز کی دعوت و پکار سے آشنا کیا جائے۔

تحنیک

اس کا مطلب ہے منہ میں میٹھی چیز ڈالنا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں بچے لائے جاتے، تو آپ ﷺ ان کیلئے دعائے برکت فرماتے اور ان کی تحنیک کیا کرتے۔ (صحیح مسلم)

تحنیک کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بچے کے کانوں میں اذان کے بعد کھجور چبا کر منہ میں انگلی کے ساتھ تالو پر لگا دی جائے اگر کھجور نہ ہو تو شہد، چینی یا جنم گھٹی سے تحنیک کر دینا بھی درست ہے۔ (حقوق اولاد از عالم فقری)

نام رکھنا

بچے کی پیدائش کے ساتویں دن اس کے بال مونڈ دینے چاہئیں اور بچہ کا اچھا سا نام رکھنا چاہیے۔ صحت و طب کے لحاظ سے بچہ کا سر مونڈنے سے اسے قوت حاصل ہوتی ہے اور اس کی نگاہ اور سماعت اور سونگھنے کی قوت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

محمد بن علی بن حسین سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حسن کا عقیقہ ایک بکری سے کیا اور فرمایا کہ اے فاطمہ! اس کا سر مونڈ دو اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کر دو۔ (ترمذی)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَأَحْسِنُوا أَسْمَائَكُمْ۔ (ابو دائود)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم قیامت کے روز اپنے باپ کے نام سے پکارے جاؤ گے، لہٰذا اپنے اچھے نام رکھا کرو۔''

اسلام میں نام رکھتے وقت اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ ایسا نام ہو جو اچھائی کا مظہر ہو۔ کیونکہ نام کے اوصاف کا اثر عموماً شخصیت پر پڑتا ہے۔ اس لیے حضور پرنور ﷺ نے اپنی امت کو یہ تاکید فرمائی کہ جب نام رکھو تو اچھے نام رکھا کرو۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عقیقہ

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيْقَتِهٖ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُسَمّٰى وَيُحْلَقُ۔

(ابو دائود، نسائی، ابن ماجہ والترمذی)

''لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے، جو ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے گا اور اس کا نام رکھا جائے گا اور سر کے بال اُتارے جائیں گے۔''

عقیقہ کا حکم خود سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے۔ ہمیں حکم کی تعمیل کرنا چاہیے۔

ایک حدیثِ پاک میں ہے:

حضرت ام کُرز رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ وَّلَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ اَوْ اِنَاثًا۔ (ابو دائود الترمذی)

''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی کی طرف سے ایک بکری اور یہ چیزیں تمھیں تکلیف نہیں دیتیں، کہ خواہ وہ نر ہو یا مادہ۔''

عقیقہ ساتویں دن کرنا سنت ہے۔ اگر کوئی ساتویں دن نہ کر سکے تو پھر پندرہویں دن یا جب کبھی بھی عقیقہ ہو سکے تو ساتویں دن کا حساب لگا لیا جائے کہ جب بھی عقیقہ کیا جائے اس کی پیدائش سے ایک دن پہلے کیا جائے۔ مثلاً اگر بچہ جمعہ کے دن پیدا ہوا ہے تو جب بھی عقیقہ کیا جائے جمعرات کو کیا جائے۔

(حقوقِ اولاد)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ختنہ

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْفِطْرَۃُ خَمْسٌ: اَلْخِتَانُ، وَالْاِسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِیْمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ۔ (صحیح بخاری، مسلم، ترمذی)

''پانچ چیزیں فطرت میں داخل ہیں، ختنہ کرنا، زیرِ ناف بال صاف کرنا، مونچھیں ترشوانا، ناخن کٹوانا اور بغل کے بال اُکھاڑنا۔''

ختنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ بچہ جب ختنہ کی تکلیف کو برداشت کرنے کے قابل ہوجائے تو ختنہ کرادیں۔

پرورش

بچوں کی ضروریات پوری کرنا والدین کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے حدیث پاک میں ہے:

''اپنے اہل وعیال پر اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرو۔'' (مسند احمد)

لڑکیوں کی پرورش کی طرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصی توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَنَا وَھُوَ وَضَمَّ اَصَابِعَہٗ۔ (مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب)

''جس شخص نے دو لڑکیوں کی بلوغت تک پرورش کی۔ قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔''

نیز فرمایا:

''جو آدمی بیٹیوں کے ساتھ آزمایا گیا۔ پھر اس نے ان پر صبر کیا تو وہ اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے لیے جہنم سے پردہ ہوں گی۔'' (جامع ترمذی)

غرضیکہ اولاد کی پرورش کرنا والدین کے فرائض میں سے ہے۔

تعلیم و تربیت

حدیث پاک میں ہے:

اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَاَحْسِنُوْا اٰدَابَھُمْ،فَاِنَّ اَوْلَادَکُمْ ھَدِیَّۃٌ اِلَیْکُمْ۔ (ابن ماجہ)

''اپنی اولاد کی عزت کرو، ان کے آداب بہتر بناؤ، اس لیے کہ تمھاری اولاد تمھارے لیے اللہ کا ہدیہ ہے۔''

بچہ جب بات چیت کرنے کی عمر تک پہنچے تو والدین کی ذمہ داری ہے کہ اسے سب سے پہلے کلمہ طیبہ سکھایا جائے اور جوں جوں بچہ سمجھدار ہو اسے عقائد کی باتیں سکھائی جائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِفْتَحُوْا عَلٰی صِبْیَانِکُمْ اَوَّلُ کَلِمَۃَ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (حاکم)

''اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' سکھاؤ۔''

مساویانہ سلوک

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

سَاوُوْا بَیْنَ اَوْلَادِکُمْ فِی الْعَطِیَّۃِ، فَلَوْ کُنْتُ مُفَضِّلًا اَحَدًا لَفَضَّلْتُ النِّسَآءَ۔ (البیہقی والطبرانی)

''عطیہ دینے میں اپنی اولاد میں برابری کرو، اگر میں کسی کو فضیلت کسی پر دیتا تو عورتوں کو دیتا۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اولاد کے ساتھ ہمیشہ برابری کا سلوک کرنا چاہیے۔ کسی بیٹے یا بیٹی کو دوسری اولاد پر ترجیح دینا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام نے اولاد کے درمیان تفریق کو ناپسند کیا ہے۔

بیٹے کو بیٹی پر یا بیٹی کو بیٹے پر، کسی کو بھی ترجیح دینا جائز نہیں۔ سب اولاد کا ایک جیسا خیال کرنا چاہیے۔ بعض لوگ ایک سے زائد شادیاں کرتے ہیں اور پھر صرف ایک بیوی کی اولاد کو ترجیح دیتے ہیں، ان کا خیال رکھتے ہیں۔ دوسری بیوی کی اولاد کا کچھ خیال نہیں کرتے حالانکہ اولاد ان ہی کی ہے، یہ بہت غلط طریقہ ہے۔ اسلام کبھی بھی ایسی بات کو برداشت نہیں کرتا۔ اس اولاد اور بیوی کے حقوق اس شخص پر اسی طرح ہیں جس طرح دوسری بیوی اور اس کی اولاد کے ہیں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان کے والد انھیں ساتھ لے کر بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے۔ فرمایا کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو ایک غلام دیا ہے؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا تو واپس لے لو۔'' (صحیح بخاری)

اولاد کو کچھ دیتے وقت یا سلوک کرتے وقت والدین کو چاہیے کہ عدل و انصاف کو مدِنظر رکھیں۔ اس لئے کہ اسلام میں چھوٹے بڑے اور لڑکے لڑکی کے حقوق یکساں ہیں۔

نماز کی تلقین

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ۔ (ابوداؤد والترمذی)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''جب تمھارے بچے سات سال کے ہوجائیں تو ان کو نماز کا حکم دو اور اگر دس سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز کے لیے مارو اور انھیں (اس عمر میں) الگ الگ بستر پر سلاؤ۔''

یعنی سات سال سے نماز کا عادی بنانا شروع کردیں۔ دس سال کی عمر میں پہنچنے کے باوجود نماز اگر نہ پڑھے تو اس کی تربیت کے لیے اسے مارا جائے تاکہ وہ یہ محسوس کرے کہ میرا نماز نہ پڑھنا میرے والدین کی ناراضگی کا باعث بنتا ہے۔

والدین کی ذمہ داریوں میں سے ہے کہ اولاد کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آئیں۔ اولاد کو قرآن پاک پڑھائیں۔ دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں۔ ساتھ دنیاوی تعلیم بھی دلوائیں۔ بچے کی اخلاقی تربیت کریں کہ بچہ آوارہ، بداخلاق اور بدچلن نہ بننے پائے۔ غصہ کرنا، چیخنا چلّانا، بات بات پر روٹھ کر منہ پُھلانا، زور سے ہنسنا، لڑنا، چغلی کرنا، گالی دینا ان تمام چیزوں سے بچے کو روکا جائے۔

خصوصاً بچیوں کو آہستہ بات کرنے کی تلقین کرنا اور انھیں بچپن ہی سے سر پر کپڑا اوڑھنا، مردوں کے سامنے نہ آنا سکھایا جائے۔

نکاح

اولاد کی شادی کرنا بھی والدین کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ اس لیے والدین بخوشی و رضا اپنی اولاد کی شادی کریں اور ان کیلئے اچھا اور نیک رشتہ تلاش کریں جو ان کے لیے دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے بہتر ہو۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''والد پر اولاد کے حقوق میں یہ بھی ہے کہ انھیں لکھنا، پڑھنا اور تیر اندازی کرنا سکھائے اور انھیں حلال خوراک

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مہیا کرے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک شخص اپنے بیٹے کے ہمراہ آیا اور کہا کہ میرا یہ بیٹا میری نا فرمانی کرتا ہے۔ آپ نے لڑکے سے فرمایا کہ اپنے والد کے حقوق میں تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا؟ کیا والد کے یہ اور یہ حقوق نہیں ہیں؟ پھر لڑکے نے کہا اے امیر المومنین! کیا لڑکے کے بھی والد پر کوئی حقوق ہیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں؟ والد پر بھی بیٹے کا حق ہے کہ والد کسی ایسی عورت سے شادی کرنے سے اجتناب کرے جو بیٹے کے لیے باعثِ شرمندگی بنے، اور اس کا اچھا نام رکھے اور اسے قرآن کی تعلیم دے۔

تو لڑکے نے کہا، خدا کی قسم! اس (میرے والد) نے میری ماں کے معاملے میں اجتناب نہیں کیا، وہ ایک لونڈی ہے جس کو انہوں نے چار سو درہم میں خریدا تھا۔ اور نہ میرا نام اچھا (رکھا)۔ میرا نام انہوں نے ''جعل'' رکھا یعنی ''گندا کیڑا'' اور نہ ہی مجھے قرآن کی ایک آیت کی تعلیم دی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باپ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تو کہتا ہے کہ میرا بیٹا نافرمان ہے حالانکہ تو نے اس کی نافرمانی سے بھی پہلے اس کے حقوق سلب کر لیے ہیں۔ بس اٹھ جاؤ میرے پاس سے۔'' (تنبیہ الغافلین)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

سات چیزوں کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے (ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی نے) ایسا لڑکا چھوڑا جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لیے مغفرت کی دعا کرے۔ یعنی جب کہ بیٹا صالح ہو اور والد نے اسے قرآن و دیگر علوم پڑھائے ہوں، تو والد کو بھی وہی اجر ملے گا جو اس کے بیٹے کو ملے گا۔ اور اگر والد نے اپنے بیٹے کو گناہ کے راستے دکھائے تو والد کو بھی اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا کہ اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے بیٹے کو ہوگا۔ (تنبیہ الغافلین)

ایک صالح (شخص) کی حکایت ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو کوئی کام نہیں کہتے تھے بلکہ بوقتِ ضرورت کسی اور سے وہ کام کہہ دیتے۔ جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو جواب دیا کہ مجھے خوف ہے کہ اگر میں نے اپنے بیٹے کو کوئی کام کہا اور اس نے نہ کیا تو اس پر جہنم واجب ہو جائے گی اور میں اپنے بیٹے کو جہنم کی آگ میں نہیں جلانا چاہتا۔

امام شعبی علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس باپ پر رحمت فرماتا ہے جو اپنے بیٹے کے ساتھ نیکی کے کاموں میں تعاون کرتا ہے۔ یعنی وہ اپنے بیٹے کو ایسے احکام نہیں دیتا جس سے اس کی طرف سے نافرمانی کا خوف ہو۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے جب بیٹا سات دن کا ہو جائے تو عقیقہ کر دینا چاہیے۔ اس کا نام رکھو، اور اس کو پاک کرلو۔ اور چھ سال کی عمر سے ادب و تہذیب سکھانے کی کوشش کرو اور نو سال کی عمر میں اس کا بستر بھی الگ کردو۔ سولہ سال کی عمر میں اس کی شادی کردو۔ اور پھر آگاہ کر دو کہ میں نے تجھ کو پالا، پرورش کیا، عمل و ادب سکھایا اور شادی کردی۔ اب میں تجھ سے الگ ہوتا ہوں، اور تیری بری حرکات سے ڈرتا ہوں۔ (کیمیائے سعادت)

ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

مَنْ بَلَغَتْ اِبْنَتُهٗ اِثْنَتَیْ عَشَرَةَ سَنَةً وَلَمْ یُزَوِّجْهَا فَأَصَابَتْ اِثْمًا فَأِثْمُ ذَالِكَ عَلَیْهِ۔ (الجامع الترمذی)

''جس کی بیٹی بارہ سال کی ہو جائے اور وہ (والد) اس کی شادی نہ کرے پھر اس بچی سے کوئی گناہ ہوجائے تو اس کا وبال اُس کے والد پر ہے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اللہ رب العزت تمام والدین کو قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق اولاد کے حقوق احسن طور پر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حقوق الاقرباء

اسلام میں رشتہ داروں کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کو ادا کر کے انسان اپنی دنیا و آخرت کو بہتر بنا سکتا ہے۔ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ ایک مسلمان کا وہی برتاؤ ہوتا ہے جو والدین، اولاد اور بہن بھائیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایک مسلمان اپنے رشتہ داروں کے ساتھ خواہ وہ مومن ہوں یا کافر، تعلقات جوڑتا اور ان کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتا ہے اور ان کے حقوق کو اولاد اور والدین کے حقوق و آداب کی طرح لازم اور ضروری سمجھتا ہے۔

ایک مسلمان بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر رحم، بیماروں کی عیادت، مصیبت زدہ کی ہمدردی و غم خواری اور کوئی حادثہ ہو جائے تو تعزیت و تسلی کے لیے جاتا ہے۔ وہ (رشتہ دار) اس سے قطع تعلق کرتے ہیں، تو یہ تعلقات جوڑتا رہتا ہے ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتا ہے چاہے اس پر ظلم و ستم اور سختی کریں اور یہ سب کچھ اس جذبہ کے تحت کرتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی حکم ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ (النساء ۴/۱)

''اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کا نام لے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہو اور رشتوں کا خیال رکھو۔''

(یعنی) انھیں قطع نہ کرو، حدیث شریف میں ہے جو رزق کی کشائش چاہے، اس کو چاہیے کہ صلۂ رحمی کرے اور رشتہ داروں کے حقوق کی رعایت رکھے۔''

(خزائن العرفان)

ایک جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ (الاحزاب۳۳/۶)

''اور قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں کتاب اللہ کی رو سے۔''

ایک جگہ ارشاد ہے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ (محمد۴۷/۲۲)

''پھر تم (منافقین) سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم فساد برپا کرو گے زمین میں اور قطع کر دو گے اپنی قرابتوں (رشتہ داریوں) کو۔''

مزید ارشادِ ربّانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى۔ (نحل۱۶/۹۰)

''بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے، احسان کرنے اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔''

ضیاء الامّت پیر محمد کرم شاہ الازھری نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

''کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آؤ، ایسا نہ ہو کہ تم عیش و عشرت کرتے رہو اور تمہارا کوئی رشتہ دار نانِ شبینہ کا محتاج ہو۔ اسلام نے خاندانی کفالت کا جو قاعدہ مقرر کیا ہے اس پر صحیح طور پر عمل کیا جائے تو ہمارے معاشرے کی کئی مشکلات دور ہوسکتی ہیں۔ شریعت کی طرف سے ہر باپ پر اپنے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اہلِ خانہ کی ذمہ داری عاید ہے، اسی طرح اولاد پر اپنے والدین کی کفالت بھی فرض ہے۔ صرف یہی نہیں، بلکہ قرابت کا یہ سلسلہ جہاں تک پھیلتا چلا جائے گا ذمہ داریاں ساتھ ساتھ بڑھتی جائیں گی۔ (ضیأ القران ج۲،ص۵۹۶)

حدیث پاک میں ہے:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ (ریاض الصالحین، باب تحریم العقوق وقطعة الرحم ۴۱)

''قطع تعلق کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے (بعض) رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ نیکی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ بردباری کے ساتھ پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت آمیز سلوک کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذَالِكَ۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ والادب باب صلة الرحم)

''اگر تم درحقیقت ایسا ہی کرتے ہو جیسا کہ تم نے کہا ہے تو تم ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہے ہو اور جب تک تم اسی طریقہ پر کاربند رہو گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلے میں تمھارا ایک مددگار رہے گا۔''

سعید ملت علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

جو شخص قطع رحم کرنے والے کے ساتھ صلۂ رحم کرتا ہے، وہ ان کو جلی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے۔ اس جلتی ہوئی راکھ کھانے کو اس عذاب سے تشبیہ دی ہے جو قطع رحم کرنے کی وجہ سے ان کو لاحق ہوگا۔ اور اس میں حسنِ سلوک کرنے والے پر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کوئی ضرر نہیں ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کرنے والے کی مسلسل نیکیوں اور بدکار کی مسلسل جفاؤں سے وہ دل میں جلتا ہے اور اپنی بدسلوکی کا احساس کر کے اپنی حقارت محسوس کرتا ہے۔ جیسے کسی کے منہ پر جلتی ہوئی آگ ڈال دی ہو۔

نیز اس حدیث میں ہے:

''جب تک تم اس روش پر رہو گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تمھارا ایک مددگار رہے گا۔''

اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی جفا کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ تمھیں صبر کی توفیق دے کر تمھاری مدد کرے گا اور دنیا میں اور آخرت میں تمھارا درجہ بلند کرے گا۔

(شرح صحیح مسلم ج ۷، ص ۹۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے، کیا میری توبہ ہوسکتی ہے؟ فرمایا کیا تمھاری والدہ ہے؟ عرض کی، نہیں۔ فرمایا کیا تمھاری خالہ ہے؟ عرض گزار ہوا ہاں! فرمایا کہ اس کے ساتھ نیکی کرو۔'' (جامع ترمذی)

معلوم ہوا کہ خالہ کے ساتھ نیکی کرنا گناہِ کبیرہ کے معاف ہونے کا ذریعہ ہے اس لیے جس کی والدہ حیات نہ ہو، اسے چاہیے کہ اپنی والدہ کی بہنوں کے ساتھ ہمیشہ بھلائی سے پیش آئے۔

''حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے بھائی کا اپنے چھوٹے بھائیوں پر ایسا حق ہے جیسا حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِہٖ ''باپ کا اپنے بیٹوں پر حق ہے۔'' بڑا بھائی اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کے لیے مثل باپ کے ہے۔ لہٰذا آپس میں ایک دوسرے کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ساتھ اچھے سلوک سے پیش آنا چاہیے۔

ایک حدیث پاک میں ہے:

ایک شخص بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا، عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے، میں اس کا کیا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، اسے اپنے اوپر خرچ کرو، تو اس نے کہا! ایک دینار اور بھی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد پر خرچ کرو۔ تو وہ کہنے لگا کہ ایک دینار اور بھی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ رشتہ داروں پر خرچ کرو۔ (ابو داؤد۔ نسائی)

خرچ کی ابتداء اپنے اہل وعیال سے کرنی چاہیے اگر ان کی ضروریات سے فالتو مال بچ جائے تو پھر اسے اپنے عزیز واقارب کی مالی ضروریات پوری کرنے کے لیے خرچ کرنا چاہیے اس کے بعد پھر بھی مال بچ جائے تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے:

اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَعَلٰى ذِى الرَّحِمِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ۔

(نسائی، ابن ماجہ والترمذی)

''مسکین کو خیرات دینا (صرف) صدقہ ہے اور رشتہ دار کو دینا صدقہ بھی ہے اور صلۂ رحمی بھی۔''

حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنی ماں کے ساتھ صلۂ رحمی کا سوال کیا، جو کہ اس وقت مشرکہ تھی اور مکہ سے انھیں ملنے آئی تھی تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

نَعَمْ صِلِى اُمَّكِ۔ (ابو داؤد، مسند احمد)

''ہاں اپنی ماں کے ساتھ صلۂ رحمی کر۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ سے ڈرو اور صلۂ رحمی کرو۔ کیونکہ اس سے تمھیں دنیاوی حیات اور اخروی بھلائی نصیب ہوگی اور یہ تو کہا گیا ہے کہ جب تو اپنے رشتہ داروں کے ہاں پاؤں سے چل کر نہ جائے اور اپنے مال میں سے ان کو کچھ نہ دے تو گویا تو نے قطع رحمی کی۔ بعض صحیفوں میں فرمانِ الٰہی ہے کہ اے ابنِ آدم! اپنے مال سے صلۂ رحمی کر، اگر بخل یا مال کی کمی حارج (روکنے والی) ہے تو پھر پاؤں سے چل کر ان کے پاس جا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ صلۂ رحمی کرو، چاہے سلام سے ہی کرو۔ (تنبیہ الغافلین ص ۱۶۳)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کے دو قدموں کو پسند فرماتا ہے اس کا ایک وہ قدم جو فرض نماز کی ادائیگی کے لیے اُٹھتا ہے دوسرا وہ جو قرابت دار کی طرف اٹھتا ہے۔

(تنبیہ الغافلین ص ۱۶۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيءِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا۔ (بخاری شریف)

''صلۂ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بدلہ چکاتا ہے (کہ اس نے نیکی کی ہے اس لیے مجھے بھی نیکی کرنا چاہیے) بلکہ صلۂ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ داری توڑی جائے، تب بھی وہ صلۂ رحمی کرے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم لوگ اپنے نسبوں کو یاد رکھو تاکہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ۔

(جامع ترمذی)

''کیونکہ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا خاندان میں محبت، مال میں کثرت اور عمر میں برکت پیدا کرتا ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ صلۂ رحمی سے مال و دولت میں فراخی اور عمر میں زیادتی ہوتی ہے۔ کیونکہ صلہ رحمی دو طرح کی ہے ایک یہ کہ ضرورت مند رشتہ داروں کی مالی امداد کی جائے، دوسرے یہ کہ خدا کی دی ہوئی عمر کا کچھ حصہ ان کی خدمت میں صرف کیا جائے۔

صلۂ رحمی سے چونکہ سارے خاندان والے راضی ہوں گے اور اس کے حق میں دعائیں کریں گے جس سے اس کے مال و دولت اور عمر میں برکت و کثرت ہوگی۔ اگر کوئی عزیز رشتہ دار اپنے حق کو ادا نہ کرتا ہو تو اس کے دوسرے عزیز و اقارب کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ بھی اپنے حق کو ادا نہ کریں، بلکہ اصل صلہ رحمی تو یہی ہے کہ جو حق کو ادا نہ کرے، اس کے حق کو ادا کیا جائے۔

اللہ رب العزت ہمیں قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور ان کے حقوق احسن طور پر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حقوق الزوج

شوہر کے بیوی پر بے شمار حقوق ہیں۔ بیوی پر فرض ہے کہ وہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری اور اطاعت کرے اور خاوند کی غیر موجودگی میں اس کے مال و دولت اور عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کے سوا شوہر کی ہر بات کی فرماں برداری کرے۔

قرآن حکیم میں ہے:

فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ط (النساء ۴/۳۴)

''پھر اگر وہ تمھارا کہا مان لیں تو ان پر (مار، پٹائی، غصہ وغیرہ) کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔''

مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ط (النساء ۴/۳۴)

''نیک عورتیں (خاوند کی) فرمانبرداری کرتی ہیں اور خاوند کی غیر موجودگی میں (اس کے مال اور عزت کی) حفاظت کرتی ہیں، جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا ہے۔''

اس ارشادِ ربانی کی مزید وضاحت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوتی ہے:

خَيْرُ النِّسَآءِ امْرَأَةٌ اِذَا نَظَرْتَ اِلَيْهَا سَرَّتْكَ وَاِذَا أَمَرْتَهَا اَطَاعَتْكَ وَاِذَا غِبْتَ عَنْهَا حَفِظَتْكَ فِيْ نَفْسِهَا وَمَالِكَ۔ (ابن جریر ابی ھریرہ)

''یعنی بہترین بیوی وہ ہے جسے جب تو دیکھے تو تُو مسرور ہوجائے۔ اسے حکم کرے تو وہ تیری اطاعت کرے، اور اگر تو کہیں باہر جائے تو وہ تیری غیر حاضری میں اپنی عصمت کی اور تیرے مال کی حفاظت کرے۔''

ایک مسلمان خاتون کو جن خوبیوں سے آراستہ ہونا چاہیے اور جن پاکیزہ صفات سے متصف ہونا چاہیے ان کا ذکر کتنے دلنشین کلمات میں کیا گیا ہے۔ بیوی کے بارے میں اس سے زیادہ بلند معیار کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ خود سوچئے! اسلام ایک بیوی سے کیا توقع رکھتا ہے اور اس طرح اس کے مقام کو کتنا بلند کر دیتا ہے اور اس مرد سے بھی زیادہ کوئی خوش نصیب ہوسکتا ہے؟ جس کی رفیقۂ حیات ان خوبیوں کی مالک ہو۔ (ضیاء القرآن ج۱، ص ۳۴۲)

بیوی کو چاہیے کہ نہایت خوشدلی کے ساتھ اپنے شوہر کی اطاعت کرے اور اس اطاعت میں مسرت اور سکون محسوس کرے، اس لیے کہ یہ خدا کا حکم ہے اور جو بندی خدا کے حکم کی تعمیل کرتی ہے وہ اپنے خدا کو خوش کرتی ہے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْأَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔

(ابو داؤد، مستدرک والترمذی)

''اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حدیثِ پاک میں ہے:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَامِنْ رَّجُلٍ یَدْعُوْا اِمْرَأَتَہٗ اِلٰی فِرَاشِہٖ فَتَابٰی عَلَیْہِ اِلَّا کَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ سَاخِطًا عَلَیْھَا حَتّٰی یَرْضٰی عَنْھَا۔

(ریاض الصالحین، باب حق الزوج علی المرأۃ)

''حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کوئی شخص اپنی عورت کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے تو آسمان والی ذات (اللہ تعالیٰ) اس عورت سے اس وقت تک ناراض رہتی ہے جب تک خاوند اس سے راضی نہ ہو جائے۔''

حدیث پاک میں ہے:

دو قسم کے آدمی وہ ہیں جن کی نمازیں اُن کے سروں سے اونچی نہیں اُٹھتیں اُس غلام کی نماز جو اپنے آقا سے فرار ہوجائے جب تک کہ وہ لوٹ نہ آئے اور اس عورت کی نماز جو شوہر کی نافرمانی کرے جب تک کہ شوہر کی نافرمانی سے باز نہ آجائے۔ (الترغیب والترھیب)

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ:

''کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔'' (ابوداؤد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور سب مسلمانوں کی ماں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے حد محبت رکھتی تھیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے تو انتہائی حسرت کے ساتھ بولیں! ''کاش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے میں بیمار ہوتی۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری بیویوں نے اس اظہارِ محبت پر تعجب سے ان کی طرف دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''دکھاوا نہیں ہے بلکہ سچ کہہ رہی ہیں۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ خواتین کے لیے درسِ عمل ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ صرف دکھاوے کا معاملہ نہ کریں بلکہ وہ بات اور وہ کام کریں جن کا تعلق حقیقت سے ہو۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت تھی اس کی تصدیق خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادی کہ یہ اپنے کہنے میں سچی ہیں، بناوٹ یا دکھاوے کیلئے نہیں کہہ رہی ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَیُّمَا اِمْرَاَۃٍ مَاتَتْ وَزَوْجُھَا عَنْھَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ۔ (رواہ الترمذی)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! جو عورت اس حال میں انتقال کرے کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو، وہ جنت میں داخل ہوگی۔''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جب کوئی عورت دنیا میں اپنے خاوند کو ایذا پہنچاتی ہے تو حورعین میں سے اس (مسلمان فرد) کی بیوی کہتی ہے اللہ تجھے ہلاک کرے، اسے نہ ستا، وہ تمھارے پاس ہے عنقریب وہ تجھ سے جدا ہوکر ہمارے پاس آئے گا۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جہنم کی آگ دکھائی گئی جہنم میں ان عورتوں کی تعداد زیادہ تھی جو ناشکری کرتی ہیں۔ پوچھا گیا کیا، اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتی ہیں؟

قَالَ یَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ وَیَکْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰی اِحْدَاھُنَّ الدَّھْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَیْئًا، قَالَتْ مَارَأَیْتُ مِنْكَ خَیْرًا قَطُّ۔

(صحیح بخاری ج۱، ص۹)

''فرمایا خاوند کی نافرمانی کرتی ہیں اور اس کے احسانات کا شکر ادا نہیں کرتی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہیں۔ اگر تم ساری عمر ان کے ساتھ احسان کرتے رہو، پھر ایک دن وہ تم سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھیں تو کہتی ہیں کہ مجھے تم سے کبھی بھلائی نہیں پہنچی۔''

آقائے دوجہاں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خاوند کا حق بیوی پر یہ ہے کہ اگر خاوند کو چھالا ہو اور بیوی اس کو چاٹ لے یا اس کے نتھنوں سے خون یا پیپ بہہ رہا ہو اور وہ اس کو نگل لے پھر بھی خاوند کا حق ادا نہیں ہوا۔

(مجمع الزوائد ج ۴، ص ۳۰۷)

خون اور پیپ شرعاً نجس اور حرام ہیں اور ان کا پینا ناجائز ہے۔ اس حدیث میں یہ ارشاد بطورِ مبالغہ ہے۔ یعنی اگر عورت بالفرض خاوند کے زخموں کا خون اور پیپ بھی پی لے، پھر بھی اس کا حق ادا نہیں ہوگا۔ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ خاوند اگر بیمار ہو تو بیوی پر اس کی تیمارداری فرض ہے۔

(شرح صحیح مسلم (سعیدی) ج ۳، ص ۸۶۹)

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَفْضَلُهٗ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ شَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهٗ عَلٰى دِيْنِهٖ ۔

(ترمذی)

''سب سے بہتر (ذخیرہ) خدا کو یاد کرنے والی زبان اور خدا کے شکر کے جذبہ سے معمور دل اور نیک بیوی ہے جو دین کی راہ پر چلنے میں اپنے شوہر کی مددگار بنتی ہے۔''

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بیوی جو اپنے دین دار شوہر کی تنگیوں اور سختیوں میں صبر کے ساتھ رفاقت کرتی ہے، دین کی راہ پر چلنے میں سہارا بنتی ہے، راستہ کا پتھر نہیں بنتی، تو حقیقتاً ایسی بیوی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ۔ (صحیح بخاری و مسلم)

''اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی نگراں ہے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

فَحَقُّكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَّا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ وَلَا يَأْذَنَّ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ۔

''تمھارا ان (بیویوں) پر حق یہ ہے کہ وہ تمھارے بستر پر ان کو نہ آنے دیں جن کو تم پسند نہیں کرتے اور تمھارے گھروں کے اندر ان کو آنے کی اجازت نہ دیں جنہیں تم پسند نہیں کرتے۔''

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اہلِ عرب کی عادت تھی کہ وہ عورتوں کے ساتھ باتیں کرتے تھے اس کو وہ عیب سمجھتے تھے نہ اس پر برا مناتے تھے، نہ کوئی شک وشبہ کرتے تھے۔ اور جب پردے کے احکام نازل ہوئے تو ان کو پرائی (غیر محرم) عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے سے روک دیا گیا۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ عورتیں ان لوگوں کو تمھارے گھروں میں آنے کی اجازت نہ دیں جن کے گھر میں آنے اور ان کے بیٹھنے کو تم (شوہر) ناپسند کرتے ہو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو یا عورت کے محارم میں سے ہو۔

البتہ خاوند کو چاہیے کہ وہ عورت کے محرم کو گھر آنے سے نہ روکے۔

(شرح صحیح مسلم ج ۳، ص ۴۳۹)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَلَا تَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهَا اِلَّا بِأَذْنِهٖ فَاِنْ فَعَلَتْ لَعَنَتْهَا مَلَآئِكَةُ السَّمَآءِ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَمَلَآئِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَآئِكَةُ الْعَذَابِ حَتّٰى تَرْجِعَ۔ (مجمع الزوائد ج ۴، ص ۳۰۷)

''اور (عورت) گھر سے اس (شوہر) کی اجازت کے بغیر نہ نکلے، اگر گئی تو آسمان کے فرشتے، رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے سب اس پر لعنت کریں گے جب تک کہ وہ لوٹ نہیں آتی۔''

عورت پر شوہر کا یہ حق ہے کہ اس کے گھر میں رہے، اس کی مرضی و اجازت کے بغیر نہ نکلے، اپنی نظر نیچی رکھے، اونچی آواز سے بات نہ کرے، برائی سے اپنے ہاتھ روکے اور زبان کو فحش کلامی سے بچائے۔ شوہر کی جانب سے رشتہ داروں کے ساتھ احسان میں وہی معاملہ اختیار کرے، جو اس کا خاوند اختیار کیے ہوئے ہے۔ اس لیے کہ جو عورت مرد کے والدین اور قرابت داروں کے ساتھ اچھی نہیں ہے، وہ خاوند کے لیے اچھی کہاں ہوئی؟

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا پر ایمان رکھنے والی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں کسی ایسے شخص کو آنے کی اجازت دے جس کا آنا شوہر کو ناگوار ہو اور وہ گھر سے ایسی صورت میں نکلے جب کہ اس (بیوی) کا نکلنا شوہر کو ناگوار ہو اور عورت شوہر کے معاملے میں کسی دوسرے کا کہا نہ مانے۔ (الترغیب والترہیب)

یعنی شوہر کے معاملے میں شوہر کی مرضی اور اشارۂ چشم و ابرو پر عمل کرے اور اس کے خلاف ہرگز دوسروں کے مشورے کو نہ اپنائے، اگر شوہر کو عورت کی کسی بات پر غصہ آجائے تو عورت کو لازم ہے کہ اس وقت خاموش ہو جائے اور ہرگز ایسی بات نہ کہے جس سے شوہر کا غصہ اور زیادہ بڑھ جائے، اور اگر عورت کی طرف سے کوئی قصور ہو جائے اور شوہر غصہ میں بھر کر عورت کو برا بھلا کہہ دے اور ناراض ہو جائے تو عورت کو چاہیے کہ خود روٹھ کر اور گال پھلا کر نہ بیٹھ جائے،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بلکہ فوراً ہی عاجزی اور خوشامد کر کے شوہر سے معافی مانگے جس طرح وہ مانے، اسے منالے۔

اگر عورت کا کوئی قصور نہ ہو بلکہ شوہر ہی کا قصور ہو، جب بھی عورت کو تن کر اور منہ بگاڑ کر نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ شوہر کے سامنے عاجزی و انکساری ظاہر کر کے اپنا ہی قصور بتلا کر خوش کر لینا چاہیے، کیونکہ شوہر کا حق بہت بڑا، اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اپنے شوہر سے معافی تلافی کرنے میں عورت کی کوئی ذلت نہیں ہے، بلکہ یہ عورت کے لیے عزت وفخر کی بات ہے کہ وہ معافی مانگ کر اپنے شوہر کو راضی کر لے۔ اوراس سے شوہر کے دل میں بھی بیوی کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ عورت کو چاہیے کہ شوہر کی آمدنی کی حیثیت سے زیادہ خرچ نہ مانگے (کیونکہ زیادہ جھگڑے ان چیزوں کی بنا پر ہوتے ہیں) بلکہ جو کچھ ملے، اس پر صبر وشکر کے ساتھ اپنا گھر سمجھ کر ہنسی خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ اگر کوئی زیور، کپڑا یا سامان پسند آجائے اور شوہر کی مالی حالت ایسی نہ ہو کہ وہ اس کو لا سکے تو کبھی ہرگز ہرگز اس سے ایسی چیز کی فرمائش نہ کرے اور اپنی پسند کی چیزیں نہ ملنے پر کبھی ہرگز کوئی شکوہ شکایت نہ کرے۔ نہ غصہ سے منہ پُھلائے، نہ طعنہ مارے، نہ افسوس ظاہر کرے۔ بلکہ بہترین طریقہ یہ ہے کہ عورت شوہر سے کسی چیز کی فرمائش ہی نہ کرے، کیونکہ بار بار کی فرمائشوں سے عورت کا وزن شوہر کی نگاہ میں گھٹ جاتا ہے۔ ہاں اگر شوہر خود پوچھے کہ میں تمھارے لیے کیا لاؤں؟ تو عورت کو چاہیے کہ شوہر کی مالی حیثیت دیکھ کر اپنی پسند کی چیز طلب کرے اور جب شوہر چیز لائے تو وہ پسند آئے یا نہ آئے، مگر عورت کو ہمیشہ یہی چاہیے کہ وہ اس پر خوشی کا اظہار کرے۔

بیوی کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کی آمدنی اور گھر کے اخراجات کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہمیشہ مدِنظر رکھے اور گھر کا خرچ اس طرح چلائے کہ عزت و آبرو سے زندگی بسر ہوتی رہے۔ شوہر پر بیجا فرمائشوں کا بوجھ نہ ڈالے، اس لیے کہ اگر مجبور ہو کر شوہر نے قرض کا بوجھ اپنے سر پر اگر اٹھا لیا اور خدا نہ کرے کہ وہ قرض ادا کرنا دشوار ہوگیا تو گھریلو زندگی میں پریشانیوں کا سامنا ہوجائے گا اور میاں بیوی کی زندگی تنگ ہوجائے گی۔ اس لیے ہر عورت کو صبر و قناعت کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہیے اور گھر کے اخراجات کو آمدنی سے ہرگز نہ بڑھانا چاہیے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک بدصورت شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اس کی بیوی نہایت خوبصورت تھی۔ اس کے حسن و جمال پر دنیا تعجب کرتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تیری عورت تیرے ساتھ کیا برتاؤ کرتی ہے اور تجھے کس نظر سے دیکھتی ہے؟

اس شخص نے عرض کیا میری بہت قدر کرتی ہے اور میری اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جاتی اور اسے اپنے حسن و جمال کا کوئی لحاظ نہیں، بلکہ میری خدمت کی طرف دھیان ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جا! اس سے کہہ دے کہ وہ جنتی عورتوں میں سے ہے کیونکہ باوجود حسن و جمال کے وہ اپنے شوہر کی تابعداری کرتی ہے اس کی بدصورتی پر نہیں جاتی۔

(طبرانی)

حدیث پاک میں ہے:

اِنَّمَا الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَلَيْسَ مِنْ مَّتَاعِ الدُّنْيَا اَفْضَلُ مِّنَ الْمَرْأَةِ الصَّالِحَةِ۔

''دنیا چند روزہ ہے لیکن اس چند روزہ عیشِ دنیا میں کوئی شے نیک سیرت بی بی سے بڑھ کر نہیں۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے:

شوہر کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ ''عورت ہر ملنے والے سے اپنے شوہر کی اچھائی بیان کرے۔'' جس سے اکثر خواتین غفلت کرتی ہیں، بلکہ شوہر کے عیوب کو بڑھ چڑھ کر بیان کریں گی لیکن اس کی تعریف کے لیے زبانیں بند رہتی ہیں۔ (اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ)

ہر کام میں (عورت) شوہر کی رضا مندی کو ملحوظ رکھے اگر اس کا کوئی دوست دروازے پر آواز دے تو اس کا جواب اس طرح دے کہ پکارنے والے کو یہ نہ معلوم ہو کہ بیوی بول رہی ہے (یعنی آواز میں زیادہ نرمی نہ ہو) شوہر کے دوستوں سے پردہ کرے تاکہ وہ اس کو پہچان نہ سکیں۔ رزق جو موجود ہو، اس پر قناعت کرے۔ اس (شوہر) کے سامنے اپنے حسن کی تعریف نہ کرے۔ اس کے احسانات کو مانے، یہ نہ کہے کہ تو نے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔

(کیمیائے سعادت، کتاب النکاح)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عملِ خیر کی توفیق سے نوازے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حقوق الزوجہ

اسلام میں جس طرح بیوی پر شوہر کے کچھ حقوق مقرر ہیں اسی طرح شوہر پر بھی کچھ حقوق بیوی کے ہیں، جن کا پورا کرنا اس کے لیے لازم ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ

(البقرۃ۲/۲۲۸)

''اور عورتوں کے مردوں پر وہی حقوق ہیں جو دستور کے مطابق مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں۔ البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔''

ایک جگہ ارشاد ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (النساء۴/۱۹)

''اپنی بیویوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے ساتھ زندگی گزارو، ہوسکتا ہے تم ان کی کسی بات کو ناپسند کرو، اور اللہ تعالیٰ نے اس میں خیرِ کثیر رکھی ہو!''

(یعنی) اگر تمھاری رفیقۂ حیات کا معیارِ جمال اتنا اونچا نہیں، جس کا تم تصور کیے ہوئے تھے۔ یا اس کے اطوار و اخلاق اتنے مثالی نہیں جن کے تم متمنّی تھے، تو دل برداشتہ ہو کر ازدواج کے اس رشتہ کو توڑ نہ دو، بلکہ ان کوتاہیوں اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خامیوں پر صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے بعید نہیں کہ تمھیں اس بیوی سے ایسی نجیب وسعید اولاد عطا فرما دے، جو تمھارے نام کو روشن کر دے۔ یا جب زندگی کا کارواں آزمائش و ابتلاء کی سنگلاخ وادی میں قدم رکھے، تو تمھاری یہ بیوی (جسے تم پسند نہیں کرتے ہو) تمھارے عزم وحوصلہ کو بلند رکھنے میں اس گل رعنا سے زیادہ مفید ثابت ہو جس کی بوئے وفا اور رنگِ صفا کو بادِ سموم کا ایک ہی جھونکا مرجھا کر رکھ دے۔ انسانی حسن و جمال کا آئینہ صرف نگاہ ہی تو نہیں، اس کے علاوہ اور بھی کئی آئینے ہیں۔ (ضیا القرآن جلد ۱، صفحہ ۳۳۰)

اس سے پتہ چلا کہ زوجہ کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہیے۔ یعنی جب خود کھانا کھائے تو اپنی زوجہ کو بھی کھلائے، خود کپڑا پہنے تو اپنی زوجہ کو بھی (نیا) کپڑا پہنائے۔ بیویوں کی نافرمانی کا خطرہ محسوس ہو تو اللہ کے حکم کے مطابق (گالی گلوچ اور برا بھلا کہے بغیر سمجھائے) اگر کہا مان جائیں تو بہت اچھا، ورنہ بستر کی جدائی اختیار کرے۔ اگر اس سزا سے درست ہو جائے تو بہتر، ورنہ چہرہ کے علاوہ معمولی ضرب اور تنبیہ اختیار کرے۔ نیز اس کا خون نہ بہائے اور نہ مار کٹائی کر کے اسے زخمی کرے اور نہ اس کا کوئی عضو توڑے۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ (النساء ۴/ ۳۴)

''اور جن عورتوں کی تم نافرمانی محسوس کرو تو ان کو سمجھاؤ اور (اگر نہ سمجھیں تو) شب باشی میں الگ کر دو اور (اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو) ان کو مارو اور اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں، تو پھر ان پر (مار کا) راستہ نہ تلاش کرو۔''

ایک شخص بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بیوی کے مرد پر کیا حقوق ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَنْ تُطْعِمَهَا اِنْ طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِنْ اِكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ۔ (ابو دائود۔ اسناد حسن)

''کہ جب تو کھانا کھائے تو اسے کھلا، جب تو لباس پہنے تو اسے پہنا۔ اس کے منہ پر نہ مار اور برا نہ کہہ اور گفتگو ترک کرے، تو صرف گھر کی حد تک۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مومنوں میں سے کامل ترین ایمان اسکا ہے جو ان میں سے بہترین اخلاق کا مالک ہے اور تم میں سے بہترین اشخاص وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والے ہیں۔ (الترمذی وابن ماجہ)

مزید ارشاد فرمایا:

اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ۔

''خبردار! تم پر عورتوں کا حق ہے کہ تم انھیں اچھا لباس اور اچھا کھانا مہیا کرو۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عورت پسلی کی مانند ہے اگر تم اس کو سیدھا کرو گے، تو اس کو توڑ دو گے۔ اس سے اس کی کجی کے ساتھ ہی فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔

(احمد، طبرانی، مجمع الزوائد ج ۴، ص ۳۰۳)

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''عنقریب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح مارے گا۔ سنو تم میں اچھا شخص وہ ہے، جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہو۔''

(مجمع الزوائد ج ۴، ص ۳۰۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کے قریب جائے۔ عورت اپنا جسم اس کے حوالے کر دے اور پھر مرد اس بھید کو ظاہر کر دے۔

(شرح صحیح مسلم ج ۳، ص ۸۷۲)

گویا بیوی کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا شوہر اپنی بیوی کے بھید (راز) کو کسی پر ظاہر نہ کرے۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، اَىْ لَا يُبْغِضْهَا، اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِىَ اٰخَرَ۔ (صحیح مسلم و مسند احمد)

''کوئی مومن ایمان والی عورت سے نفرت نہ کرے، (اس لیے کہ) اگر اسے اس کی ایک عادت ناپسند ہے۔ تو دوسری پسند آجائے گی۔''

مرد کو چاہیے کہ وہ بیوی کو ضروری دینی احکام سکھائے۔ اگر وہ نہیں جانتی تو اسے اجازت دے کہ وہ ایسی مجالسِ علم و وعظ میں شریک ہو (جہاں پردے کا خصوصیت کے ساتھ اہتمام ہو) علم حاصل کرے۔ اس لیے کہ عورت کو کھانے پینے کی نسبت، اپنے دین اور روح کی اصلاح کی زیادہ ضرورت ہے۔ خاص طور سے موجودہ معاشرے کا تقاضہ ہے کہ خواتین علمِ دین حاصل کریں۔ کیونکہ جتنا دین کا کام اس وقت خواتین کر سکتی ہیں اتنا مرد نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد اور بہت سے کاموں میں مصروف رہتے ہیں یا تھکے ہارے گھر پہنچتے ہیں، دن بھر کام کاج میں لگے ہوتے ہیں اور عورتیں گھر کے کام کاج کے ساتھ ساتھ دین کا کام بھی احسن طریقہ سے کر سکتی ہیں اور وہ اس طرح کہ اپنی اولاد کی اچھی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور دینی تربیت کر کے یہ فریضہ انجام دے سکتی ہیں ۔نیز روزانہ اپنے کاموں میں سے اگر ایک گھنٹہ بھی دین کے کاموں کے لیے مختص کر لیں تو انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کہ جو شخص اپنی عورت کے نفقہ میں فراخی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز غنی کر دے گا اور بہشت میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی رفاقت عنایت فرمائے گا۔'' (صحیح بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اخراجات کے سلسلے میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ بیویوں پر خرچ ہونے والا مال بھی راہِ خدا میں خرچ کیے جانے والے مال کی طرح اجر وثواب کا باعث ہوتا ہے۔ مرد کو چاہیے کہ نفقہ کی فراخی رکھے۔ عورت کو بھوکا نہ مارے اور نہ تنگ رکھے۔ (میاں بیوی کے حقوق از عالم فقری)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیوی بچوں کی فکر کرنا اور ان کے راحت و آرام کے لیے جدوجہد کرنا راہِ خدا میں جہاد کرنے کے برابر ہے، حلال رزق کے لیے جدوجہد کرنا اور دین کی طرف رہنمائی کی کوشش کرنا، ہر شوہر پر فرض ہے۔ (احیاءُ العلوم ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی (رضی اللہ عنہ) نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ حضور ! یہ بتائیے کہ:

''ہم اپنے خادموں (کے قصور) کو کتنی بار معاف کریں؟

فَسَكَتَ — اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے۔

ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ الْكَلَامَ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دوبارہ پھر دریافت کیا گیا (کہ کتنی بار معاف کریں)

فَصَمَتَ—اس پر (بھی) آپ ﷺ خاموش رہے۔

فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ۔

پھر جب تیسری مرتبہ پوچھا گیا (تو آپ ﷺ نے جواب دیا)

قَالَ اُعْفُوْا عَنْهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔

فرمایا، اس کی خطائیں ہر دن میں ستر مرتبہ معاف کرو۔'' (رواہ ابوداؤد)

یہ تو خادم کے بارے میں حکم ہے کہ اسے دن میں ستر مرتبہ معاف کرو۔ حالانکہ خادم کا کام ہی خدمت کرنا ہے، اسے اسی کام کے لیے تو رکھا گیا ہے۔ اب ذرا اندازہ کیجئے کہ ہماری بیویاں کیا خادموں کا درجہ بھی نہیں رکھتی ہیں؟

ہر بات پر ہم اپنی بیویوں کو گھٹیا، پاؤں کی جوتی اور غلاموں سے بدتر سمجھنے لگے ہیں۔ جبکہ ہمارا دین اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ ہمیں اپنے عمل و معاشرت کو درست کرنا چاہیے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بعض غیرت تو ایسی ہے جس کو اللہ محبوب رکھتا ہے۔ اور بعض غیرت ایسی ہے۔ جس کو مبغوض رکھتا ہے۔

فَاَمَّا الَّتِيْ يُحِبُّهَا اللّٰهُ۔

''پس جس غیرت کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے وہ ہے۔''

فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيْبَةِ۔

''جو غیرت شک کے بارے میں ہو۔''

مثلاً بیوی اجنبی غیر محرم مردوں کے سامنے آتی ہو یا اجنبی مرد اس کے پاس بے تکلف آتے جاتے ہوں۔ یا وہ اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہوں تو اس بات پر شوہر کو غیرت آنی چاہیے۔ یہ حیا کا بھی تقاضہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اجنبی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور غیر محرم لوگوں سے بچنے کی تاکید کرے۔

وَاَمَّا الَّتِیْ یُبْغِضُھَا اللّٰہُ فَالْغَیْرَۃُ فِیْ غَیْرِ رِیْبَۃٍ۔

''اور وہ (غیرت) جو خدا کو ناپسند ہے۔تو وہ غیرت ہے جو محض بدگمانی کے باعث ہو (اور اس کا یقین نہ ہو)''

مثلاً بیوی پر ویسے ہی شک کرنا کہ یہ غیر محرم لوگوں سے ملتی ہوگی۔ یہ میرے پیچھے گھر میں نہیں رہتی ہوگی وغیرہ۔تو ایسی غیرت جو بدگمانی کی بنا پر ہے یہ اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے، وہ اسے پسند نہیں کرتا۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا یَجْلِدُ اَحَدُکُمْ اِمْرَأَتَہٗ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ یُجَامِعُھَا فِیْ اٰخِرِ الْیَوْمِ

(صحیح بخاری)

''اپنی عورتوں کو غلاموں کی طرح نہ مارو (اور) پھر رات کو اس سے صحبت کرنے لگو۔''

قرآنِ حکیم تو کہتا ہے:

ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ (الرحمٰن ۵۵/۶۰)

''نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی (ہے)۔''

یعنی جس نے نیکی کی ہے اس کا بدلہ اسے نیکی ہی میں دینا چاہیے۔ اس کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کرنا چاہیے۔معمولی سی باتوں پر بیویوں پر سختی کرنا درست نہیں ہے۔ وہ نوکر اور غلام نہیں ہیں، بلکہ زندگی کی ساتھی ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی بیوی کی شکایت لے کر حاضر ہوا۔ دروازے پر پہنچا تھا تو اندر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی کچھ تیز کلامی محسوس ہوئی تو اپنے دل میں یہ سوچ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کر لوٹنے لگا کہ میں تو اپنی بیوی کی شکایت لے کر آیا تھا اور یہاں خود وہی قصہ موجود ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے واپس جاتے دیکھ کر بلایا اور آنے کی وجہ پوچھی۔ کہنے لگا کہ میں یہ ارادہ لے کر آیا تھا کہ اپنی بیوی کا گلہ شکوہ آپ سے کروں گا، مگر آپ کے گھر کا معاملہ بھی ویسا ہی دیکھ کر واپس جا رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میرے ذمہ اس کے کچھ حقوق ہیں جس کی وجہ سے میں درگزر کرتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ وہ میرے اور دوزخ کے درمیان آڑ ہے کہ اس کی وجہ سے میرا دل حرام سے بچا رہتا ہے۔ دوسرے یہ کہ میں باہر جاتا ہوں تو وہ میرے مال و متاع کی رکھوالی کرتی ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ میرے کپڑے دھوتی ہے۔ چوتھے یہ کہ وہ میری اولاد کی پرورش اور تربیت کرتی ہے۔ پانچویں یہ کہ وہ میرا کھانا پکاتی ہے۔

یہ سن کر وہ شخص کہنے لگا کہ یہ سب فوائد تو مجھے بھی حاصل ہیں، لہٰذا جس طرح آپ اپنی بیوی سے درگزر کرتے ہیں تو اب میں بھی ایسا ہی کروں گا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی کے احسانات کو یاد بھی رکھنا چاہیے کہ وہ ہمارے فلاں فلاں کام کرتی ہے، پھر جب کبھی تلخ کلامی ہو بھی جائے تو شوہر کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ بھی یاد کر لینا چاہیے۔ اس طرح انشاء اللہ اصلاح ہو جائے گی۔

بدمزاجی پر صبر

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کی بدمزاجی پر صبر کیا، تو اللہ تعالیٰ اسے اتنا اجر دے گا جتنا حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے صبر کرنے پر دیا تھا۔ اور جس عورت نے اپنے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شوہر کی بد اخلاقی اور غصہ پر صبر کیا، اسے اتنا ثواب ملے گا جتنا ثواب فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو عطا ہوا ہے۔ (احیاء العلوم)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کے مردوں میں سب سے افضل وہ مرد ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ اور اسے دینی نصیحتیں کرتا ہے اور خوف دلاتا ہے اور عورت سے دکھ اور اذیت ملنے پر صبر کرتا ہے۔ جو شخص عورت کے دکھ پہنچانے پر صبر کرے گا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے آخرت میں غازی کا مرتبہ ملے گا۔

(میاں بیوی کے حقوق۔)

شوہر کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنی بیوی کو اسلامی تعلیمات و آداب پر عمل پیرا ہونے کا پابند کرے، بے پردہ باہر نکلنے اور غیر محرم مردوں کے اختلاط سے اسے منع کرے۔ لوگوں کے لیے زیب و زینت سے روکے، کہ زیب و زینت صرف شوہر کے لیے کرے۔ ایسی محفلوں میں جانے سے شوہر خود بھی اور اس کی بیوی بھی اجتناب کریں جہاں اسلامی تعلیمات کے منافی کام کیے جا رہے ہیں۔ خصوصاً آج کل عورتوں کی ویڈیو فلمیں بنانا کہ غیر محرم مرد ان ویڈیوز کو دیکھتے ہیں، جائز نہیں ہے۔ شوہر کو چاہیے کہ اس (بیوی) کی حفاظت اور پوری نگہداشت کرے۔ اخلاقی اور عملی برائیوں سے اسے بچائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ إِمْرَأَ تَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ سَاقِطٌ۔ (ترمذی، ابن ماجہ والنسائی)

''جس کی دو عورتیں ہوں اور ان دونوں کے درمیان انصاف نہیں کیا۔ وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گرا ہوگا۔ (یعنی مفلوج ہوگا)''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ سزا صرف دو ہی عورتوں کی بے انصافی پر موقوف نہیں ہے اگر تین ہوں یا چار ہوں اور ان میں بے انصافی کرے تب بھی اس سزا کا مستحق ہو گا۔ یعنی ہر ایک کے لیے برابری کرنا ضروری ہے۔

اگر دو یا دو سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان کے درمیان انصاف قائم رکھے۔ کھانے پینے، لباس، رہائش اور رات گزارنے میں ان کے مابین عدل اور برابری کرے۔ ان اُمور میں ظلم و زیادتی روا نہ رکھے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ہی وقت میں نو ازواج مطہرات تھیں (یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ مسلمانوں کو چار تک کی اجازت ہے) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاس جانے کے لیے باری مقرر کر رکھی تھی، تا کہ ہر ایک سے یکساں سلوک ہو۔

حدیث پاک میں ہے:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں میں سے ہر ایک کے پاس باری باری قیام پذیر ہوتے پھر ارشاد فرماتے:

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا قَسْمِیْ فِیْمَا أَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ۔

(روح المعانی ج ۴ ص ۲۳۸)

''اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جس پر میں اختیار رکھتا ہوں۔ (مولا) تو مجھے اس کام میں نہ پکڑ جس کا تو مالک ہے اور میرے اختیار میں نہیں۔''

مقامِ غور ہے کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیویوں کے ساتھ برابر کا سلوک کرنے کے باوجود دعا فرماتے کہ مولا، تو میری پکڑ نہ کرنا۔ وہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے وسیلے سے ہم گنہگاروں کی بخشش ہوگی، جن کی شفاعتِ مبارکہ سے ہماری معافی ہوگی جب وہ اس قدر اللہ تعالیٰ سے التجا فرمائیں تو ہمیں کتنی مرتبہ بارگاہِ رب العزت میں یہ التجا کرنی چاہیے کہ مولا! تُو ہماری پکڑ نہ فرمانا، ہم اپنی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طاقت کے مطابق حسنِ سلوک کا معاملہ کرتے ہیں۔ باقی معاملہ تیرے سپرد ہے۔ ہمیں تو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہنا چاہیے اور اپنی ناانصافیوں پر ربِ کائنات کی جانب سے غیبی مدد کا سوال کرنا چاہیے کہ وہ نیکی کے کاموں میں ہماری مدد فرمائے۔ (آمین)

مہر ادا کرنا

شوہر پر بیوی کے حقوق میں سے ایک بنیادی حق ''مہر'' کا ادا کرنا ہے۔

قرآن حکیم میں ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً۔ (النساء ۴/۴)

''اور دو (اپنی) عورتوں کو ان کے مہر خوشی خوشی۔''

نِحْلَةً اس عطیہ کو کہتے ہیں جو خوشی خوشی کسی معاوضہ کے لالچ کے سوا دیا جائے۔

(ضیاء القرآن ج ۱، ص ۳۱۹)

آج ہمارے معاشرے میں مہر ادا کرنے کا رواج ہی ختم ہو چکا ہے۔ قرآن حکیم کے حکم کے مطابق خوشی خوشی بغیر کسی غم اور غصہ کے مہر کو ادا کیا جائے۔ اس لیے کہ یہ ایک ایسا قرض ہے جو مرنے کے بعد (اگر پہلے ادا نہیں کیا تھا) اس کی میراث سے اس کی بیوی کو ادا کیا جائے گا۔ پھر میراث تقسیم کی جائے گی۔

ہم میں سے بہت سے لوگ اس کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ بعض لوگ بیوی سے معاف کروا لیتے ہیں، لیکن یہ چیز مرد کی شان کے خلاف ہے۔ اور پھر اس طرح مجبوری میں بیوی کا معاف کر دینا معتبر بھی نہیں۔ ہاں اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ شوہر پورا مہر بیوی کے سپرد کر دے اور پھر اگر بیوی اپنی مرضی سے اس میں سے پورا یا کچھ واپس کر دے، تو اس کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ حدیث پاک میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آتا ہے کہ اگر کسی شخص نے نکاح کیا اور مہر ادا کرنے کی اس کی نیت ہی نہیں تھی اور ادا کرنے سے پہلے وہ مر گیا تو قیامت کے دن زنا کرنے والوں میں شمار ہوگا۔
(معجم اوسط، معجم صغیر للطبرانی)

فقیہہ ابو للیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شوہر پر عورت کے پانچ طرح کے حق لازم ہیں۔

۱۔ گھر سے باہر اس کے کام کاج سنوارے اور اسے (بیوی کو) گھر سے باہر نہ جانے دے کہ وہ عورت ہے، جس کا بلاوجہ نکالنا گناہ اور بے مروتی ہے۔

۲۔ نماز روزہ و دیگر احکام کے متعلق بقدرِ ضرورت مسائل اسے سکھائے اور اسے گھر سے باہر نہ جانے دے۔

۳۔ اسے حلال کھانا کھلائے، کیونکہ حرام غذا سے پیدا ہونے والا گوشت دوزخ میں پگھلایا جائے گا۔

۴۔ اس پر کوئی ظلم نہ کرے کہ وہ اس کے پاس امانت ہے۔

۵۔ وہ (بیوی) اگر اس پر کچھ زیادتی بھی کر بیٹھے تو محض اس کی ہمدردی میں اسے برداشت کرے کہ کہیں اس سے بڑھ کر کوئی بات نہ کر بیٹھے۔ (تنبیہ الغافلین)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایک دن ایک زوجہ نے غصے کی حالت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے (مبارک) پر ہاتھ مار دیا۔ تو انکی والدہ نے ان سے کہا کہ تم نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ حرکت کیوں کی؟ تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ اس سے بھی زیادہ کرتی ہیں اور میں برداشت کر لیتا ہوں، معاف کر دیتا ہوں۔

اور فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ۔ (کیمیائے سعادت ص ۲۶۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''یعنی تم میں اپنی بیوی کے ساتھ خوش گوار رہنے والا سب سے اچھا ہے اور میں تم سب میں (سے) اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا رہتا ہوں۔''

خلاصۂ کلام یہ کہ شوہروں پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔ بیوی کے جائز اخراجات پورے کریں۔ عدل و مساوات قائم رکھیں۔ نرمی وشفقت کا معاملہ کریں۔ نیکی کے کاموں میں بیوی کی حوصلہ افزائی کریں اور ضروری دینی مسائل سے ان کو آگاہ کریں۔ خود سکھائیں یا سکھلائیں۔ بیوی کے جذبات و احساسات کا لحاظ رکھیں۔ اس کے بھید (راز) کو کسی پر ظاہر نہ کریں۔ اس سے بدگمانی نہ کریں۔ بیوی پر اعتماد و بھروسہ رکھیں۔ خوشی سے ان کے مہر ادا کریں۔ اور ان کی بری عادات وتکلیف پر صبر وضبط سے کام لیں۔ آخر میں یہ حدیثِ مبارکہ پڑھ لیں اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ازواجِ مطہرات سے برتاؤ کا اندازہ لگالیں اور پھر اپنے ماحول، معاشرے اور گھر پر بھی نظر دوڑائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بستر سے آہستہ سے اٹھے، دبے پاؤں چلے۔ دروازہ بے آواز کھولا اور باہر تشریف لے گئے۔ آگے روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت البقیع میں زیارتِ قبور اور ایصالِ ثواب کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

اس حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں قابل تذکرہ باتیں یہ ہیں کہ آہستگی کے ساتھ اُٹھنا، دبے پاؤں چلنا، دروازہ بے آواز کھولنے کی کوشش حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں کی؟

اپنا گھر تھا، جس طرح چاہتے، اُٹھ کر تشریف لے جاتے، لیکن ہر بات اور ہر عمل میں یہ التزام اور اہتمام کیوں تھا؟ کہ آہٹ نہ ہو، محض اس لیے کہ رفیقۂ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حیات (بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کی خوابِ راحت میں خلل نہ آئے۔ اس چھوٹے سے واقعہ سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے اس مخصوص حصہ پر کہ ازواج مطہرات کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برتاؤ کیسا تھا، کافی روشنی پڑتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۳۳/۲۱)

''بے شک تمھارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی حیاتِ مبارکہ) میں اچھی پیروی ہے۔''

اللہ رب العزت ہمیں قرآن کی تعلیمات و احکامات کو صحیح معنوں میں سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حقوق الجار

جس شخص کا گھر یا دکان کسی فرد کے گھر یا دکان سے متصل ہو، وہ اس کا پڑوسی ہے۔ بعض عُلماء نے چالیس گھروں تک اتصال کا اندازہ کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَازَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ۔

(مسلم، البر والصلة والادب، ح ۶۵۶۳)

''جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ مجھے پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے، حتّٰی کہ میں نے گمان کیا کہ وہ تو وارث بنادینگے۔''

ایک ہی سفر کے مسافر، ایک ہی مدرسہ کے طالب علم، اساتذہ، اسٹاف، ایک ہی کارخانہ کے ملازم، ایک ہی استاد کے شاگرد، ایک ہی دفتر میں کام کرنے والے اہلکار، ایک ہی کاروبار میں شریک کار، ایک ہی شیخ کے مریدین، ایک ہی مسجد کے نمازی وغیرہ، درحقیقت ہمسایوں کی طرح ہیں اور انھیں چاہیے کہ ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں۔

قرآن و حدیث میں پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور ان کے حقوق کو مقدم رکھا گیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان کو عموماً

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس شخص سے تکلیف یا دکھ پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے جو اس کے قریب ہوتا ہے، اس کو جانتا ہے۔ جس سے کوئی جان پہچان ہی نہیں، وہ کیا نقصان پہنچائے گا۔ اس لیے اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں ایک دوسرے انسان کے حقوق مقرر کر دیئے ہیں۔ تاکہ ایک انسان سے دوسرے کی حق تلفی نہ ہو۔ اور دوسرا انسان انتقامی صورت میں دُکھ اور تکلیف نہ پہنچائے۔ بلکہ باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانے کیلئے آپس میں ایک دوسرے کی خواہشات کا احترام سکھایا جائے۔ تاکہ برائیاں، جھگڑے فساد جنم نہ لیں، اور ہمسایوں کی زندگی آپس میں پُرامن گزرے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ

(النساء ۴/۳۶)

''اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، نیز رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پڑوسی جو رشتہ دار ہے اور پڑوسی جو رشتہ دار نہیں اور ہم مجلس اور مسافر۔''

اقسامِ پڑوسی

پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں ان میں سے کچھ کے تین، کچھ کے دو اور کچھ کا ایک حق ہوتا ہے۔

(۱) مسلمان رشتہ دار پڑوسی:

اس کے تین حق ہیں۔ ایک رشتہ داری، پھر دین کا ایک ہونا اور پڑوس میں رہنا۔

(۲) مسلمان پڑوسی:

اس کا ایک حق پڑوسی ہونے کا اور دوسرا مسلمان ہونے کا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۳)ذمی پڑوسی:

اس کا ایک حق یعنی پڑوسی کا ہے، دین اس کا جدا ہے۔

پڑوسی کے حق کی معرفت لازمی ہے، چاہے وہ ذمّی (غیر مسلم رعایا کا فرد) ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دوست محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تین باتیں وصیت فرمائیں (ان میں سے دو یہ ہیں):

(۱) شوربے میں پانی ڈالا کرو اور اسے پڑوسیوں کو بھی دیا کرو اور نماز وقت پر پڑھا کرو۔

(۲) جو شخص مرجائے اور اس کے تین پڑوسی اس سے راضی ہوں، تو اللہ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔ (تنبیہ الغافلین از ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ پڑوسی کون ہیں؟

فَقَالَ اَرْبَعِيْنَ دَارًا اَمَامَهٗ وَاَرْبَعِيْنَ خَلْفَهٗ وَاَرْبَعِيْنَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَاَرْبَعِيْنَ عَنْ يَسَارِهٖ۔ (الادب المفرد)

''اُنہوں نے فرمایا: چالیس گھر آگے، چالیس گھر پیچھے، چالیس داہنی طرف اور چالیس بائیں طرف۔''

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ لِيْ جَارَيْنِ فَاِلٰى اَيِّهِمَا اُهْدِيْ؟ قَالَ: اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا۔ (ریاض الصالحین بحوالہ صحیح بخاری)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے دو پڑوسی ہیں تو کس کو ہدیہ دینے (میں ابتداء) کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِیْ یَشْبَعُ وَجَارُہٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِہٖ۔ (بیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ)

''فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص مؤمن نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی جو اس کے پہلو میں رہتا ہے، بھوکا رہے۔''

اِس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ایک مؤمن کامل کو یہ زیبا نہیں دیتا کہ وہ خود تو پیٹ بھر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رات گزار دے۔

یعنی اگر کوئی محتاج پڑوسی ہے، تو اس کی خبر گیری کرنا چاہیے اور کھانے پینے کی چیزوں میں اس کا خیال رکھنا چاہیے۔

ایک آدمی نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوکر عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ ! فلاں عورت بہت زیادہ نمازیں پڑھتی، (نفل) روزے رکھتی اور صدقہ کرتی ہے۔ اور اس لحاظ سے وہ مشہور ہے۔ لیکن اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے۔

''آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ جہنم میں جائیگی۔''

اس آدمی نے پھر کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ! فلاں (ایک اور) عورت کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ کم نفل روزے رکھتی ہے اور کم نفل نماز پڑھتی ہے اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ کرتی ہے، لیکن اپنی زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی۔

''آپ ﷺ نے فرمایا وہ جنت میں جائے گی۔'' (مشکوٰۃ)

پہلی عورت جہنم میں اس لیے جائے گی کہ اس نے بندوں کے حقوق مارے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہیں، پڑوسی کو ایذا نہ دینا اس کا حق تھا، لیکن اس نے یہ حق ادا نہ کیا اور پڑوسی سے دنیا میں معافی بھی نہ مانگی۔ اس لیے اسے جہنم میں جانا چاہیے۔ جب کہ دوسری عورت فرض نمازیں، فرض روزے، فرض صدقہ ادا کرنے کے ساتھ بہت کم نفلی نمازیں، روزہ اور صدقہ دیا کرتی تھی۔ لیکن پڑوسیوں کے حقوق ادا کرتی تھی انھیں تکلیف و ایذا نہیں دیتی تھی، اس کے بارے میں ارشاد ہوا کہ وہ جنتی ہے۔

حضرت ابو عامر الحمصی سے روایت ہے:

کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو بھی دو آدمی تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھیں، پھر ان میں سے ایک مر جائے یا دونوں ہی اسی حالت میں مر جائیں تو دونوں ہلاک ہوں گے۔ پھر فرمایا:

وَمَا مِنْ جَارٍ يَظْلِمُ جَارَهٗ وَيُقَهِّرَهٗ حَتّٰى يَحْمِلَهٗ ذٰلِكَ عَلٰى اَنْ يَّخْرُجَ مِنْ مَنْزِلِهٖ اِلَّا هَلَكَ۔

(الادب المفرد)

''جو بھی کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی پر ظلم اور زیادتی کرے گا یہاں تک کہ اسے اس پر آمادہ کردے کہ وہ اپنے گھر سے نکل جائے تو یہ تکلیف دینے والا ہلاک ہو جائے گا۔ (یعنی آخرت کے عذاب میں پڑے گا)''

کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ہمسایہ یہودی تھا، اس کے گھر کی ایک دیوار پھٹ گئی اور کوڑا کرکٹ آپ کے مقدس گھر میں جمع ہو جاتا، یہودی کی عورت نے (اپنے شوہر کو) اطلاع دی، وہ آپ سے معذرت کرنے حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے نانا جان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے ہمسائے کی عزت و تکریم کرو۔ اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ یہ کلمات سنتے ہی وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حدیث پاک میں ہے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُحْسِنْ اِلٰى جَارِهٖ۔

(ریاض الصالحین باب الحق الجار حدیث نمبر ۳۰۹، ص ۱۳۳)

''جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہمسائے کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔''

ایک حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے

وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، قِيْلَ لَهٗ مَنْ هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (ﷺ)؟ قَالَ: اَلَّذِيْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔ (ریاض الصالحین باب الحق الجار واصیۃ ج ۳۰۵، ص ۱۳۲)

''اللہ کی قسم! وہ مؤمن نہیں ہے، اللہ کی قسم! وہ مؤمن نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کون یارسول اللہ ﷺ؟ فرمایا! جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں۔''

معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے پڑوسی کو تنگ کرتا ہے اور اس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں، تو وہ شخص لاکھ اپنے کو مسلمان کہتا پھرے، نمازیں پڑھے، تسبیحات پڑھے، لیکن وہ مومن (کامل) نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

يَا نِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسَنَ شَاةٍ۔

(صحیح بخاری)

''اے مسلمان عورتوں! تم اپنی ہمسائی کیلئے کوئی چیز معمولی نہ سمجھو، چاہے بکری کا کُھر ہی کیوں نہ ہو۔''

یعنی یہ ضروری نہیں کہ کھانے کی کوئی اعلیٰ چیز ہو، تب ہی پڑوس میں بھیجی جائے۔ بلکہ سنتِ رسول ﷺ سمجھتے ہوئے اپنی معمولی پکی ہوئی چیز کو بھی ہمسائی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے پاس بھیج دینے کی تعلیم ہے۔ اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے اور پھر حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنے کا اجر وثواب بھی ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذا سَمِعْتَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ، وَاِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ أَسَأْتَ فَقَدْ اَسَأْتَ۔ (مسند احمد)

''جب تو ان (ہمسایوں) سے یہ کہتے ہوئے سنے کہ تو نے اچھا کیا ہے تو یقینا تو نے اچھا کیا ہے۔ اور جب تو انھیں یہ کہتے ہوئے سنے کہ تو نے برا کیا ہے تو واقعی تو نے برا کیا ہے۔''

اگر کسی شخص کو برے پڑوسیوں کے ساتھ پالا پڑ جائے تو اسے چاہیے کہ صبر کرے، جیسا کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور اپنے پڑوسی کی شکایت کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِصْبِرْ، ثُمَّ قَالَ لَهُ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ اطْرَحْ مَتَاعَكَ فِي الطَّرِيْقِ۔

''صبر کر، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری یا چوتھی بار پوچھنے پر فرمایا: اپنا سامان راستہ میں ڈال دے۔''

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، وہاں سے گزرنے والے لوگ پوچھنے لگے، کیا بات ہے؟ تو جواب دیتا قَدْ اٰذَانِيْ جَارِيْ ''مجھے میرا پڑوسی تنگ کرتا ہے'' یعنی تکلیف دیتا ہے، وہ (لوگ) اس (پڑوسی) پر لعنت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ (ایذا دینے والا) پڑوسی آ کر کہنے لگا:

رُدَّ مَتَاعَكَ اِلٰى مَنْزِلِكَ فَأَنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اَعُوْدُ۔ (رواہ ابو داؤد وغیرہ)

''اپنا سامان گھر لے کر جاؤ میں پھر تمھیں کبھی ایذا نہیں دوں گا۔''

پڑوسی کے ساتھ اس طرح احسان کرنا چاہیے کہ وہ مدد مانگے تو اس کی مدد کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جائے، بیمار ہو جائے تو بیمار پرسی کی جائے، خوشی میں ہو تو اسے مبارکباد دی جائے، مصیبت زدہ ہو تو تسلی دی جائے ضرورت مند ہو تو اس کی مالی امداد کی جائے۔ اسے سلام میں پہل کی جائے۔

پڑوسی سے بات نرمی سے کی جائے۔اس کی اولاد کے ساتھ گفتگو میں نرمی اختیار کی جائے۔ اس کے دین و دنیا کی درستی میں اس کی رہنمائی کی جائے۔ ہر انداز میں اس کی جانب کا لحاظ رکھا جائے۔ اس کے مال کی حفاظت کی جائے اور اس کی لغزشوں سے درگزر کیا جائے۔ اس کے عیوب کی تلاش میں نہ رہا جائے، کسی جگہ اور گزرگاہوں میں اس کی تنگی کا باعث نہ بنا جائے۔ پرنالہ اس کی طرف ڈال کر اسے تنگ نہ کیا جائے۔ اسی طرح اسکے گھر کے سامنے کوڑا کرکٹ پھینک کر اس کو ایذا نہ دی جائے۔ یہ سب باتیں ہمسایہ کے ساتھ احسان اور حسنِ سلوک کے ذیل میں آتی ہیں۔

فقیہہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مسلمان کو چاہیے کہ وہ پڑوسی کی ایذا پر صبر کرے اور اپنے پڑوسی کو دکھ نہ دے اور ایسی حالت ہو کہ پڑوسی اس سے محفوظ ہو، نیز تین باتوں سے وہ اپنے پڑوسی کو محفوظ رکھے، ہاتھ سے اور زبان سے اور ستر (برہنگی) سے۔ زبان سے محفوظ رکھنا یہ ہے کہ کوئی ایسی بات نہ کرے کہ اگر پڑوسی کو آتے دیکھتا تو خاموش ہو جاتا، یا وہی بات پڑوسی کو معلوم ہو جائے تو شرمندہ ہونا پڑے۔ اور ہاتھ سے محفوظ رکھنا یہ ہے کہ پڑوسی اگر بازار میں ہو اور یاد آئے کہ وہ تھیلی گھر میں بھول آیا ہے، تو اسے خوف یا ڈر نہ ہو اور وہ کہے کہ میرا اور اس کا گھر ایک ہے۔ اور ستر سے محفوظ رکھنا یہ ہے کہ اگر پڑوسی سفر پر ہو اور اسے علم ہو جائے کہ پڑوسی میرے گھر میں گیا ہے، تو اس کے دل میں سکون ہو کہ وہ میرے ستر (عزت) پر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حملہ نہیں کرے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین باتیں زمانۂ جاہلیت میں بطورِ اخلاق پسند کی جاتی تھیں (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) اگر ان کا پڑوسی مقروض ہوتا یا کسی سخت مصیبت میں گرفتار ہوتا، تو وہ اس کا قرض ادا کرتے اور مصیبت سے نکالتے۔ (تنبیہ الغافلین)

حدیث پاک میں ہے:

مَنْ اٰذٰی جَارَ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَ مَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ حَارَبَ جَارَہٗ فَقَدْ حَارَبَنِیْ وَمَنْ حَارَبَنِیْ فَقَدْ حَارَبَ اللّٰہَ عَزَّوَّجَلَّ۔

(الترغیب والترھیب)

''جس نے اپنے پڑوسی کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے تکلیف دی، اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے خدا کو تکلیف دی، اور جس نے اپنے پڑوسی سے لڑائی کی اس نے مجھ سے لڑائی کی، اور جس نے مجھ سے لڑائی کی اس نے خدا سے لڑائی کی۔''

آقائے دو جہاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

مِنْ سَعَادَۃِ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ الْمَسْکَنُ الْوَاسِعُ وَالْجَارُ الصَّالِحُ وَالْمَرْکَبُ الْھَنِیْئُ۔ (الادب المفرد)

''کہ کسی مسلمان کی خوش بختیوں میں سے یہ ہے کہ اسے دنیا میں وسیع مکان اور نیک ہمسایہ اور پسندیدہ سواری مل جائے۔''

لیکن ان تمام نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنا بھی لازم ہے اور اگر کبھی اچھا پڑوسی نہ ملے تو پھر صبر سے کام لینا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس صبر کا اجر عطا فرمائے گا۔

اس لیے کسی جگہ گھر بنانے سے پہلے وہاں کے پڑوسیوں کو دیکھ لینا چاہیے کہ وہ کیسے ہیں؟ جس جگہ برے لوگ رہتے ہوں، فسق و فجور کے عادی، شریعت سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عاری، برے اخلاق والے لوگ رہتے ہوں تو وہاں گھر نہ بنائے اس لیے کہ صحبت کا اثر انسان پر پڑتا ہے اگر کسی بری جگہ پر گھر بنایا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ خود یا اس کی اولاد بھی ان برے لوگوں کی طرح بن جائے اور ایمان سے ہی ہاتھ دھونا پڑے؟

ایک حدیثِ مبارکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایوں کے حقوق کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:

جانتے ہو کہ ہمسایہ کے حقوق کیا ہوتے ہیں؟ اور پھر ان حقوق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمسایہ کا حق تب ادا ہوتا ہے کہ:

۱۔ اگر اسے مدد کی ضرورت ہو تو مدد کرو۔

۲۔ اگر وہ کچھ قرض یا ادھار مانگے تو دے دو۔

۳۔ اگر وہ غریب ہو تو اس کی حاجت روائی کرو۔

۴۔ اگر بیمار ہو تو اس کی تیمارداری (عیادت) کرو اور اگر مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔

۵۔ اگر اسے کوئی خوشی نصیب ہو تو اس کی مسرت و شادمانی میں شریک ہو کر اسے مبارکباد دو، اور اگر اس پر کوئی مصیبت پڑ جائے تو اس کے رنج و غم میں بھی شریک رہو۔

۶۔ اپنے گھر کی دیوار اتنی اونچی نہ لے جاؤ کہ اس کے گھر میں ہوا کی آمد و رفت بند ہو جائے۔

۷۔ اگر کوئی میوہ ترکاری اپنے ہاں لاؤ تو اس کے ہاں بھی بھجواؤ، اور ایسا نہ کر سکو تو یہ بات ان سے پوشیدہ رکھو (اس لیے چاہیے کہ فروٹ وغیرہ کے چھلکے سامنے نہ پھینکو کہ پڑوسی کے بچے دیکھ کر للچانے لگیں)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۸۔ اپنے بچوں کو اس چیز کی اجازت نہ دو کہ وہ باہر ہمسائے کے دروازے کے سامنے جا کر ان کے بچوں کو تنگ کریں۔اس سے خوامخواہ بڑوں کے درمیان رنجش پیدا ہونے کا امکان ہے۔

۹۔ کسی کے باورچی خانے کا دھواں ہمسائے کی پریشانی کا باعث نہیں ہونا چاہیے۔

اللہ رب العزت ہمیں قرآن و حدیث کی ان تعلیمات کے مطابق ہمسایوں کے حقوق کو سمجھنے اور ان کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حقوق العلماء

علمائے کرام ایک اسلامی معاشرے کا اہم ترین حصہ ہیں۔ ان کا ادب و احترام کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ کیونکہ اگر علمائے کرام ہم تک اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات نہ پہنچائیں تو ہم کس طرح اپنے دین کو سمجھیں گے۔ یہ علماء ہی ہیں جن کی محنتوں سے آج ہم دین دار ہیں۔اگر وہ محنت نہ کرتے، تکلیفیں نہ اٹھاتے تو شاید آج ہم دین کے نام سے بھی واقف نہ ہوتے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ (فاطر ۳۵/۲۸)

''اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں۔''
(جمال القرآن)

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ

(المجادلة ۵۸/۱۱)

''تم میں سے جو کامل ایمان والے اور علم والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے گا۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔

(الرعد۱۳/ ۴۳)

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیجیے! میرے اور تمھارے درمیان کافی گواہ، اللہ ہے اور وہ جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ۔

(العنکبوت۲۹/ ۴۳)

''اور یہ مثالیں جن کو ہم لوگوں کیلئے بیان فرماتے ہیں ان کو صرف علم والے سمجھتے ہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

''جنت میں عام مسلمانوں کی بہ نسبت علماء سات سو درجہ بلند ہوں گے۔''

(شرح صحیح مسلم ج ۷، ص ۳۶۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندوں کے سینوں میں سے علم کو نہیں نکالے گا۔ لیکن علماء کو اٹھا کر علم اٹھا لے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں بچے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ سو وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

(صحیح بخاری ج ۱، ص ۲۰ باب کیف یقبض العلم)

حدیثِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے:

''بے شک طالب علم کی رضا جوئی کے لیے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں، حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی عالم کی مغفرت کی دعا کرتی ہیں اور عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے چاند کی تمام ستاروں پر، اور بے شک علماء انبیاءؑ کے وارث ہیں۔ اور انبیاء کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے، وہ صرف علم کا وارث بناتے ہیں۔ سو جس شخص نے علم کو حاصل کر لیا اس نے عظیم حصہ کو حاصل کر لیا۔'' (جامع ترمذی ج ۲، ص ۹۳ ابواب العلم)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ مَجَالِسُ الْعِلْمِ۔ (مجمع الزوائد ج ۱، ص ۱۲۶)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو چر لیا کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا علم کی مجلسیں۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں علماء کی مجالس کو جنت کی کیاریوں کے ساتھ تشبیہہ دی گئی ہے، جس طرح جنت میں جانے والا جنت کی کیاریوں سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے، اسی طرح اہلِ علم کی مجالس میں شامل ہو کر انسان کو علم و عمل کا بے شمار فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔ اس لیے امتِ مسلمہ کو دل سے علماء کی قدر دانی کرنا چاہیے اور ان کی عظمت کا اعتراف کرنا چاہیے۔

صاحبِ علم، جاہل سے اعلیٰ ہے خواہ وہ جاہل بڑا جاگیر دار اور دولت مند کیوں نہ ہو۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، علماء صحابہ کو خواہ وہ عمر میں چھوٹے ہی کیوں نہ ہوتے، بڑے بوڑھوں پر ترجیح دیتے۔ ان کو اپنے قریب بٹھاتے اور ان کی عزت افزائی فرماتے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک حدیث میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلٰثَةٌ: اَلْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ۔

''قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے۔ پہلے انبیاء، پھر علماء اور پھر شہداء۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ و السلام کو اختیار دیا کہ علم وحکومت اور مال میں سے ایک چیز پسند کر لیں۔ آپ نے علم کو پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے آپ کو بادشاہی اور مال بھی عطا فرمائے۔ (ضیاء القرآن ج۵،ص ۱۴۷)

علماء کرام کا حق ہے کہ ان کی عزت کی جائے، انھیں خود سے مکرم جانا جائے۔ اُنکی عزت واحترام کرنے کے بارے میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَكْرِمُوْا الْعُلَمَاءَ فَاِنَّهُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ۔ (کنزالعمال ج۱۰،ص۱۵۰)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علماء کی عزت کرو، کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔

ایک حدیثِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مِنْ حَقِّ الْعَالِمِ عَلَيْكَ اَنْ تُسَلِّمَ عَلَى الْقَوْمِ عَامَّةً وتَخُصَّهٗ دُوْنَهُمْ بِالتَّحِيَّةِ وَاَنْ تَجْلِسَ اَمَامَهٗ وَلَا تُشِيْرَنَّ عِنْدَهٗ بِيَدِكَ وَلَا تَغْمِزَنَّ بِعَيْنَيْكَ وَلَا تَقُوْلَنَّ قَالَ فُلَانٌ خِلَافًا لِقَوْلِهٖ وَلَا تَغْتَابَنَّ عِنْدَهٗ اَحَدًا وَلَا تُسَارَّ فِيْ مَجْلِسِهٖ وَلَا تَأْخُذَ بِثَوْبِهٖ وَلَا تَلِجَ عَلَيْهِ اِذَا مَلَّ وَلَا تُعْرِضْ مِنْ طُوْلِ صُحْبَتِهٖ فَاِنَّمَا هِيَ بِمَنْزِلَةِ النَّخْلَةِ تَنْتَظِرُ مَتٰى يَسْقُطُ عَلَيْكَ مِنْهَا شَيْئٌ فَاِنَّ الْمُؤْمِنَ الْعَالِمَ لَاَعْظَمُ اَجْرًا مِنَ الصَّآئِمِ الْقَآئِمِ الْغَازِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، فَاِذَا مَاتَ الْعَالِمُ انْثَلَمَتْ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فِي الْإِسْلَامِ ثُلْمَةٌ لَا يَسُدُّهَا شَيْءٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (کنز العمال ج۱۰،ص۲۵۵)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عالم کا تم پر یہ حق ہے کہ تم مجلس میں لوگوں کو بالعموم سلام کرو اور عالم کو خصوصیت کے ساتھ علیحدہ سلام کرو۔ تم ان کے سامنے بیٹھو۔ ان کے سامنے ہاتھ سے اشارہ نہ کرو اور نہ آنکھوں سے اشارے کرو۔ جب وہ کوئی مسئلہ بتائے تو یہ نہ کہو کہ فلاں نے اس کے خلاف کہا ہے، اس کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو، نہ اس کی مجلس میں کسی سے سرگوشی کرو، اس کے کپڑے کو نہ پکڑو، جب وہ اُکتا جائے تو اس کے پاس نہ جاؤ، اس کی لمبی صحبت سے احتراز نہ کرو، کیونکہ وہ کھجور کے درخت کی طرح ہے۔ تم منتظر رہو کہ تم پر کب اس سے کوئی پھل گرتا ہے۔ کیونکہ مؤمن عالم کا اجر روزہ دار اور قیام کرنے والے عابد اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے شخص سے زیادہ ہے۔ اور جب عالم مرتا ہے تو اسلام میں ایسا سوراخ ہوجاتا ہے جس کو قیامت تک کوئی چیز بند نہیں کرسکتی۔''

اس حدیث سے عالم کے ادب و احترام کی تفصیل واضح ہوگئی۔ اس لیے ہمیں اپنے علماء کا بے حد ادب و احترام کرنا چاہیے۔ اور ان کی شان میں کسی قسم کی گستاخی اور بے ادبی سے بچنا چاہیے۔ کسی عالم دین کا اگر کسی سے کچھ اختلاف ہے تو یقینا اس کی رائے اس سے مختلف ہوگی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس کو برا بھلا کہنا شروع کردیں۔ اس کی توہین کرنے لگ جائیں۔ اور پھر بعض اوقات علماء میں بھی کسی مسئلہ پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ جس کی بناء پر وہ ایک دوسرے کے خلاف فتوے بھی دیتے ہیں۔ بہرحال کم از کم ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم ان کو برا بھلا کہیں۔ ان کا آپس میں اختلاف علمی بنیادوں پر ہوتا ہے۔ وہ اس لائق ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی رائے کو اپنے علم سے رَد کردیں۔ اس کے باوجود ہر مسلمان کے لئے دونوں فریقوں کا احترام ضروری ہے کیونکہ دوسرے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لوگوں کی علمی استعداد اتنی نہیں کہ وہ ان باریکیوں کو سمجھ سکیں جن کی بنا پر ان میں اختلاف ہے۔ اور خصوصاً اہلسنت کا ہر عالمِ دین باعثِ فخر اور قابلِ تعظیم ہے۔

عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ اُغْدُ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا وَلَا تَغْدُ بَيْنَ ذَالِكَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَاَحِبَّ الْعُلَمَاءَ وَلَا يَبْغُضْهُمْ۔ (مجمع الزوائد ج۱،ص۱۲۲)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس حال میں صبح کو اُٹھو کہ تم عالم ہو یا متعلم، اس کے سوا صبح نہ کرو، اگر تم یہ نہ کر سکو تو علماء سے محبت رکھو اور ان سے بغض نہ رکھو۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں کہا گیا ہے کہ تم صبح اس حالت میں اُٹھو کہ تم خود عالم ہو یا متعلّم (یعنی پڑھنے والے) اگر یہ دو باتیں نہیں تو صبح کرنے کا تمھیں حق ہی نہیں، یعنی تم اس قابل ہی نہیں کہ تمھاری صبح ہو۔ ہاں ایک چیز ہے جس کو اپنانے سے تم کم از کم صبح کرنے کے قابل ہو جاؤ گے اور وہ ہے علماء کرام سے محبت رکھنا اور اُن سے بغض نہ رکھنا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ عَلَّمَ عَبْدًا اٰيَةً مِنْ كِتَابِ اللهِ فَهُوَ مَوْلَاهُ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّخْذُلَهٗ وَلَا يَسْتَأْثِرَ عَلَيْهِ۔ (مجمع الزوائد ج۱،ص۱۲۸)

''جس شخص نے کسی بندہ کو کتاب اللہ کی ایک آیت کی تعلیم دی وہ اس کا مولیٰ ہے۔ وہ اس کو نامراد کرے، نہ اس پر اپنے آپ کو ترجیح دے۔''

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے، ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے، وہ میری امت سے نہیں ہے۔''

(مجمع الزوائد ج۱،ص۱۲۷ ماخوذ از شرح صحیح مسلم ج۷،ص ۳۸۳، ۳۸۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جو شخص علماء کا حق نہیں پہچانتا ان کی قدر، ادب و تعظیم سے بیزار ہے، اسے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، وہ میری امت سے نہیں ہے۔ اب ہم بخوبی ان لوگوں کو پہچان سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس گناہِ عظیم سے محفوظ رکھے۔ ہمارے دلوں میں علمائے کرام کی محبت پیدا فرمائے۔ (آمین)

ایک حدیث پاک میں ہے:

اَلْعَالِمُ سُلْطَانُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ فَمَنْ وَقَعَ فِيْهِ فَقَدْ هَلَكَ۔

''عالم زمین پر اللہ کا سلطان (دلیل / مقرر کردہ بادشاہ) ہے جو اس کی مذمت کرے گا، وہ ہلاک ہوگا۔''

ہمیں چاہیے کہ زندگی کے ہر شعبے میں علماء کرام سے اچھے سلوک سے پیش آئیں۔ راستے میں چلتے پھرتے وقت علماء سے آگے نہ چلیں، علماء کا مذاق نہ اڑائیں، جب ان کی محفل میں جائیں، ان کی اجازت کے بغیر اپنی بات کا آغاز نہ کریں، ان سے بات مختصر کریں، طویل گفتگو سے بچیں۔ غرض علماء کے حق کو ادا کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

علماء کا حق یہ بھی ہے کہ ان کی ہر نیک عمل میں اتباع کی جائے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِتَّبِعُوا الْعُلَمَآءَ فَاِنَّهُمْ سُرُجُ الدُّنْيَا وَمَصَابِيْحُ الْاٰخِرَةِ۔ (کنز العمال)

''علماء کی اتباع کرو، کیونکہ وہ دنیا اور آخرت کے چراغ ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ يُحِبُّهُمْ اَهْلُ السَّمَآءِ وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحِيْتَانُ فِي الْبَحْرِ اِذَا مَاتُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (کنز العمال)

''علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں اور جب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وہ فوت ہو جائیں تو قیامت تک سمندر کی مچھلیاں ان کے لیے استغفار کرتی ہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُوْزَنُ دَمُ الشُّهَدَآءِ بِمِدَادِ الْعُلَمَآءِ فَيَرْجِحُ مِدَادُ الْعُلَمَآءِ عَلٰى دَمِ الشُّهَدَآءِ۔ (کنزالعمال)

''قیامت کے دن علماء کے لکھنے کی روشنائی کو شہداء کے خون کے ساتھ وزن کیا جائے گا تو علماء کی روشنائی کا شہداء کے خون سے زیادہ وزن ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ جملہ مسلمین ومسلمات، مومنین ومومنات کو علماء کا ادب واحترام اور عزت وتوقیر کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حقوق الاساتذہ والتلامذہ

علم رب کائنات کا عطا کردہ ایک خزانہ ہے اور ایسا خزانہ کہ اس کو جتنا خرچ کیا جائے کم نہیں، بلکہ زیادہ ہوتا ہے۔ دولت کی حفاظت کی جاتی ہے اور علم انسان کی حفاظت کرتا ہے۔ استاد وہ ہوتا ہے جو علم کے موتیوں سے دوسروں کو سنوارتا ہے اس کے باعث وہ معاشرے میں اہم مقام حاصل کرتا ہے۔

قرآنِ حکیم میں ہے:

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ط (البقرہ ۲/۳۲)

''اے پاک ذات! ہمیں علم نہیں سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھایا۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر علم کی بنا پر برتری عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعے سے انسان کو علم کے زیور سے آراستہ فرمایا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا۔ (سنن ابن ماجہ)

''مجھے معلم (استاد) بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔''

اور خود رب کائنات نے اپنے کلام میں کئی بار اس منصب کا ذکر فرمایا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (البقرہ ۲/۱۲۹)

''اور وہ (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کو کتاب سکھائے اور حکمت۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ اُعَلِّمُكُمْ۔ (حقوق العباد از عالم فقری)

''میں تمہارے لیے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں کہ تمہیں علمِ حکمت سکھاتا ہوں۔''

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجدِ نبوی کے صحن میں درس گاہ (صفہ) قائم کی، جس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رات دن خدمتِ علم میں مصروف رہتے تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں طلب علم کا بے پناہ شوق و جذبہ تھا۔ یہ ذوق وشوق معلمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیہم تلقین کا نتیجہ تھا۔

شرعی طور پر پڑھانے والے اور دیگر کسی علم کے استاد کو اسلام میں ایک خاص مقام اور مراعات دی گئی ہیں، جو حقوقِ استاد کے زمرے میں شمار ہوتی ہیں۔

استاد کا درجہ بمنزلہ باپ کے ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''کہ تیرے تین باپ ہیں (۱) جس کے نطفہ سے تیری پیدائش ہوئی یعنی والد (۲) جس نے تجھے اپنی بیٹی دی یعنی سسر (۳) وہ جس نے تجھے علم وآگاہی بخشی یعنی استاد۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ سب سے زیادہ فیاض ہے۔ اس کے بعد اولادِ آدم میں سب سے زیادہ میں فیاض ہوں، پھر میرے بعد وہ فیاض ہے جس نے علم سیکھا اور لوگوں کو سکھایا۔ قیامت کے روز وہ امت کی صورت میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(اپنے شاگردوں کے ساتھ) آئے گا۔ (سنن بیہقی)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی رکاب تھام لی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد (چچازاد)! ایسا نہ کرو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، علماء اور اکابر کی عزت اسی طرح کی جاتی ہے۔ اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کی پیشانی چوم لی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں دو سال تک انتظار کرتا رہا کہ موقع ملے تو میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث دریافت کروں۔ ایک مرتبہ وہ جنگل سے واپس آرہے تھے، تب میں نے ان سے وہ سوال کیا اور کہا کہ میں اس وقت کے لیے دوسال سے انتظار کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا، ایسا نہ کرو جو بات پوچھنا ہو، بے دھڑک مجھ سے پوچھ لو۔ مجھے معلوم ہوگا بتادوں گا، ورنہ پھر کسی اور سے دریافت کرنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رعب پوچھنے سے مانع آتا تھا۔

انگریز حکومت نے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی قدر افزائی کی اور ان کے لیے ''سر'' کا خطاب تجویز کیا۔ اس پر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حکومت کو لکھ کر (بھیجا کہ) پہلے میرے استاد میر حسن سیالکوٹی کو خطاب دیا جائے، تب میں یہ خطاب قبول کروں گا۔ چنانچہ حکومت نے مولانا میر حسن سیالکوٹی کو ''شمس العلماء'' کا خطاب دیا اور پھر ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو ''سر'' کا خطاب دیا۔

(مسلمان مثالی اساتذہ اور مثالی طلبہ)

استاد کا پہلا حق یہ ہے کہ اس کے شاگرد اس کا کہنا مانیں اور جو کام وہ کرنے کے لیے کہے، اسے دل و جان سے کریں۔ غرضیکہ شاگرد اس کی عزت کریں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مکتب میں اسے ادب و احترام سے بلائیں، مکتب کے باہر بھی اگر استاد مل جائے تو اچھے اخلاق سے پیش آئیں۔ استاد کے ساتھ کبھی بدتمیزی نہ کریں۔ شاگرد کے لیے لازم ہے کہ اپنے استاد کی کبھی برائی نہ کرے، استاد کے سامنے لمبی گفتگو نہ کرے۔ استاد کی اجازت کے بغیر بات نہ کرے۔ جو وقت اس (استاد) نے تعلیم کے لیے مقرر کر رکھا ہو اگر اس وقت کے مطابق آنے میں کبھی دیر ہو جائے تو اس کے آنے کا انتظار کرے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنْزِلُوْا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ۔ (سنن ابوداؤد)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں سے ان کے مرتبے کے مطابق سلوک کرو۔''

بعض شاگرد اپنے بچپنے کی وجہ سے بعض اوقات ایسی بات کہہ دیتے ہیں یا ایسی شرارت کر دیتے ہیں جس سے استاد کو غصہ آجاتا ہے، تو اس صورت میں شاگرد میں احساسِ ندامت پیدا ہونا چاہیے اور بعد ازاں استاد سے اپنی غلطی کی معافی طلب کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کا ایک نسخہ لے کر پڑھ رہے تھے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایسا کرنے کو ناپسند فرمایا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معذرت کی اور کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معذرت خواہ ہوں۔

اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ استاد کو اگر شاگرد کی کوئی بات یا عمل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پسند نہ آئے تو شاگرد کو چاہیے کہ استاد سے معذرت کر لے۔

استاد کا حق ہے کہ تلامذہ (شاگرد) اس کی موجودگی میں مجلس کے آداب کا لحاظ رکھیں۔ یہ آداب شاگرد کو مجلسِ نبوی ﷺ سے سیکھنے چاہئیں۔ حضور پرنور ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تعلق کے جہاں اور کئی پہلو تھے ان میں استاد اور شاگرد کا پہلو بھی تھا۔ اس لیے کہ سردارِ انبیاء ﷺ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کا منصب ایک معلمِ اعظم کا بھی تھا۔

پس ایک مسلمان طالب علم کو اپنے استاد کے ساتھ برتاؤ کا ڈھنگ بھی مجلس نبوی ﷺ ہی سے سیکھنا چاہیے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ وہ مجلس میں یوں بیٹھتے تھے:

كَأَنَّ عَلٰى رُءُوْسِنَا الطَّيْرَ۔

''گویا ہمارے سر پر پرندے بیٹھے ہیں۔'' (کہ ذرا سی حرکت کرنے پر اُڑ جائیں گے۔)

پڑھانے والے اساتذہ کا یہ حق ہے کہ ان کو ہر وقت معاش کی فکر نہ ہو۔ ان کو مالی طور پر اتنا ملنا چاہیے کہ وہ اپنے اہل وعیال اور اپنی ضروریات بآسانی پوری کر سکیں۔ تاکہ ان کا ذہن سکون میں رہے، جس سے انھیں پڑھانے میں آسانی ہوگی۔

اگر استاد مالی طور پر پریشانیوں کا شکار ہوگا تو وہ طالب علموں کو صحیح طریقے سے پڑھا نہیں سکے گا۔

اس لیے معاشرے پر مجموعی طور پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ استاد کی مالی ضروریات کو اس حد تک پورا کرے کہ وہ احساسِ کمتری کا شکار نہ ہو۔

خلیفہ ہارون الرشید نے مشہور نحوی (علم النحو کے ماہر) اصمعی کے پاس اپنے بیٹے کو تعلیم وتربیت کے لیے بھیجا، ایک دن خلیفہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ اس نے دیکھا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کہ اصمعی اپنے ہاتھ سے وضو کر رہے ہیں اور اس (خلیفہ) کا بیٹا کھڑا پانی ڈال رہا ہے۔ خلیفہ اصمعی پر ناراض ہوا کہ وہ لڑکے کو اچھی تربیت نہیں دے رہا ہے۔ اس نے لڑکے کو یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ ایک ہاتھ سے وہ پانی ڈالے اور دوسرے ہاتھ سے پیر دھوئے۔

خلیفہ ہارون الرشید کے دونوں لڑکے امین اور مامون مشہور نحوی فراء کے زیر تربیت تھے۔ ایک مرتبہ دونوں شہزادوں میں اس بات پر جھگڑا ہو گیا کہ استاد کی جوتیاں اٹھا کر کون چلتا ہے۔ اس واقعہ کی خبر ہارون الرشید کو بھی ہوگئی۔ ایک دن خلیفہ نے فراء سے دریافت کیا۔ دنیا میں سب سے اونچی شان کس کی ہے فراء نے جواب دیا کہ خلیفۃ المسلمین کی۔ خلیفہ نے جواب دیا نہیں، اس شخص کی ہے جس کی جوتیاں خلیفہ کے دونور العین اٹھاتے ہیں۔ فراء نے کہا میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ میں ان کو اس سعادت سے محروم کردوں۔ خلیفہ نے کہا میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے، اگر تم ان کو منع کرتے تو میں تم سے ناراض ہو جاتا۔

(مسلمان مثالی اساتذہ اور مثالی طلبہ)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا قول ہے کہ:

''جس شخص نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا تو میں اس کا غلام ہوں، چاہے بیچ دے، چاہے آزاد کردے یا چاہے تو غلام ہی رکھے۔''

(تعلیم المتعلم طریق التعلم)

صاحب ہدایہ امام برہان الدین رحمہ اللہ ایک قصہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ائمہ بخاریٰ میں سے ایک بڑے عالم مجلسِ درس میں ایک مرتبہ بار بار اٹھ کھڑے ہوتے تھے، لوگوں نے اس کا سبب پوچھا، تو فرمایا کہ میرا استاد زادہ (استاد کا لڑکا) گلی میں کھیل رہا تھا۔ جب بھی کھیلتے کھیلتے وہ میرے سامنے آتا میں استاد کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تعظیم کی وجہ سے اس کو دیکھ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔

قاضی فخر الدین ارسا بندی مرو شہر کے اماموں کے امام تھے۔ بادشاہ بھی ان کا بہت احترام کیا کرتا تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں جو اس مرتبہ پر پہنچا ہوں تو استاد کی خدمت کی وجہ سے پہنچا ہوں، کیونکہ میں اپنے استاد امام قاضی ابو یزید دبوسی کی خدمت کیا کرتا تھا۔ تیس سال تک ان کا کھانا پکایا، مگر کبھی اس میں سے چکھا تک نہیں ہے۔

امام برہان الاسلام لکھتے ہیں کہ ہمارے استاد امام برہان الدین رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ استاد کا بیٹا ضرور عالم ہوتا ہے، کیونکہ استاد کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کے تلامذہ سب علماء بنیں تو اس اعتقاد اور طلبہ پر شفقت کی برکت سے اس کا بیٹا بھی عالم بن جاتا ہے۔ اور یہ حکایت بھی بیان کرتے تھے۔

کہ حضرت برہان الائمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دونوں بیٹوں صدر شہید حسام الدین اور صدر سعید تاج الدین رحمہا اللہ کے سبق کے لیے چاشت کا وقت مقرر کیا تھا، کہ جب اور دوسرے تمام طلبہ کے اسباق سے فارغ ہوجاتے تھے۔ یہ دونوں بیٹے کہا بھی کرتے تھے کہ اس وقت ہماری طبیعتیں سست ہو جاتی ہیں۔ تو ان کے والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مسافر اور دوسرے بچے دور دور سے میرے پاس آتے ہیں، اس لیے ان کے اسباق کا مقدم کرنا ضروری ہے۔ اس شفقت کی برکت سے ان کے دونوں بیٹے اس زمانہ کے اکثر فقہاء روئے زمین سے بڑھ گئے۔ (تعلیم المتعلم طریق التعلم)

یہاں پر چند باتیں شاگرد کے حقوق کے حوالے سے ذکر کی جاتی ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اچھے استاد کے لیے دس نصیحتیں بیان کی ہیں:

۱۔ اچھے استاد کو چاہیے کہ طلبہ کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آئے ان کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ساتھ ایسا سلوک کرے جیسا کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ کرتا ہے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمونے کو ہر وقت اپنے سامنے رکھے۔ اصل مقصود ترویج و اشاعت علم ہو، معاوضہ کا کوئی خیال بھی دل میں نہ آئے۔

۳۔ حتی الوسع وہ اپنے شاگردوں کو اس امر کی نصیحت کرے کہ وہ سندِ فضیلت اور سندِ فراغ اس وقت تک حاصل نہ کریں جب تک وہ اس کے اہل نہ بن جائیں۔

۴۔ اپنی توجہ طلبہ کی صرف علمی لیاقت پر ہی مرکوز نہ کرے بلکہ ان کی تربیت پر بھی توجہ دے، اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو تو نرمی کے ساتھ فہمائش کرے۔

۵۔ اپنے شاگردوں کے سامنے دوسرے اساتذہ اور دوسرے مضامین کی مذمت یا تنقیص نہ کرے، بلکہ طلبہ کو ترغیب دینا چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ شعبہ ہائے علوم میں مہارت حاصل کریں۔

۶۔ مبتدی کے لیے اور محدود لیاقت کے طالب علموں کے لیے سہل اسباق منتخب کرے۔ اس کا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث پر ہونا چاہیے کہ جو شخص اپنے مخاطب کے معیارِ فہم سے بلند تر گفتگو کرتا ہے۔ اس سے بعض لوگوں کے گمراہ ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۷۔ استاد کو چاہیے کہ اپنے اقوال کو اپنے اعمال سے قوت پہنچائے، کیونکہ اقوال کان میں اترتے ہیں اور اعمال کو آنکھیں دیکھتی ہیں۔ اس سلسلہ میں ابن المقفع کا قول بہت خوب ہے کہ جو شخص پیشوا اور رہنما بننا چاہتا ہے اسے پہلے اپنے نفس کی تربیت کرنا چاہیے اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ اپنی زبان سے زیادہ اپنی شہرت سے لوگوں کی تعلیم و تربیت کر سکے گا۔

۸۔ شاگردوں کی ہمت افزائی اس انداز سے کرے کہ وہ خود اپنی عقل و فہم کو صحیح استعمال کرنے لگیں، محض استاد کی نقالی کرنے پر اکتفا نہ کریں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۹۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے معلم الصبیان (چھوٹے بچوں کے استاد) پر خاص توجہ دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ چھوٹے بچوں میں نقل کرنے کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ان کی نظریں استاد کے الفاظ پر لگی رہتی ہیں۔ استاد کی پسند ان کی پسند اور استاد کی ناپسند ان کی ناپسند ہوتی ہے، ایسی صورت میں استاد کو چاہیے کہ وہ ان کے سامنے بہتر اور معیاری کردار کا نمونہ پیش کرے۔

۱۰۔ استاد کو چاہیے کہ وہ تمام طلبہ کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرے، امیر اور غریب طلبہ کے درمیان کوئی تفریق روا نہ رکھے۔

لائق شاگرد کو استاد اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور اس کا ذکر خیر کرتے رہتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت خود کی تھی۔ نورالحق کے متعلق ان کی رائے کیا تھی۔ اس کا اندازہ درج ذیل قول سے لگایا جاسکتا ہے۔

''یہ اگرچہ میرا بیٹا ہے مگر میرے باپ کی جگہ ہے۔ یہ اگرچہ میرا شاگرد ہے مگر میرے استاد کی جگہ ہے۔ یہ اگرچہ میرا مرید ہے مگر میرے پیر کی جگہ ہے۔''

(مسلمان مثالی اساتذہ اور مثالی طلبہ)

اور ایسا انہوں نے اسلیئے فرمایا کہ ان کا بیٹا علم و عمل، تعظیم و ادب لیاقت میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھا۔

اللہ رب العزت ہمیں استاد و شاگرد کے حقوق کو صحیح معنوں میں سمجھنے اور انھیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حقوق المسلم

تمام مسلمانوں کے آپس میں تعلقات سب سے بہتر ہونے چاہئیں کیونکہ یہ دینی رشتہ ہے جو کہ سب رشتوں سے اعلیٰ ہے۔قوم، ملک، وطن،نسل وغیرہ دین کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ یہ دینی رشتہ ہی ہے جو ہمیں اس بات پر اُبھارتا ہے کہ دنیا کے کسی کونے پر بھی اگر مسلمان کوکوئی تکلیف ہورہی ہے تو ہم اسکومحسوس کریں اوراس کے ازالے کی کوشش کریں۔

دینی رشتے نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگایا اور ابولہب جس سے خونی رشتہ تھا، اس کو جدا کر دیا۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ جو ایک غلام تھے، وہ پوری امت مسلمہ کے لیے باعثِ عزت ٹھہرے اور ابولہب لعنت کا مستحق ہوا۔

مسلمان آپس میں ایک ملتِ واحدہ اور قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا اخلاقاً اسلام نے ہر مسلمان پر یہ فریضہ عائد کیا ہے کہ وہ آپس میں اتفاق،حسنِ سلوک اور پیارمحبت سے رہیں کیونکہ مسلمان،مسلمان کا بھائی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ (الحجرات ۴۹/۱۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''بیشک مسلمان تو (آپس میں) بھائی بھائی ہیں۔''

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا (الاحزاب ۵۸/۳۳)

''اور جو لوگ مؤمن مردوں اور عورتوں کو ان کے جرم کیے بغیر ایذا دیتے ہیں، وہ جھوٹ اور صریح گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے آدھی بات سے بھی کسی مسلمان کے قتل پر معاونت (مدد) کی، قیامت کے دن اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے۔'' (شرح صحیح مسلم ج ۷، ص ۱۰۷۴)

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

اَلَا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَآءَ كُمْ وَ اَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثًا وَيْلَكُمْ اَوْ وَيْحَكُمْ، اُنْظُرُوْا لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔ (صحیح بخاری)

''سنو! اللہ تعالیٰ نے تمہارا خون، مال اور آبرو کو محترم قرار دیا ہے۔ جس طرح تمہارا یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہیں۔ سنو! کیا میں نے تم کو پہنچا دیا؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہنچا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے امت کو پیغام پہنچا دیا۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائی۔ پھر فرمایا۔ سنو! دیکھو میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم مسلمان ہو کر آپس میں ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو (قتل کرنے لگو)۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

''اگر تمام آسمانوں اور زمین کے لوگ ایک مؤمن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ ان سب کو جہنم میں داخل کر دے گا۔ (شرح صحیح مسلم ج ۷، ص ۱۰۷۵)

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَلْمُؤْمِنُ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا، ثُمَّ شَبَّكَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ۔ (بخاری، مسلم)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان، مسلمان کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو قوت پہنچاتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کر کے بتایا۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں مسلم معاشرے کو عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح اس کی اینٹیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو آپس میں چمٹے رہنا چاہیے اور پھر جس طرح ہر اینٹ دوسری اینٹ کو قوت اور سہارا دیتی ہے اسی طرح انھیں بھی ایک دوسرے کو سہارا دینا چاہیے۔ نیز جس طرح بکھری ہوئی اینٹیں باہم جُڑ کر مضبوط عمارت کی شکل اختیار کر لیتی ہیں، اسی طرح مسلمانوں کی قوت کا راز ان کے آپس میں جڑے رہنے میں ہے۔ اگر وہ بکھری ہوئی اینٹوں کی مانند رہے تو ان کو ہوا کا ہر جھونکا اڑا لے جا سکتا ہے اور پانی کا ہر ریلا بہا لے جا سکتا ہے۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے:

اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ یَکُفُّ عَنْهُ ضَیْعَتَهٗ (مشکوٰۃ)

''مسلمان، مسلمان کا آئینہ ہے اور مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ اس کو بربادی سے بچاتا ہے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یعنی جس طرح آئینے میں چہرہ اسی وقت نظر آتا ہے جب آدمی اس کے سامنے آجاتا ہے اور جب سامنے سے ہٹ جائے، آئینے سے تصویر بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ایک مؤمن کی شان یہ ہے کہ کسی مسلمان کی پیٹھ پیچھے اس کے خلاف یا اس کو ناگوار گزرنے والی بات نہ کرے۔ ہاں جب وہ اپنے مسلمان بھائی میں کوئی خامی دیکھے تو اس کی عزت کا احترام کرتے ہوئے تنہائی میں اس کی غلطی سے اسے آگاہ کرے۔ اگر مان لے تو ٹھیک، نہ مانے تو اس کی اس برائی کو لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

اِنَّ اَحَدَ کُمْ مِرْاٰۃُ اَخِیْہِ، فَاِنْ رَّاٰی بِہٖ اَذًی فَلْیُمِطْ عَنْہُ۔

''یعنی تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے پس اگر اس کو تکلیف میں دیکھے تو اس کی تکلیف دور کر دے۔''

اسی طرح اگر اس کے اندر کوئی کمزوری دیکھے تو اسے اپنی کمزوری سمجھ کر دور کرنے کی کوشش کرے۔

ایک اور حدیثِ پاک میں ہے:

''جو مسلمان کسی ایسے موقع پر مسلمان کی مدد کرے، جہاں اس کی عزت پامال اور حرمت حلال گردانی جارہی ہو، اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر اس کی مدد فرمائے گا جہاں وہ اپنی مدد پسند کرے گا۔''

اور جو مسلمان بھائی کو ایسے موقع پر رسوا اور بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے، جہاں اس کی عزت پامال کی جارہی ہو، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو ایسے موقع پر بے یار و مددگار چھوڑ دے گا، جہاں وہ اپنی مدد پسند کرے گا۔''

(مسند احمد)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مزید ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(سنن ترمذی و مسند احمد)

''جو شخص اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے سے جہنم کی آگ ہٹا دے گا۔''

نیز ارشاد فرمایا:

لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُّرَوِّعَ مُسْلِمًا۔ (رواہ احمد، ابو داؤد)

''کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو خوف زدہ کرے۔''

اب ہمیں اپنے معاشرے اور ماحول پر نظر رکھنی چاہیے اور اپنے عمل کو بھی دیکھنا چاہیے کہ ہم کیا کرتے ہیں؟ اپنے خلاف بولنے والوں کو تو ہم ڈرانے لگتے ہیں، دھمکیاں دیتے ہیں۔ اگر ہم کسی غلط کام میں مبتلا ہیں اور کوئی ہمیں اس سے روکتا ہے تو ہم اس کی حق بات کو دبانے کے لیے اس پر دباؤ ڈالتے ہیں۔ اس قسم کی تمام باتیں ہمارے دین کے خلاف ہیں، ہمیں ان سے بچنا چاہیے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ:

لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يُّشِيْرَ إِلٰى اَخِيْهِ بِنَظْرَةٍ تُؤْذِيْهِ۔

(مسند احمد)

''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی طرف ایذا رسانی کی نظر سے دیکھے۔''

جبکہ ہمارا حال تو یہ ہوتا ہے کہ اپنے مخالف کو زندہ دیکھنا بھی نہیں چاہتے حالانکہ وہ مسلمان ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔ (صحیح بخاری و مسلم)

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

یعنی زبان کے ذریعے کسی دوسرے مسلمان کو برا بھلا نہ کہا جائے، ہاتھوں کے ذریعے کوئی ایسی تحریر نہ لکھی جائے جو دوسرے مسلمان کی اذیت کا سبب ہو، جس سے اس کی عزت پامال ہو رہی ہو یا ہاتھ سے اسے تکلیف نہ دی جائے۔ اگر ہم اپنی زبانوں کو کنٹرول میں رکھیں اور ہاتھوں کو غلط استعمال نہ کریں تو آج مسلمان جو بکھرے ہوئے مختلف فرقوں اور ٹولیوں میں نظر آتے ہیں، یکجا ہوجائیں اور متحد ہوکر اسلام دشمن عناصر کا قلعہ قمع کردیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ۔ (صحیح بخاری و مسلم)

''کسی مسلمان کے لیے حلال (جائز) نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے کہ جب وہ ملیں تو ایک دوسرے سے منہ پھیر لیں اور ان میں سے بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کہے۔''

اور فرمایا لَا تَدَابَرُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا۔ (صحیح مسلم)

''ایک دوسرے سے اعراض نہ کرو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔''

پس تلخی و ناراضگی میں جو سلام کرنے میں پہل کرے گا اللہ کے ہاں وہ بہتر انسان ہے اور اس کو اجر ملے گا۔

اس لیے کہا جاتا ہے کہ انسان کو بچوں کی یہ خصوصیت اپنانی چاہیے کہ بچے لڑتے ہیں اور پھر ایک ہوجاتے ہیں۔ یعنی اپنے دل میں دوسرے کے لیے کوئی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میل، بغض، حسد، کینہ وغیرہ نہیں رکھنا چاہیے۔ بچوں کی طرح اس کو بھلا کر دوبارہ سے زندگی کا آغاز کر دینا چاہیے۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ یَّحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ۔

(صحیح بخاری و مسلم)

''ایک انسان کے لیے یہی شر (برائی) کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔''

آج کے معاشرے میں یہ بات بکثرت لوگوں میں موجود ہے کہ دوسرے کو اپنے سے کمتر سمجھتے ہیں، برائی کی جڑ یہی ہے۔ جہاں انسان میں بڑائی پیدا ہوتی ہے وہیں اس کے اعمال دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ وہ دنیا و آخرت میں خسارہ پانے والوں میں شامل ہوجاتا ہے۔ ابلیس نے اپنی بڑائی کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور کہا اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ ''میں اس (آدم) سے بہتر ہوں۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے اپنے دربار سے نکال دیا اور ہمیشہ کے لیے لعین (لعنت شدہ) قرار دیا۔ اس سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہیے اور کبھی کسی سے اپنے آپ کو بہتر نہیں سمجھنا چاہیے اور کسی کو اپنے سے کمتر نہیں جاننا چاہیے۔ بس یہی خیال رکھنا چاہیے کہ اگر وہ ہم سے بڑا ہے تو اس کی نیکیاں زیادہ ہیں اور ہم سے چھوٹا ہے تو اس کے گناہ کم ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ۔ (صحیح بخاری و مسلم)

''مسلمان کو گالی دینا گناہ اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق بھی ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کے بارے میں کوئی بات ایسی نہ کہے جو چغلی کے زمرے میں آتی ہو یا ناگوار ہو کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ۔ (صحیح بخاری و مسلم)

''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔''

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّزَحْزَحَ مِنَ النَّارِ وَیُدْخَلَ الْجَنَّۃَ فَلْتَأْتِہٖ مَنِیَّتُہٗ وَھُوَ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَلْیُؤْتِ اِلَی النَّاسِ مَا یُحِبُّ اَنْ یُّؤْتٰی اِلَیْہِ۔ (منہاج المسلم، ص۱۹۰)

''جو شخص جہنم کی آگ سے دور ہونا اور جنت میں داخل ہونے کو پسند کرتا ہے تو اس کی موت اس حالت میں آنی چاہیے کہ وہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور وہ لوگوں کے ساتھ وہی برتاؤ کرے جو وہ اپنے ساتھ چاہتا ہے۔''

حدیث پاک میں ہے:

مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

(صحیح بخاری و مسلم)

''جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔''

وَمَنْ کَانَ فِیْ حَاجَۃِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِہٖ۔

''اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں مصروف ہوگا، اللہ تعالیٰ اسکی حاجت پوری کرے گا''۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (بخاری ومسلم)

''اور جو شخص کسی مسلمان کی کسی پریشانی کو دور کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پریشانی دور کرے گا۔''

حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِيْلَ مَا هُنَّ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ؟ قَالَ إِذَا لَقِيْتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ، وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتْهُ، وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ، وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ۔ (صحیح مسلم)

''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔

پوچھا گیا، وہ کیا ہیں؟ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۱) جب تو مسلمان بھائی سے ملے تو اس کو سلام کر۔

(۲) اور جب وہ تجھے دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کر۔

(۳) اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی چاہے تو تُو اس سے خیر خواہی کر۔

(۴) اور جب اسے چھینک آئے اور وہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کہے تو تُو اس کا جواب (يَرْحَمُكَ اللهُ) دے۔

(۵) اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کر۔

(۶) اور جب وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جا۔''

اللہ رب العزت قرآن و حدیث کی ان تعلیمات کو صحیح معنوں میں ہمیں سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حقوقِ انسانی

اسلام ایک جامع دین ہے جس میں صرف مسلمان ہی کے حقوق بیان نہیں کیے گئے بلکہ پوری مخلوق کے حقوق کو بیان کیا گیا ہے۔ حقوقِ انسانی سے مراد ہے کہ ایک انسان کا دوسرے انسان پر کیا حق ہے؟ گو وہ شخص دوسرے سے دین میں جدا ہو۔

امتِ مسلمہ کو نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے دسویں سال خطبہ حجۃ الوداع میں ایک بین الاقوامی عالمی نظام کا چارٹر عطا فرمایا۔ یہ خطبہ تاریخِ انسانی میں ***NEW WORLD ORDER*** کی حیثیت رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں تعلیماتِ اسلامی کی روشنی میں اہم ترین حقوقِ انسانی مندرجہ ذیل ہیں۔

انسان کی جان و مال کا تحفظ

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط (المائدہ ۵/۳۲)

''کہ جس نے قتل کیا کسی انسان کو سوائے قصاص کے اور زمین میں فساد برپا کرنے کے، تو گویا اس نے قتل کر دیا تمام انسانوں کو۔''

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک انسانی جان کو ضائع کرنا پوری

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ (خطبۂ حجۃ الوداع) میں ارشاد فرمایا:

اَیُّھَا النَّاسُ! اِنَّ دِمَآءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ اِلٰی اَنْ تَلْقَوْا رَبَّکُمْ۔ (ضیا النبی ﷺ ج۴،ص۷۵۳)

''اے لوگو! تمھاری جانیں اور تمھارے اموال ایک دوسرے پر حرام کر دیئے گئے ہیں یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو (یعنی قیامت تک)''

قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا تَأْکُلُوْا أَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ۔ (البقرہ ۲/۱۸۸)

''ناحق طریقے سے کسی کا مال آپس میں نہ کھاؤ۔''

ایک حدیثِ پاک میں ہے:

اِنْطَلِقُوْا بِاسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ لَا تَقْتُلُوْا شَیْخًا فَانِیًا وَلَا طِفْلًا وَلَا اِمْرَاَۃً وَلَا تَغُلُّوْا وَضُمُّوْا غَنَائِمَکُمْ وَاَصْلِحُوْا وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (ضیاء النبی ج۴،ص۵۷۲)

''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور اس کے نام کی برکت کے ساتھ سفر جہاد پر روانہ ہوجاؤ۔ کسی بوڑھے شخص کو، کسی بچے کو یا کسی عورت کو ہرگز قتل نہ کرنا اور خیانت نہ کرنا۔ غنائم کو اکٹھا کرنا اور حالات کو درست کرنے کی کوشش کرنا۔ دشمن کے ساتھ بھی احسان کرنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

اس سے ثابت ہوگیا کہ اسلام ہر انسان کی جان کا محافظ ہے۔ حتیٰ کہ جنگ میں جب انسانی ذہن غصہ اور ہیجان سے پُر ہوتا ہے، اس وقت بھی انسانی جان کو یوں تحفظ دیا کہ بوڑھے، بچے اور عورت کو ہرگز قتل نہ کیا جائے اور بعض احادیث

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں تو پھل دار درختوں کو کاٹنے سے بھی منع فرمایا۔

حقوقِ انسانی کے حوالہ سے اسلام نے صرف تعلیم ہی نہیں دی بلکہ عمل کر کے دکھایا ہے۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر ایک شخص بکریوں کے ہمراہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا (یہ وہ وقت تھا کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ کر رہے تھے) اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ ! آپ ﷺ جو حکم دیں گے اس پر عمل کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ بکریاں تمہارے پاس امانت ہیں، ان کو ان کے مالک (جو کہ یہودی تھا) کے پاس پہنچاؤ۔ پھر پوچھنا کہ تمھیں کیا کرنا ہے؟ حقیقت میں یہ مال و جان کا تحفظ ہے۔

آزادیٔ فکر

قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ (البقرۃ ۲/ ۲۵۶)

''کوئی زبردستی نہیں ہے دین میں۔''

تاریخ شاہد ہے کہ حضور ﷺ نے کسی ایک شخص کو بھی جبراً مسلمان نہیں بنایا۔

امام محمد ابوزہرہ لکھتے ہیں:

''یہ بات ثابت نہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے کسی شخص کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا ہو۔''

بَلْ ثَبَتَ اَنَّهٗ اَرَادَ بَعْضُ الْاَنْصَارِ أَنْ يُّكْرِهَ وَلَدَهٗ عَلَى الْاِسْلَامِ فَنَهَاهُ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَالِكَ۔ (ضیاء النبی ﷺ ج۴، ص۵۸۱)

''بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ بعض انصار نے اپنے بچوں کو زبردستی حلقۂ اسلام میں داخل کرنے کا ارادہ کیا تو حضورِ اکرم ﷺ نے انکو ایسا کرنے سے منع کر دیا۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اگر تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان بنانا مقصود ہوتا تو کیا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ جیسے تاریخی موقعہ کو اس مقصد کے لیے استعمال نہ کرتے؟

اسلام اگر تلوار کے زور سے پھیلایا جاتا تو جن ممالک میں پہلی صدی ہجری سے لے کر آج تک مسلمانوں کو اقتدار حاصل رہا ہے۔ ان ممالک سے دیگر مذاہب کا خاتمہ ہو گیا ہوتا۔ (ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج ۷ ص ۵۸۳، ۵۸۲)

اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ اسلام واحد دین ہے جس نے ہر انسان کو آزادیٔ فکر دی ہے۔ لیکن زبردستی کسی کو مسلمان بنانے کی اجازت ہرگز نہیں دی۔

انسان کی عزت و آبرو کا تحفظ

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَآأَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ إِلٰى أَنْ تَلْقَوْا رَبَّكُمْ۔ (سیرۃ الرسول ﷺ ج ۱، ص ۲۵۲)

''اے بنی نوعِ انسان! بیشک تمھاری جانیں اور تمھارے اموال اور تمھاری عزتیں قیامت تک ایک دوسرے پر حرام کر دی گئی ہیں۔''

انسان کا ایک بنیادی حق اس کی عزت و آبرو کی حفاظت ہے۔ اسلام نے پہلی بار انسان کی آبرو کو تحفظ دیا۔ آبرو (عزت) کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ پیٹھ پیچھے اس کی برائی نہ کی جائے۔ اسلام نے غیبت کو حرام قرار دیا اور یہ گناہِ کبیرہ ہے۔ اسی طرح کسی کو طعنہ دینے سے بھی اسلام نے منع کیا ہے۔

انسانی مساوات کا قیام

ہر انسان کا ایک حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ مساویانہ اور منصفانہ سلوک کیا جائے۔ اسلام نے انسانی نسلوں، طبقوں اور معاشروں کی ایک دوسرے پر مصنوعی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فضیلت و برتری کے سب دعووں کو ختم فرما دیا اور انسانی مساوات کا عالمی اعلان فرما کر، ساتھ ہی باہمی فضیلت کا دائمی عادلانہ اصول بھی مقرر فرما دیا۔ ارشاد فرمایا:

اَیُّھَا النَّاسُ! أَلَا وَاِنَّ رَبَّکُمْ وَا حِدٌ، اَلَا وَاِنَّ اَبَا کُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَافَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی أَحْمَرَ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی أَسْوَدَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی۔ (ضیاء النبی ﷺ ج۴، ص۷۶۹)

''اے لوگو! تمہارا پروردگا رایک ہے۔تمہارا باپ ایک ہے۔سنو! کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو فضیلت ہے عربی پر۔ نہ کالے رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر اور نہ سرخ رنگت والے کو کالی رنگت والے پر، بجز تقویٰ کے۔''

یہ مساواتِ انسانی کا وہ عالمی اصول تھا جس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے بین الاقوامی سطح پر جمہوری اور عادلانہ انسانی معاشرے کی بنیاد رکھی۔

(سیرۃ الرسول ﷺ ج۱، ص ۲۵۴)

انسانی معاش کا تحفظ

انسان کو زندہ رہنے کے لیے معاش کی ضرورت ہے۔ روزگار کی ضرورت ہے۔ اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کسی انسان کو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے کہ وہ اپنی دولت کے بل بوتے پر دوسروں کے لیے معاش کے دروازے بند کرے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ایک طرف تو یہ اصول بیان فرمایا کہ فریڈم آف کنٹریکٹ ***(Freedom of Contract)*** معاہدے کی آزادی یعنی جو چاہے معاہدہ کرو۔ تو دوسری طرف فرمایا کہ ہر وہ معاہدہ جس کے نتیجے میں معاشرے کے اندر خرابی واقع ہوتی ہو، دوسرے آدمی پر رزق کا دروازہ بند ہوتا ہو، وہ حرام ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چنانچہ ارشاد فرمایا: لَا یَبِیْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ۔

(مشکوٰۃ، کتاب البیوع، المنھی عنھا من البیوع ص۲۴۷، قدیمی)

''کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے۔''

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جو شہری ہے وہ مال لے کر بیٹھ جائے گا تو احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرے گا، اور بازار کے اوپر اپنی اجارہ داری قائم کرے گا۔ اس بنا پر دوسرے لوگوں پر معیشت کے دروازے بند ہوں گے، اس لیے فرمایا لَا یَبِیْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ۔

کسبِ معاش کا حق ہر انسان کا ہے۔ یہ نہیں کہ سود کھا کھا کر، قمار (جوا) کھیل کر، سٹہ کھیل کر آدمی اپنے لیے دولت کے انبار جمع کر کے پورے بازار پر قابض ہو جائے اور دوسرے شخص کے لیے دروازے بند کر دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دَعُوْا النَّاسَ یَرْزُقُ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ۔

''لوگوں کو چھوڑ دو کہ اللہ ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے رزق عطا فرمائیں گے۔''

یہ حقوق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعین فرمائے اور ان پر عمل بھی کر کے دکھایا۔

(اصلاحی خطبات ج ۴، ص ۲۵۵۔۲۵۶)

مزید ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

اَلَا وَاِنَّ کُلَّ رِبًا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ مَوْضُوْعٌ۔ (ضیاء النبی ﷺ ج ۴، ص ۷۷۰)

''کان کھول کر سن لو! تمام سود کا العدم کر رہا ہوں۔''

سود کو اس لیئے کا العدم قرار دیا کہ اس میں بھی ظلم کا پہلو نکلتا ہے اور اسلام کسی ایسی بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

غلاموں اور افلاس زدہ انسانوں کے حقوق

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَرِقَّاءَ كُمْ اَرِقَّاءَ كُمْ اَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ وَاكْسُوْهُمْ مِمَّا تَلْبَسُوْنَ۔ (ضیاء النبی ﷺ ج۴،ص۷۵۶)

''تمہارے غلام! تمہارے غلام! جو تم خود کھاتے ہو ان کو (بھی) وہی کھلاؤ، اور جیسا تم خود پہنتے ہو ویسا ہی ان کو پہناؤ۔''

اس اعلان نے عالمی نظام سے غلامی کے خاتمے کی بنیاد رکھ دی۔ اور انسانی طبقات میں غیر فطری تفاوت (فاصلہ) کے خلاف انقلاب آفریں نظام وضع کر دیا۔

اسلام کا آفاقی نظام جس پر عمل کر کے پوری انسانیت نجات پا سکتی ہے اسے کسی انسان نے نہیں، بلکہ خود خالقِ کائنات نے بنایا ہے۔ جس کی کوئی تدبیر غلط نہیں ہوسکتی ہے۔ اسلام صرف انسانی حقوق ہی کا نہیں، بلکہ ہر ذی روح مخلوق کے حقوق کا اصل پاسدار ہے۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے:

فِيْ كُلِّ ذِيْ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ۔ (رواہ احمد و ابن ماجہ، منہاج المسلم ص۱۹۶)

''ہر زندہ جگر والی مخلوق (کا بھلا کرنے) میں اجر ہے۔''

یعنی یہاں صرف انسان ہی کی نہیں بلکہ پوری مخلوق کی بھلائی کی ضمانت ملتی ہے۔

تاریخِ اسلام کے صفحات ایسی بے شمار مثالوں سے بھرے پڑے ہیں چنانچہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المقدس میں غیر مسلموں سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس لیے کہ ان کے جان و مال و آبرو کا تحفظ کیا جائے۔ ایک مرتبہ بیت المقدس سے فوج بلا کر کسی اور محاذ پر بھیجنے کی ضرورت پیش آئی، تو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیت المقدس میں جو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کافر رہتے ہیں ہم نے ان کے تحفظ کی ذمہ داری لی ہے۔ اگر فوج کو یہاں سے ہٹا لیں گے تو ان کا تحفظ کون کرے گا؟

چنانچہ انھوں نے سب غیر مسلموں کو بلا کر کہا کہ بھئی ہم نے تمھاری حفاظت کی ذمہ داری لی تھی، اس کی خاطر تم سے یہ ٹیکس بھی لیا تھا۔ اب ہمیں فوج کی اشد ضرورت پیش آ گئی ہے، جس کی وجہ سے ہم تمھارا تحفظ کما حقہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا جو ٹیکس تم سے لیا گیا تھا وہ سارا تم کو واپس کیا جاتا ہے۔

یوں ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا روم کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ ہوگیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جنگ بندی کا وقت ختم ہونے سے پہلے ہی فوج کو سرحد پر لا کھڑا کر دیا تھا۔ جوں ہی جنگ بندی کا وقت ختم ہوا تو آپ نے فوراً حملہ کرایا دشمن بے خبر، غافل تھے۔ اس لیے تیزی کے ساتھ فتح کرتے چلے گئے۔ مزید آگے بڑھ رہے تھے کہ پیچھے سے ایک گھوڑ سوار چلّاتا ہوا آواز لگا رہا تھا قُفُّوْا عِبَادَاللّٰہِ! قُفُّوْا عِبَادَاللّٰہِ! ''اللہ کے بندو! رکو۔ اللہ کے بندو! رکو۔'' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رُک گئے۔ قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ فرمانے لگے وَفَاءً لَا غَدَرَ ''مومن کا شیوہ وفا داری ہے، غداری نہیں۔'' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تو کوئی غداری نہیں کی، جنگ بندی کی مدت ختم ہونے کے بعد حملہ کیا ہے۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ان کانوں سے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

مَنْ كَانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا وَلَا يَشُدَّنَّهٗ حَتّٰى يَمْضِيَ اَمَدُهٗ اَوْ يَنْبِذَ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ۔

(ترمذی ج۱، ص۱۹۱ ابواب السیر، باب ماجاء فی الغدر)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''جب کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہو تو اس معاہدے کے اندر کوئی ذرا سا بھی تغیر نہ کرے، نہ کھولے نہ باندھے۔ یہاں تک کہ اس کی مدت گزر جائے، یا کھل کر ان کے سامنے بیان نہ کر دے کہ آج سے ہم تمہارے معاہدے کے پابند نہیں ہیں۔'' اور آپ نے معاہدہ کے دوران سر پر فوجیں لا کر ڈال دیں۔ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کے مطابق نہیں ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فتح کے نشے میں تھے۔ کئی علاقے فتح ہو چکے تھے۔ لیکن سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد سنتے ہی ساری فوج کو حکم دیا کہ واپس لوٹ جاؤ اور یہ تمام مفتوحہ علاقے خالی کر دو۔ چنانچہ تمام مفتوحہ علاقے خالی کر دیئے گئے۔

دنیا کی پوری تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی کہ کسی فاتح نے اپنے فتح کیے ہوئے علاقے کو اس وجہ سے خالی کیا ہو کہ اس میں معاہدے کی پابندی کے اندر ذرا سی کمی رہ گئی تھی، لیکن یہ غلامانِ محمد الرسول اللہ ﷺ ہی ہیں کہ انھوں نے یہ کر کے دکھایا۔

انسانی حقوق پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام ہر مسلمان کے دل میں (ملک، مذہب ومسلک کی تخصیص سے ہٹ کر) ہر جگہ انسان کی قدر دیکھنا چاہتا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو انسان کی قدر و منزلت اور عظمت کا لحاظ رکھتے ہوئے انسانی حقوق کی ادائیگی کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔

اللہ رب العزت ہمیں اسلامی تعلیمات و احکامات کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com